

ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی کی کتاب

حد و آداب

پر تبصرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں

علامہ سید مظہر حسین عید کاظمی

رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان
مہتمم جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ مہرینہ کاظمیہ

نزد جامعہ انوار العلوم نیو ملتان

© 061-6560699, 0304-6123162



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 library@mohaddis.com

ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی کی کتاب

حد و آردین

پر تبصرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں

علامہ سید مظہر حسین عید کاظمی

رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان
مہتمم جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

ناشر

مکتبہ مہر بیگ کاظمی

نزد جامعہ انوار العلوم نیو ملتان

061-4560699, 0304-6123162

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	حدود آرڈیننس پر تبصرہ
تصنیف	پروفیسر (ر) علامہ سید مظہر سعید کاظمی
نظر ثانی	حافظ عبدالعزیز سعیدی
پروف ریڈنگ	مولانا محمد زمان سعیدی و مولانا محمد حسن سعیدی
کمپوزنگ	جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم نیو ملتان
تعداد	500
اشاعت	یکم دسمبر 2006ء

قیمت	عام ایڈیشن 90 روپے خاص ایڈیشن 120 روپے
ناشر	مکتبہ مہریہ کاظمیہ نزد جامعہ انوار العلوم نیو ملتان

ملنے کے پتے

❖ ضیاء القرآن پبلیکیشنز	اردو بازار لاہور
❖ مکتبہ اہل سنت	اندرون لوہاری گیٹ لاہور
❖ فریڈ بک سٹال	اردو بازار لاہور
❖ مکتبہ زاویہ	ستا ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور
❖ مکتبہ اسلامیہ پیر بھائی کمپنی	اردو بازار لاہور
❖ مکتبہ رضویہ	دربار مارکیٹ لاہور
❖ کاظمی کتب خانہ	رحیم یار خان
❖ احمد بک کارپوریشن	کیٹی چوک راولپنڈی
❖ مکتبہ حاجی نیاز احمد	بیرون بوچر گیٹ ملتان

عرض ناشر

یہ سچ ہے کہ مملکتِ خدا داد پاکستان کا حصول اسلام کے نام پر ہوا مگر اسے ہماری بد قسمتی کہیے کہ اسلام کے آفاقی احکامات کو عملی طور پر نافذ کر کے اسکی رحمتوں اور برکتوں سے فیضیاب ہونے کا موقع نہیں دیا گیا اور شک نہیں کہ غیر ممالک خصوصاً مغربی طاقتوں کو یہ پسند نہیں کہ اسلامی نظام دنیا کے کسی خطے میں نافذ ہو کر اپنے ثمرات و برکات کے باعث عالمی توجہ کا مرکز بنے اور اس عالم کی ضرورت قرار پائے۔ جب ۲۷ سال قبل کچھ اسلامی اصول و ضوابط (حدود و تقریرات) ”حدود آرڈیننس“ کے نام سے پاکستان میں نافذ کئے گئے تو اس کے ساتھ ہی متعرضین کے دوا گروہ وجود میں آگئے جو اسے ختم کرانے کی مسلسل دوا کرتے رہتے ہیں۔

مغربی فکرو فلسفے سے متاثر ایک گروہ پاکستان اور عالمی سطح پر ہمیشہ یہ پروپیگنڈا کرتا رہا ہے کہ ”زانی کو سنگسار کرنا، قصاص میں عضو کے بدلے عضو کاٹنا، جھوٹی تہمت پر کوڑے لگانا یا چور کے ہاتھ کاٹنا سر غلط اور ظلم و بربریت ہے۔ قرآن و سنت کی بیان کردہ یہ سزائیں قبائلی معاشرے کی ضرورت تھیں، جدید دور اور مہذب معاشرے میں یہ ظلم و بربریت ہیں۔ مخالفت پر آمادہ دوسرا گروہ ان ”حدود و تقریرات کے اسلامی ہونے کا تو قائل ہے اس گروہ کے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ”حدود و آئندہ پر کوئی بحث نہیں“ مگر مختلف طریقوں سے قرآن و سنت کے احکامات سے اپنی فکری و قلبی بیزاری بھی ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ انہیں دکھ ہے کہ حدود و تقریرات کی تشریح و تعبیر میں ان (مغرب زدہ روشن خیال دانشوروں) کی تعبیرات و تشریحات کو معیار کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا؟ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کی روشنی میں جمہور فقہائے اسلام کی اجماعی تشریحات و تعبیرات اور اس پر امت مسلمہ کا چودہ سو سالہ تعامل ان کو گوارا ہے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی اور روشن خیالی اور راست فکری کہنے والے یہ لوگ باسقامت علی الدین کھنڈ، ہٹ دھرمی، جہالت، علمی جمود، تحقیق کے دواڑے بند کرنے اور دوسروں کے نقطہ نظر سے نفرت کا نام دیتے ہیں۔ آج کل حکومت کے ارباب بست و کشادہ مغربی لابی سے متاثر روشن خیال مجتہدین، ایکٹرک اور پرنٹ میڈیا کے چند تلون فکری پالیسی ساز اور ماہر پندرہ آڑ لوائن جی، اوز، سب قومی اور عالمی سطح پر

”حدود آرڈیننس“ کے خلاف پروپیگنڈے کا طوفان اٹھا کر فکر و اعتقاد کی انصاف کو سہمہ کھرد کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل پہلے گروہ کی نمائندگی جنٹس (رکواب ٹیل اور عاصمہ جہانگیر ایڈووکیٹ اور دوسرے طبقہ کی ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی اور جاوید احمد غامدی جیسے دانشور کرتے تھے مگر ”حدود آرڈیننس“ کی مکمل منسوخی یا ترامیم کیلئے تازہ مہم جوئی میں مقتدر حلقوں کی اشریاد سے دونوں گروہ ایک ہی کشتی کے سوا نظر آتے ہیں۔

حدود آرڈیننس کے خلاف کتب کی اشاعت، اخبارات و جرائد میں مضامین، ٹیلی ویژن ریڈیو کے مذاکرے اور مجامعے سب اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔ ضرورت تھی کہ کوئی بہت درجات کا پیکر عالمہ قرآن و سنت اور فقہائے اسلام کی تحقیقات کی روشنی میں ان مغرب زدہ روشن خیال دانشوروں کی تحقیقات کا پول کھول کر اصل حقیقت سے آگاہی بخشنے۔ الحمد للہ یہ کام امام بلاست غزلی زہا حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور ممتاز عالمہ قرآن حضرت علامہ سید مظہر سعید کاظمی دام ظلہ (مہتمم جامعہ انوار العلوم ملتان مرکزی امیر جماعت بلاست پاکستان) نے عورت فاؤنڈیشن پاکستان کی شائع کردہ ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی کی کتاب ”حدود آرڈیننس کتاب و سنت کی روشنی میں“ پر تبصرہ کر کے انجام دیا ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں حضرت نے مکتبہ مہریہ کاظمیہ نیولتان کے اشاعتی معیار پر اعتماد فرمایا جو کارکنان کیلئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ قارئین سے معذرت کہ کتاب کی اشاعت میں کچھ تاخیر ہوئی اور انہیں انتظار کی زحمت گوارا کرنا پڑی۔ الحمد للہ کتاب میں ہر بات دلیل سے پیش کی گئی ہے۔ ماخذ کا صفحہ، جلد اور مطبع تک لکھا گیا ہے اور اصل کتب سے اہم ترین حوالہ جات کا عکس بھی کتاب کے آخر میں دیا گیا ہے۔ قاری کی آسانی کیلئے عربی عبارات پر حرکات و سکنات اور اعراب کے علاوہ اہم ترین حوالہ جات کا نمبر انگریزی ہندسوں میں کتاب کے اندر عکس سے پہلے اور فہرست میں بھی دیدیا گیا ہے۔ نظر ثانی اور تصحیح کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے امید ہے پسند کی جائے گی۔ پیشکش کے معیار پر دائے اور کوتاہیوں کی نشاندہی کا انتظار رہے گا۔

رابطہ معزز

حافظ عبدالعزیز سعیدی

مکتبہ مہریہ کاظمیہ نیولتان

نومبر 2006ء

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
01	وجہ تصنیف	01
02	آدم برسر مطلب	02
03	مصنف کی عبارت (حدود آرڈیننس میں حدود و تعزیرات کو یکجا کر کے الہامی قانون اور انسانی قانون میں برابری پیدا کر دی گئی) پر تبصرہ	03
04	مصنف کا اقرار کہ تعزیرات شرعی تو انہیں ہیں انسانی نہیں	04
05	مصنف کی عبارت (حدود میں کمی بیشی کا کسی کو کوئی اختیار نہیں درست نہیں ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ سزا ہے جو کسی بھیا نیک جرم کے ارتکاب پر دی جاسکتی ہے) پر تبصرہ	06
06	”حدود آرڈیننس اور دوسرے قوانین کا رابطہ“ مصنف کا اعتراض اور اس کا جواب	13
07	عالمی قانون کی خرابی کا اقرار	14
08	مصنف کا حدود آرڈیننس پر ایک اور اعتراض (نکاح فاسد اور باطل پر حد کیوں؟)	15
09	اعتراض کا جواب	16
10	صاحبین کا ارشاد و ایام صاحب کا ارشاد ہوتا ہے	18
11	محرمت ابدیہ سے زنا پر حد میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے	19
12	نکاح فاسد اور نکاح باطل میں فرق	21
13	حنفیہ کے نزدیک عقوبت بائعہ اور عقوبت بائعہ کے لئے اعلم بالمحرمت شرط ہے	21

﴿ ح ﴾

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
30	نتیجہ بحث اور ہماری بحث پر ممکنہ اعتراض کا جواب	51
31	زنا بالجبر حرام نہیں	51
32	رحم کے معنی اور مصنف کے کلام پر تبصرہ	56
33	رحم کی بحث میں ذکر کی گئی حدیث پر تبصرہ	57
34	حدیث کا حرامہ سے تعلق نہیں	60
35	آیت حرامہ کا نزول تقاسیر کی روشنی میں	60
36	لَا قُوَّةَ إِلَّا بِالْحَيْفِ کی تشریح	63
37	رحم کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ	65
38	زنا کی حد و سورہ احزاب کے بعد اتریں	69
39	یہودیوں کو تورات کے حکم سے رحم حدیث سے ثابت ہے	75
40	بعض جروح میں قصاص نہیں	76
41	حاصل بحث	78
42	رحم سورہ نور کے بعد ہوا ہے	79
43	مسلمان زانی شیب کو قتل کرانا	81
44	رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں غیر شادی شدہ کو کوڑے اور شادی شدہ کو رجم اکٹھے نافذ تھے	82
45	آثار صحابہ سے رحم کا ثبوت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ	83

﴿ ح ﴾

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
14	کچھ تعزیرات کو حاکم معاف نہیں کر سکتا	24
15	تعزیر منصوص مشابہ حد ہے	24
16	حد اور تعزیر کے درمیان فرق	26
17	مصنف کے نزدیک زنا بالجبر کے لئے چار گواہ ضروری نہیں۔ اس کا جواب	28
18	مصنف کی بے سبکی دلیل کا جواب	31
19	حوالہ جات کا تعارض اور اختلاف	36
20	مصنف کی فلا بازی	37
21	ترجمہ قرآن میں مصنف کی صریح تحریف	39
22	زنا بالجبر کا ثبوت صرف عورت کے قول سے ہونے کیلئے مصنف کی پیش کردہ دلیل کا جواب	39
23	محدثین کے نزدیک روایت علقمہ بن وائل کی حیثیت	43
24	مذکورہ بالا روایت منقطع ہے	45
25	روایت مذکورہ صحیح السند نہیں	45
26	مذکورہ روایت معطل ہے	46
27	زیر غور روایت معطل ہے	48
28	فقہاء کے اقوال کی روشنی میں حدیث مذکورہ کا جائزہ	49
29	انقطاع باطنی کی تعریف	49

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
121	”الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ“ کی تفسیر سے ایک شبہ کا ازالہ	63
123	غیر محصنہ کو رجم: (ایک اور جھوٹا دعویٰ)	64
125	یہودی قاتل کو رجم کرنا ثابت نہیں	65
126	حد اور قصاص میں فرق	66
127	چوری کی حد میں رجم کا رد	67
127	حوالہ میں مصنف کی علمی خیانت	68
128	مصنف کا بے ربط استدلال	69
128	مصنف کا آخری دلائل جھوٹا حوالہ (کئی شادی شدہ ذمہ لے کر کوئی سزا نہیں دی گئی)	70
129	نتیجہ بحث	71
130	چار گواہ کیوں ضروری ہیں؟	72
130	فقہاء کا اختلاف اور نفاذ حد	73
131	کتاب و سنت معیار	74
132	پاکستان میں اکثریت کا مذہب اور جمہوریت کا تقاضا ہے	75
133	دستور کے دفعہ نمبر ۲۲ کو بھی تبدیل کیا جائے	76
134	گولی سے رجم جائز ہے	77
137	دفعہ ۲۲ میں ترمیم کی ضرورت	78

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
84	حضرت علی رضی اللہ عنہ	46
86	رجم تعزیری نہیں ہو سکتا	47
86	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	48
89	غیر مسلموں پر رجم (حنفیہ رعایت دیتے ہیں)	49
89	احادیث میں جرم زنا پر رجم حرام کی قسم سے نہیں ہے	50
91	کیا حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ عادی مجرم تھے؟	51
93	حضرت ماعز کے متعلق مصنف کے ذکر کردہ دلائل پر ایک نظر	52
94	قول سعید بن جبیر اور امام مسلم	53
97	مصنف کا (ماعز کے عادی مجرم ہونے کے بارے میں) جھوٹا حوالہ	54
102	مرجوم کے جنازہ کی نماز	55
103	مصنف کا ایک اور سفید جھوٹ (کہ ماعز بار بار پکڑے گئے)	56
109	مصنف عبدالرزاق کی روایت کا جائزہ	57
110	مسند احمد کی روایت کا جائزہ	58
113	عادی اور اتقائی جرم کی سزا	59
114	مصنف کے دیگر غلط حوالے	60
115	ابن جوزی کا حوالہ جھوٹا نکلا	61
120	زمخشری کا حوالہ جھوٹا نکلا	62

﴿ل﴾

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
93	آرڈیننس کے دفعہ نمبر 3 میں ترمیم	152
94	دونوں استثناء غلط ہیں	153
95	چار گواہوں میں سے ایک فاسق ہو تو حد جاری نہ ہوگی	154
96	مصنف کا تضاد	155
97	حنفیہ کے موقف کی وضاحت قرآن کی روشنی میں	156
98	مصنف کا دوسرا تضاد	158
--	گواہی	--
99	قاذف کی گواہی	159
100	قاذف اور فاسق کی گواہی کا رد کیوں؟	159
101	اعتراضات کا خلاصہ	159
102	گواہ کیلئے مسلمان ہونے کی شرط کیوں؟	160
103	حد سرقہ	161
104	انور شاہ کشمیری کی عبارت پر تبصرہ	163
105	پیش کردہ حدیث کا جواب	165
106	حد حرابہ	167
107	مصنف کی تضاد بیانی	167
108	مصنف کی ایک اور تضاد بیانی	169

﴿ک﴾

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
79	نفاذ حد ثمرات کی روشنی میں	138
80	طریقہ اندراج میں ترمیم ہونی چاہئے (حد زنا کا پرچہ کیسے درج ہو؟)	140
81	حد و آرڈیننس میں توبہ	141
82	مصنف کا ایک اور غلط حوالہ (مگر قاری اور پھر عدالتی کارروائی سے قبل توبہ سے حد ساقط ہے)	142
83	حد زنا سے غیر مسلموں کا استثناء	144
84	غیر مسلموں پر حد	144
85	دفعہ ۲۲۷ میں ترمیم کی جائے	145
86	زنا میں کوڑوں کی سزا	145
87	حد و میں بلوغ کی عمر	146
88	تترہ	148
89	جلد بازی کیوں؟	149
--	حد قذف	--
90	حد قذف کا دائرہ کار	149
91	مصنف کی تضاد بیانی	150
92	جھوٹا الزام لگانا مسیحی مردوں پر بھی ظلم ہے	151

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
194	عکس حوالہ نمبر 22	127
196	عکس حوالہ نمبر 23	128
197	عکس حوالہ نمبر 24, 25	129
198	عکس حوالہ نمبر 26, 27, 28, 29	130
199	عکس حوالہ نمبر 29	131
200	عکس حوالہ نمبر 30, 31	132
201	عکس حوالہ نمبر 31 (تفسیر ابن جریر) اور 32	133
202	عکس حوالہ نمبر 33, 34	134
203	عکس حوالہ نمبر 35, 36, 37	135
204	عکس حوالہ نمبر 37 (مسلم شریف) اور 38, 39, 40	136
205	عکس حوالہ نمبر 41, 42, 43, 44, 45	137
206	عکس حوالہ نمبر 46, 47, 48	138
207	عکس حوالہ نمبر 49, 50, 51	139
208	عکس حوالہ نمبر 52, 53, 54	140
209	عکس حوالہ نمبر 54, 55, 56	141
210	عکس حوالہ نمبر 57, 58, 59, 60	142
211	عکس حوالہ نمبر 61, 62	143

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
170	کیا فقہاء نے محار بہ صرف ڈاکے کو قرار دیا؟	109
171	جبر میں گواہوں کی ضرورت	110
172	حد سکر	111
173	استعمال نمر پر دی جانے والی سزا حد ہے یا تعزیر؟	113
178	حد شراب کا نفاذ اور سیدنا علیؑ	114
181	حضرت علیؑ پر مکذہ اعتراض کا جواب	115
182	ایک اور اعتراض کا جواب	116
184	عکس حوالہ نمبر 1, 2, 3	117
185	عکس حوالہ نمبر 4, 5, 6, 7	118
186	عکس حوالہ نمبر 8, 9, 10, 11	119
187	عکس حوالہ نمبر 12, 13, 14	120
188	عکس حوالہ نمبر 15 (بخاری و موطا امام مالک)	121
189	عکس حوالہ نمبر 15 (سنن کبریٰ) عکس حوالہ نمبر 16 (مسند احمد صفی)	122
190	عکس حوالہ نمبر 16 (سنن ابی داؤد) عکس حوالہ نمبر 17 (تقریب التہذیب)	123
191	عکس حوالہ نمبر 17 (تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال) نمبر 18	124
192	عکس حوالہ نمبر 19, 20	125
193	عکس حوالہ نمبر 21	126

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
 سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی الْاٰلِهٖ وَاصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اسلام میں حدود کا نفاذ بڑی اہمیت رکھتا ہے پاکستان میں اسلامی نظام کے علمبرداروں کی گروہ ”حنفی، یلوی، حنفی دیوبندی“ جو پاکستان کی واضح اکثریت ہیں۔ نفاذ حدود کے بارے میں دورائے نہیں رکھتے۔ بلکہ اسلامی احکام کے قائل باقی دونوں گروہ اہلحدیث اور شیعہ اثنا عشریہ بھی نفاذ حدود پر متفق ہیں۔ اگرچہ حدسرقہ کی کیفیت میں شیعہ علماء کا اختلاف ہے تاہم اصل حد کے نفاذ میں دورائے ہرگز نہیں۔ پاکستان میں علمی گروہ فقط یہی ہیں۔ مرزائی تو مسلمان ہی نہیں ہیں، رہے اسماعیلی اور دیگر یعقوبی نسطوری شیعہ فرقے تو انکی مسائل فقہ پر کوئی علمی کتاب موجود نہیں۔ جبکہ زیدی شیعہ یہاں پائے ہی نہیں جاتے۔ ہمارے علم کے مطابق پاکستان میں زیدی مسلک شیعہ کی ایک بھی مسجد یا مدرسہ موجود نہیں۔ اسکے باوجود نفاذ حدود میں انکا بھی کوئی اختلاف نہیں۔ علامہ شوکانی کی کتاب نیل الاوطار جو زیدی فقہ اور مذہب کا مفصل بیان کرتی ہے اس امر پر شاہد ہے۔ اسی طرح اہلسنت کے باقی تینوں مسلک مالکی، شافعی اور حنبلی بھی پاکستان میں نہیں پائے جاتے۔ اس لئے ہم نے ان کا نام نہیں لیا ورنہ نفاذ حدود کے بارے میں سارے متفق ہیں۔ کچھ جزوی کیس ایسے ضرور ہوتے ہیں کہ اصل حد کو لازم بہانے کے باوجود کسی خاص جزئی واقعہ میں کوئی مسلک حد کو حد کو لازم مانتا ہے اور کوئی دوسرا لازم نہیں مانتا۔ لیکن اس جزوی اختلاف کا حل یہ ہے کہ اگر کسی جزوی مسئلہ میں چاروں ائمہ کا متفقہ فیصلہ موجود ہے تو ملک کا قانون وہی

﴿ع﴾

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
212	عکس حوالہ نمبر 63, 64, 65, 66	144
213	عکس حوالہ نمبر 67, 68, 69	145
214	عکس حوالہ نمبر 70, 71, 72	146
215	عکس حوالہ نمبر 72 (ہدایہ اخیرین) 73, 74	147
216	عکس حوالہ نمبر 74 (فتاویٰ عالمگیری و فتح القدر) اور 75	148
217	عکس حوالہ نمبر 75 (فتاویٰ عالمگیری) اور 76, 77	149
218	عکس حوالہ نمبر 77, 78	150
221	عکس حوالہ نمبر 79, 80	151
222	عکس حوالہ نمبر 80 (فتاویٰ عالمگیری و فتح القدر) اور 81	152
223	عکس حوالہ نمبر 82, 83, 84	153
224	عکس حوالہ نمبر 85, 86, 87	153
225	عکس حوالہ نمبر 88, 89, 90	154
226	عکس حوالہ نمبر 91, 92	155



ہونا چاہیے۔ اگر اس میں شیعہ یا اہل حدیث حضرات کا اختلاف ہے تو اس سلسلے میں ایران اور سعودی عرب کے طریقہ کو سامنے رکھتے ہوئے مذہبی اکثریت کے قانون کو نافذ سمجھا جائے یا اگر یہ ممکن نہیں تو ان کے مجرموں کیلئے ان کا قانون نافذ کیا جائے۔

اسی طرح اگر کسی مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے تو قانون یہاں کی اکثریت (حیضوں) کے مفتی بہ قول پر ہونا چاہیے اس لئے کہ دوسرے تینوں مذاہب یہاں نہیں پائے جاتے اور علمائے حنفیہ کے ہاں جو قول مفتی بہ نہ ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتا۔

ہاں میں نے پرویزی اور چکڑالوی مذاہب کا بیان نہیں کیا۔ اس لئے کہ چکڑالوی فقہ پر کوئی مدونہ کتاب موجود نہیں، پھر ملک میں انکی تعداد آٹے میں بال سے بھی کم ہے۔ رہے پرویزی تو نہ صرف یہ کہ انکی فقہ کی کوئی جدا گانہ کتاب نہیں بلکہ پرویز تو خدا کا منکر ہے، اسکے نزدیک خدا کا علیحدہ سے کوئی وجود نہیں بلکہ بدلتا ہوا حکومتی ڈھانچہ ہی خدا کا روپ ہے۔

ملاحظہ ہو نظام ربو بیت ص ۸۶ (مطبوعہ ”ادارہ طلوع اسلام کراچی“)

آدم برسر مطلب:

میرے پیش نظر ایک کتاب ہے جس کا نام ”حدود آرڈیننس کتاب و سنت کی روشنی میں“ ہے اس کتاب میں حدود آرڈیننس پر تنقید کی گئی ہے ہم نے اس کتاب پر تبصرہ کرتا ہے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ ہم نہ تو ۱۹۷۹ء میں قائم حکومت کی نمائندگی کر رہے ہیں اور نہ ہی ”عورت فاؤنڈیشن“ کی، جس کے خرچے پر یہ کتاب چھاپی گئی ہے۔ ویسے تو مذکورہ بالا کتاب کے مصنف نے بھی غیر جانبداری کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن اسکی کتاب کو غور سے پڑھنے کے بعد یہ دعویٰ محض لفظوں کی حد تک پورا ہوتا نظر آتا ہے۔ تاہم آپ دیکھیں گے کہ ہم ان دونوں طرفوں (اس کتاب اور سابقہ حکومت کی

دستوری دفعات) سے آزاد رہ کر اپنا نقطہ نظر پیش کریں گے۔ لیکن ہم یہ تصور نہیں کر سکتے کہ ہم اسلامی شریعت سے غیر جانبدار ہو جائیں۔

ابتدا کے لئے ہم مصنف کے باب ششم کو سامنے رکھتے ہیں جسے ”نتائج بحث“ کا نام دیا گیا ہے۔

نوٹ:

کتاب مذکور کی عبارت کو ہم ”مصنف“ کے عنوان سے لکھیں گے اور ہمارا جواب ”تبصرہ“ کے عنوان سے ہوگا۔

مصنف:

”حدود آرڈیننس میں حدود و تعزیرات کو یکجا کر کے الہامی قانون اور انسانی قانون میں برابری پیدا کر دی گئی۔“ (حدود آرڈیننس کتاب و سنت کی روشنی میں ص ۲۳۵ باب ششم)

تبصرہ:

جس طرح حدود و تعزیرات سے متعین ہوتے ہیں اسی طرح حکومت کو تعزیرات کے نفاذ کی اجازت بھی وحی نے دی ہے اس طرح اگر انہیں ایک جگہ رکھ دیا گیا تو اس سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ خرابی جب ہوتی کہ تعزیرات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ قانون قرار دیا جاتا اور جب ایسا نہیں ہوا تو محض قانون کی کتاب میں ایک ورق میں لکھ دینے سے برابری نہیں ہوتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ حدود کو الہامی قانون کہنا غلط ہے۔ اصطلاح میں قرآن مجید کو وحی جلی اور حدیث کو وحی خفی کہتے ہیں۔ جبکہ الہام ان خیالات کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ غیر نبی کو اس طرح سے بتاتا ہے کہ وہ بتانا وحی کی وضاحت سے کمتر ہوتا ہے۔ اس طرح تعزیرات اور حدود دونوں اسلامی قانون

ہوتے ہیں۔ ماسوائے اسکے کہ حد اس سزا کو کہتے ہیں جو اسلام میں فی الجملہ متعین قرار دی گئی ہو۔ قطع نظر اس سے کہ متعینہ مقدار میں علماء کا کوئی اختلاف ہے یا نہیں۔ تاہم کسی کے نزدیک مجوزہ مقدار میں کمی یا بیشی کی اجازت نہیں۔

اور عام تعزیر وہ سزا ہے جسکی تعیین میں کمی بیشی کا اختیار شارع نے حکومت کو دیا ہو لیکن اس کے نفاذ کی اجازت بھی شریعت نے سربراہ حکومت کو دی ہو۔ لہذا انہیں انسانی قوانین کہہ کر اسلام سے الگ تھلگ سمجھنا صحیح نہیں۔ خود مصنف نے بھی یہ تسلیم کیا ہے۔ ص ۵۵ پر لکھتے ہیں کہ.....

مصنف:

”امر واقعہ یہ ہے کہ تمدن کے ارتقاء کے ساتھ جرائم کی نوعیت اور کیفیت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہ بات ناممکن ہے کہ پہلے سے ہر قسم کے جرائم کی فہرست تیار کر کے انکی سزائیں مقرر کر دی جائیں انسانی ذہن نت نئے جرائم کا اختراع کرتا ہے اس لئے ضروری تھا کہ ان جرائم کی روک تھام اور ان پر سزا دینے کیلئے اسلامی شریعت کوئی ایسا ضابطہ تیار کرتی جو ہر طرح کے حالات میں اور ہمیشہ کیلئے قانون جرم و سزا کو مؤثر اور فعال بنانے کا ضامن ہوتا اس ضرورت کے تحت شریعت اسلامیہ نے تعزیر مقرر کی ہے جو مقصد کے اعتبار سے شرعی حدود سے ہم آہنگ ہے۔“

(حدود آرڈیننس ص ۵۵ باب اول)

مصنف کی اس تصریح سے ثابت ہو گیا کہ تعزیرات انسانی نہیں بلکہ شرعی اور اسلامی قوانین ہیں۔ لہذا اب ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ”انہیں خدائی

قوانین کا درجہ دے دیا گیا جو بلاشبہ اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ سے بغاوت کے مترادف ہے“ (دیکھئے صفحہ نمبر ۲۲ باب ششم نتائج بحث) یہ مصنف کے فکری تضاد اور کج نظری کے سوا کچھ نہیں۔

اس مقام پر مصنف کا ایک اور فکری تضاد بھی ناظرین کے سامنے رہے لکھتے ہیں کہ.....

مصنف:

”حد اور تعزیر میں بنیادی فرق یہی ہے کہ حد میں سزا کی مقدار کا تعیین شارع نے کر دیا ہے جبکہ تعزیر میں سزا کی مقدار کا تعیین حاکم (مقتدہ عدلیہ) پر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ وہ جرم کی نوعیت اور جرم کی کیفیت اور حالات کے پیش نظر سزا کا تعیین کرے“

(ص ۵۴ باب اول حدود آرڈیننس)

لیکن صفحہ نمبر ۱۳ پر اسی کتاب میں ہے کہ

مصنف:

”حدود دراصل آخری درجے کے جرائم پر آخری درجے کی یا زیادہ سے زیادہ سزائیں ہیں..... عدلیہ کو مجرم کی حالت کے پیش نظر سزا کی کمیت اور کیفیت میں تخفیف کا اختیار ہے“

(صفحہ نمبر ۱۳ حدود آرڈیننس باب اول)

دونوں عبارتوں کو ملائیں تو پتہ چلتا ہے کہ مصنف حدود میں کمی کرنے کا اختیار جج کو عطا فرما رہے ہیں لیکن صفحہ نمبر ۵۴ کی عبارت کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حد کی مقدار

بیزار ہو چکی ہے یا جن قوانین کو ہم نے خدائی قوانین کے نام سے نافذ کر دیا ہے ان میں کہیں کوئی خرابی یا کمی رہ گئی ہے جس کی بناء پر مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوئے“ (حدود آرڈیننس پیش لفظ ص ix)

بلکہ اس سے چند سطر پہلے لکھتے ہیں!

”انسانوں کے لئے قوانین حیات مقرر کرنا اسی کا اختیار رکھی ہے اس کا قانون عدل بے گناہ افراد میں اطمینان خاطر پیدا کرتا ہے اور بڑے جرائم پر اس کی مقرر کردہ سخت سزائیں مجرموں کو ارتکاب جرم سے روکنے، انہیں کیفر کردار تک پہنچانے اور دوسرے افراد کے لئے عبرت و موعظت کا سامان مہیا کرنے کا باعث ہیں“ (حدود آرڈیننس، پیش لفظ ص ix)

دیکھئے! پیش لفظ میں مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حدیں مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا باعث ہیں اور یہ کہ حدود کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یعنی اس نے ان میں کمی کا اختیار بھی کسی کو نہیں دیا لیکن آگے چل کر وہ تضاد بیانی کے بغیر نہیں رہ سکے اور یہ کہنے لگے کہ حدود میں کمی کا اختیار مُقننہ بلکہ عدلیہ کو بھی حاصل ہے یعنی جج کو راضی کر لیا جائے تو پھر حد کو مکمل طور پر ختم کر کے صرف ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفاء کر لیں تو حد نافذ ہو گئی۔

یہ ہے وہ اسلامی قانون جس کا نفاذ مصنف کرانا چاہتے ہیں تاکہ پاکستان میں بڑے جرائم کا نام و نشان بھی نہ رہے۔ کیا اسی طرح بڑے جرائم مٹیں گے۔ اور کیا اسی طرح معاشرہ سدھرے گا؟ مناسب ہوگا کہ مصنف کی اس بات کی تردید کر دی جائے کہ ”حد میں بڑھایا تو نہیں جاسکتا گھٹایا جاسکتا ہے“ جیسا کہ مصنف کی کتاب

متعین ہے جس میں کمی نا جائز ہے جبکہ تعزیر کی مقدار کا تعین حاکم پر چھوڑا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کتاب ”حدود آرڈیننس“ کے مصنف کو یہ معلوم نہیں کہ حد اور تعزیر میں جو ہری فرق کیا ہے، بھی وہ حد کو تعزیر بنا دیتے ہیں اور کبھی تعزیر کو حد۔ اگر اس بارے میں کوئی شبہ ہو تو کتاب حدود آرڈیننس ملاحظہ ہو۔

مصنف:

”اس لئے حدود کی تعریف میں اس امر پر اصرار کرنا کہ یہ ایسی سزا ہے جس میں کمی بیشی کا کسی کو کوئی اختیار نہیں درست نہیں ہے بلکہ حد کا مفہوم یہ ہے کہ یہ وہ زیادہ سے زیادہ سزا ہے جو کسی بھی تک جرم کے ارتکاب پر دی جاسکتی ہے“
(حدود آرڈیننس ص ۱۱۱۱)

تبصرہ:

واضح ہوا کہ مصنف کے نزدیک حد میں بھی کمی کی جاسکتی ہے۔ لیکن بڑھایا نہیں جاسکتا۔ تو اس طرح اگر حد کو بالکل معمولی بلکہ ختم بھی کر دیا جائے تو مصنف صاحب کے منشا کے عین مطابق ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود پیش لفظ میں کتنی عجیب بات کہتے ہیں ملاحظہ فرمائیے.....

”لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ کے بعد معاشرے سے جو Feed Back ملتی ہے وہ کسی طرح حوصلہ افزا نہیں ہے اس لئے اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کیا معاذ اللہ خدائی قوانین اپنی تاثیر کھو چکے ہیں یا پاکستانی قوم قوانین الہی سے

کے ص ۱۱۱ اور ص ۱۳۱ باب اول کی عبارتیں گزر چکی ہیں۔

اس بارے میں عرض کرونگا کہ یہ بات قرآن مجید، احادیث شریفہ اور صحابہ کرام کے اجماع اور فقہاء کے اجماع کے خلاف ہے۔ اگر مصنف اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو مذکورہ بالا چاروں دلائل سے اپنی بات کو ثابت کرتے لیکن انہوں نے اس امر پر ایک بھی دلیل نہیں دی اس سے ثابت ہوا کہ مصنف کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف قرآن مجید میں زنا پر کوڑوں کی سزا کے بارے میں فرمایا ”وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ“ ان کو عذاب دینے کے وقت مؤمنین کا ایک گروہ وہاں حاضر گواہ ہو۔ سو (100) کوڑوں کی سزا کو یہاں عذاب کہا گیا اگر ایک دو کوڑے سزا دی جائے تو وہ عذاب ہی نہیں ہوتا۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سو کوڑے متعین کئے ہیں، رسول کریم ﷺ نے غیر محسن کو سو کوڑے ہی لگوائے۔ صحابہ کرام سے لیکر بعد کے تمام اُردوار میں امت سو ہی کوڑے لگواتی آئی۔ چاروں فقہاء سو ہی کوڑوں کے قائل ہیں۔ اسی طرح چوری کی حد میں ارشاد باری ہے ”چور مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ اللہ کی طرف سے عبرت ہے“ یہاں اللہ تعالیٰ نے اسے نشان عبرت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ میں کمی جائز نہیں بندوں کو حق نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ مقدار میں کمی کریں سوائے اس بندے کے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام میں شرح و نسخ یا تعیم و تخصیص کا اختیار بخشا ہو جو اللہ کا رسول ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اسے عبرت قرار دیا ہے۔ لہذا یہ کہنا بھی اللہ تعالیٰ سے بخاوت ہے کہ اس مقدار میں کمی کی جاسکتی ہے۔

حراہہ کی عقوبت مختلف جرائم کے مطابق قتل، پھانسی کے ذریعہ موت، ہاتھ

پاؤں آمنے سامنے سے کاٹنا اور قید کرنا رکھی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حراہہ میں ڈاکوؤں نے صرف مال لیا ہے، قتل وغیرہ کچھ نہیں کیا۔ تو ان میں سے کسی ایک کا ہاتھ کاٹ دو یعنی جس نے لیا ہو۔ یا اس طرح کی کوئی اور رعایت کی بات کرے تو وہ رد کر دی جائے گی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمائی ہوئی عقوبت میں ہم بندوں کو کمی کا اختیار دے کر باغی قرار پائیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے چوری ثابت ہونے پر چور کے ہاتھ کٹوائے۔ (بخاری ص ۱۰۰۳ ج ۲ طبع کراچی) (2)

یہاں تک کہ ایک شخص نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میری تیس درہم کی مثال کی وجہ سے چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ میں اسے یہ مثال (قیمت یا بلا قیمت) دیتا ہوں تو آپ ﷺ نے باوجود رحمۃ للعالمین ہونے کے اس کی حد میں کمی نہیں فرمائی اور چور کے ہاتھ کٹوائیے اور یہ فرمایا فَهَلَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَأْتِنِي بِهِ تَوَيْسًا كَيْون نہ ہوا کہ یہ (تمہارا اسے دینا) میرے پاس اسے لانے سے قبل ہوتا۔

(ابوداؤد ص ۲۳۷ جلد ۲ باب فِيمَنْ سَرَقَ مِنْ حِزْبِ) (3)

اگر کمی کی گنجائش ہوتی تو مالک کے معاف کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ فرمانے کے زیادہ حقدار تھے۔ ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے حد میں کمی کرنے کی اجازت نہیں دی۔ صحابہ کرام نے بعد میں ہمیشہ چور کے ہاتھ کٹوائے کوئی ایک روایت ایسی نہیں کہ حد کی شرائط کے ثابت ہونے کے بعد چور کو دو چار کوڑے لگوا کر چھوڑ دیا گیا ہو۔

فقہاء کرام نے اپنی حد کی تعریف میں کہیں یہ نہیں کہا کہ ”حد زیادہ سے زیادہ سزا کا نام ہے“ بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ ”أَلْحَدُ فِي الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنِ عَقُوبَةِ مُقَدَّرَةٍ وَاجِبَةٍ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى عَزَّ شَانُهُ بِخِلَافِ التَّعْزِيرِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بِمُقَدَّرٍ“

گاڑی کا ایک پہیہ ہو کر بھی مغربی اقدار سے متاثر خواتین کا یہ گروہ بڑا پریشان ہے۔ اور ”عورت فاؤنڈیشن“ کے نام سے اس نے یہ کتاب چھاپی ہے تاکہ کسی طرح ان قوانین سے اس صنف کی گلو خلاصی کرائی جائے۔ جسے قرآن نے کوڑوں کی حد کے بیان میں پہلے ذکر کیا ہے۔ فرماتا ہے ”زانی عورت اور زانی مردان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ! اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قانون کو نافذ کرنے کے دوران ان کے بارے میں کوئی رحم دلی اور رقیق القلبی اپنی گرفت میں نہ لے (کہ کہیں تم ان پر نفاذ حد سے رک جاؤ) اور جب انہیں (سخت سزا کا) یہ عذاب دیا جا رہا ہو تو ایمان داروں کا ایک گروہ ان پر حاضر رہے“

(پارہ نمبر ۱۸ سورہ نور آیت نمبر ۲)

قرآن حکیم کا یہ حکم واضح کر رہا ہے کہ جس طرح مرد پر زنا کی اس حد کا نفاذ ضروری ہے اسی طرح عورت پر بھی بلکہ مرد کی سزا سے بھی عورت کو یہ سزا زیادہ اہم ہے۔ اور دوسری وضاحت یہ ہے کہ اسے کم کر کے ایک دو کوڑے یا جو تے یا تھپڑ نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ ایک مقررہ حد ہے تاکہ یہ عقوبت مجرم کے لئے عذاب بن جائے۔

ہم نہیں جانتے کہ پورے پاکستان میں جو زنا کے مجرم مرد و عورت پکڑے گئے ہیں تو ان میں رجم تو ایک طرف کسی کو کوڑے بھی کہیں برس عام لگے ہیں۔ جب قرآنی منشا کے مطابق سزا دینے سے مصلحتیں آڑے آجائیں تو نتیجہ کیسے ظاہر ہوگا؟ تاہم پھر بھی جرائم کی تعداد کا فرق ہے اگر زنا پر پابندی اٹھائی جائے تو پھر فرق سامنے آئے گا۔ ایوب خان کے دور میں محمود علی قصوری وکیل نے ہائیکورٹ میں یہ نقطہ اٹھایا تھا کہ پاکستان کے قانون میں صرف زنا بالجبر کی سزا مقرر ہے زنا بالرضا نہ جرم ہے نہ اس کی سزا مقرر ہے۔ کہیں مصنف ”حدود آرڈیننس“ اور ان کے سرپرست (فاؤنڈیشن) حدود اسلامیہ کو واپس لے کر وہی سابق قانون تو واپس لانا نہیں چاہتے؟

(بدائع الصنائع ص ۳۳ ج ۷) (4) یعنی شرع میں حد اس ضروری عقوبت کا نام ہے جس کی مقدار اللہ کے حق کے طور پر مقرر ہو۔ بخلاف تعزیر کے کہ اللہ تعالیٰ کے حق کے طور سے اسکی کوئی مقدار مقرر نہیں ہوتی۔

ثابت ہوا کہ حد کی جو مقدار بیان کی گئی ہے فقہاء کے نزدیک اسی کا نفاذ واجب ہے جبکہ عام تعزیر میں کوئی مقدار واجب نہیں ہوتی بلکہ اگر کسی تعزیری سزا میں کوئی مقررہ مقدار بطور وجوب مخصوص ہو جائے تو وہ تعزیر نہیں رہے گی بلکہ ”تعزیر مشابہ بالجحد“ ہو جائیگی۔ (رد المحتار ص ۲۰۵ ملخصاً) (5)

اس لئے مصنف کا یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے کہ حد (وہ ہے جسکی زیادہ سے زیادہ مقدار متعین ہو لیکن اس) میں کمی کی جاسکتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ مصنف کو ہدایت دے) رہا مصنف کا یہ تعجب کہ مطلوبہ نتائج کیوں حاصل نہیں ہوئے۔ تو میں عرض کروں گا کہ خدائی قوانین نے اپنی تاثیر نہیں کھوئی۔ وہ اپنا کام کر رہے ہیں دیکھیے! مصنف نے خود لکھا ہے.....

مصنف:

”امر واقعہ یہ ہے کہ تمدن کے ارتقاء کے ساتھ جرائم کی

نوعیت اور کیفیت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے“

(حدود آرڈیننس ص ۵۵ باب اول حدود اور تعزیرات)

مصنف نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ تمدن کا ارتقاء جرائم کی نوعیت اور کیفیت کو بڑھاتا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ جرائم کی نوعیت اور کیفیت کے علاوہ جرائم کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا ہے جسے کیت سے تعبیر کرتے ہیں کوئی مانے یا نہ مانے اس اضافہ میں واقعتاً ان قوانین کے نفاذ نے رکاوٹ ڈالی ہوئی ہے۔ اسی لئے نسل انسانی کی

مصنف کے اس قول سے کہ ”حدودہ سزا ہے جسے بڑھایا نہیں جاسکتا“ پتا چلتا ہے کہ تعزیر کو بڑھایا جاسکتا ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ تعزیر کو بھی نہیں بڑھایا جاسکتا تو پھر مصنف کی بیان کردہ حد کی تعریف خود مصنف ہی کے نزدیک صحیح نہ ہوئی۔ اور اگر بڑھایا جاسکتا ہے تو پھر مصنف صاحب یہ کیوں شور مچا رہے ہیں کہ تعزیری سزائیں سخت ہیں۔

مصنف:

”مزید برآں حدود آرڈیننس صرف حدود ہی پر مشتمل نہیں بلکہ اس کا بڑا حصہ تعزیرات سے متعلق ہے جو خدائی قوانین نہیں بلکہ انسانی قوانین ہیں۔ اس لئے ان قوانین کو بعینہ جاری رکھنا خدائی قوانین کے نام پر انسانوں کے بنائے ہوئے غیر منصفانہ قوانین کو جاری رکھنا ہے“
(حدود آرڈیننس ص ۲۴۶ باب ششم، نتائج بحث)

تبصرہ:

مصنف کو کتاب چھاپنے والوں کی رضا جوئی مطلوب ہے انہیں اس سے کیا کہ وہ ص ۵۵ پر یہ لکھ آئے ہیں کہ شریعت اسلامیہ نے تعزیر مقرر کی ہے۔ اور آگے یہ بھی لکھا ہے کہ تعزیر کا تعین نہیں کیا بلکہ مقتنہ یا عدلیہ کو اختیار ہوتا ہے کہ جرم کی مناسبت سے نصیحت سے لے کر سزائے قید تک کوئی بھی سزا دے سکتی ہے۔ (ایضاً ص ۵۶)

حیرت ہے کہ مصنف کے قول کے مطابق جو تعزیرات اور سزائے قید بلکہ دس کوڑے بھی شریعت کے دیئے ہوئے اختیار سے حکومت نافذ کر سکتی تھی انہیں مصنف نے ص ۲۴۶ پر خلاصے میں خدائی قوانین کے نام پر انسانوں کے بنائے

ہوئے غیر منصفانہ قوانین کیسے قرار دے دیا؟
حدود آرڈیننس اور دوسرے قوانین کا رابطہ:
مصنف:

”حدود آرڈیننس کی تشکیل کے وقت دوسرے قوانین سے اس کے ربط و تعلق کا مکمل مطالعہ نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے قوانین میں تضاد پیدا ہو گئے۔ مثال کے طور پر اگر ایک خاتون کو اس کے شوہر نے زبانی طلاق دے دی اور اس کے لئے وہ تمام تقاضے پورے نہیں کئے جو مسلم فیملی لاز آرڈیننس کے تحت ضروری ہیں۔ تو علماء اس امر پر متفق ہیں کہ خاتون کو طلاق ہو جائے گی، وہ کسی دوسرے فرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ جبکہ ملکی قوانین کی رو سے وہ خاتون بدستور اپنے پہلے شوہر کی بیوی سمجھی جائے گی۔ اس نوعیت کے سینکڑوں واقعات ہمارے ملک میں ہوئے ہیں جن میں پہلے شوہروں نے اپنی سابقہ بیویوں اور ان کے نئے شوہروں کے خلاف حدود آرڈیننس کے تحت مقدمات رجسٹرڈ کروا کر ان کی زندگی عذاب کر دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں کوئی عالم دین اس امر کا قائل نہیں کہ زبانی طلاق مؤثر نہیں اور ایسی عورت کا نکاح کرنا یا اس سے نکاح کرنا کوئی جرم ہے۔ لیکن مسلم فیملی لاز کے تحت وہ پہلے شوہر کی منکوحہ

مجھی جاتی ہے اور حدود آرڈیننس کے حوالے سے دوسرے مرد کے ساتھ اس کے تعلقات غیر قانونی ہیں لہذا دونوں میاں بیوی سزا کے مستحق ہوں گے۔ دونوں قوانین کے باہمی تعلق کو نظر انداز کرنے سے یہ خرابی پیدا ہوئی جو سینکڑوں بے گناہ افراد بالخصوص خواتین پر ظلم کے پہاڑ توڑ گئی۔

(حدود آرڈیننس ص ۲۳۶ باب ششم)

تبصرہ:

عالمی قانون کی خرابی

پوری غیر جانبداری کے ساتھ ہم یہ عرض کریں گے کہ مصنف کی یہ بات یقیناً درست ہے کہ حدود آرڈیننس کے ساتھ عالمی قانون (مسلم فیملی لاز آرڈیننس) کے ربط کا خیال نہیں رکھا گیا لیکن یہ خرابی تو عالمی قانون کی ہے نہ کہ حدود آرڈیننس کی۔ اس لئے تبدیل عالمی قانون کو ہونا چاہئے نہ کہ حدود آرڈیننس کو۔ مصنف کا اس امر کو حدود آرڈیننس کی خرابی بتانا آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔

یاد رہے کہ عالمی آرڈیننس ایک ڈکٹیٹر نے غیر جمہوری طریقہ سے محض آزاد خیال عورتوں کے دباؤ پر جاری کیا پھر جب شرعی قوانین کی طرف پیش رفت ہوئی تو انہیں آزاد خیال چند عورتوں نے جن کی پشت پر غیر مسلم ممالک ہوتے ہیں دباؤ ڈالا تو حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ اعلیٰ عدالتیں اور اسلامی نظریاتی کونسل ہر قانونی دفعہ کو چیک کر سکتے ہیں کہ وہ اسلام کے مطابق ہے یا نہیں۔ لیکن عالمی آرڈیننس پر غور

کرنے کا کسی ادارے کو اختیار نہیں اور اب تک یہی بات چلی آرہی ہے۔ اگر مصنف اندر سے کچھ اور ماہر سے کچھ اور نہیں۔ تو انہیں چاہئے کہ عالمی آرڈیننس کو اسلام کے مطابق بنانے کے لئے اپنی سرپرست عورتوں سے جو عورت فاؤنڈیشن کو چلا رہی ہیں (جس نے مصنف کی کتاب چھاپی ہے) یہ مطالبہ کرائیں کہ حکومت عالمی آرڈیننس پر نئے سرے سے اسلام کی روشنی میں غور کرائے اور اس میں ترمیم کرنے کی اجازت دے۔ تو وہ ساری عورتیں جن کے لئے مصنف فریاد کر رہے ہیں اس عذاب سے نجات پائیں گی۔ ورنہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ خرابی کی جڑ کو باقی رکھا جا رہا ہے اور شاخیں کاٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

علاوہ ازیں مصنف نے یہاں تمام علماء کے قول کا جو اتفاق ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے لیکن سوال یہ ہے کہ پھر اس قانون کو اسلامی قانون کا نام کس نے دیا؟ کیا وہ لوگ عالم تھے یقیناً نہیں تھے۔ ہاں وہ کسی برطانوی یونیورسٹی سے پی، ایچ، ڈی کرنے والے ڈاکٹر ہو سکتے تھے اور یہی ہم کہتے ہیں کہ پی، ایچ، ڈی کرنے والے ڈاکٹروں سے اسلام مت پوچھو بلکہ علماء سے پوچھو اور اس پر ایک اضافہ اور بھی کہ یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ ہر ایک مسئلہ میں علماء کا اتفاق مشکل ہوتا ہے۔ پس جن مسائل میں اختلاف پایا جائے۔ وہاں ڈکٹیٹر شپ کو ایک طرف رکھتے ہوئے اکثریتی طبقہ علماء یعنی حنفی اکثریت کے مطابق قانون بنایا جائے۔

مصنف کا حدود آرڈیننس پر ایک اور اعتراض

”مذکورہ بالا بے گناہ افراد کے حدود آرڈیننس کی زد میں آنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ علماء کرام اور قانونی ماہرین اس امر سے آگاہ ہیں کہ نکاح کی تین اقسام

حرمت کا علم نہ ہو۔ بلکہ مہر دینا پڑے گا۔ اگر انہیں حرمت کا علم تھا تو پھر انہیں سخت تعزیری سزا دی جائے گی، لیکن آگے چل کر ص ۱۰۹ پر لکھتے ہیں کہ ”جمہور فقہاء اور حنفیہ میں سے صاحبین کی رائے یہ ہے کہ ایسا جوڑا نکاح کی حرمت سے واقف ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی“

مصنف کا تضاد ملاحظہ فرمائیے کہ ایک طرف تو وہ یہ لکھتے ہیں کہ ہم نے امکان بھرسٹی کی ہے کہ اپنے مطالعہ کو کتاب وسنت اور فقہاء اسلام کے متفق علیہ اقوال کی روشنی میں مدون کریں۔ (پیش لفظ ص xi) دوسری طرف وہ اختلافی قول پر اپنی عمارت کی بنیاد بھی رکھ رہے ہیں۔ انہیں چاہئے تھا کہ وہ سب سے پہلے کتاب اللہ کا حوالہ دیتے جس میں یہ ہوتا کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد موافقت پر کوئی حد نہیں۔ پھر حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پیش کرتے پھر اقوال صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پیش کرتے اور پھر اتفاق فقہاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) پیش کرتے۔ لیکن یہاں ص ۱۰۲ تا ص ۱۰۸ بلکہ آگے تک چلے جائیں ان چاروں چیزوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں پائی گئی یہ مصنف کی سین زوری کہیں کہ وہ بغیر دلیل کے یہ بات کہہ رہا ہے۔ جبکہ اس کے اپنے مسلمہ دلائل میں سے کوئی بھی دلیل اس کا ساتھ نہیں دے رہی۔ (اللہ تعالیٰ ہدایت دے)

اس کے بعد مصنف نے سب سے پہلے جو عنوان لگایا ہے وہ حنفیہ کے مذہب کا بیان ہے۔ جبکہ نیچے جو بیان کیا ہے وہ امام ابوحنیفہ کے اقوال میں سے ایک قول تو کہا جاسکتا ہے حنفیہ کا مذہب نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے کہ ص ۱۰۹ کے آخر میں مصنف نے تسلیم کیا ہے کہ حنفیہ میں صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ اگر ایسا جوڑا نکاح کی حرمت سے واقف ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ تو پھر سارے حنفیہ ایک جیسے تو نہ ہوئے۔ لہذا اس میں مصنف کا تضاد ثابت ہوا خود

ہیں۔ صحیح، فاسد اور باطل۔ ان کی تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی قسم کا نکاح بھی اگر مرد عورت کے درمیان موجود ہے تو ان کو حدود کے تحت سزا نہیں دی جاسکتی۔ جب کہ حدود آرڈیننس کے تحت نکاح فاسد اور نکاح باطل میں مرد اور عورت کو حد کی سزا ہو جائے گی۔ جو اسلامی قانون کے خلاف ہے۔
(حدود آرڈیننس ص ۲۳۶ باب ششم)

تبصرہ:

مصنف کا یہ کہنا کہ نکاح کی تینوں قسموں صحیح، فاسد، اور باطل میں سے کسی ایک قسم کے ہوتے ہوئے حدود کے تحت سزا نہیں دی جاسکتی ہے یہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں۔ مصنف نے اس سلسلے میں ص ۱۰۲ تا ص ۱۰۸ کا حوالہ دیا ہے ہم نے اس کا صفحہ نمبر ۱۰۲، ص ۱۰۵، ص ۱۰۶، ص ۱۰۷ تک پڑھا ہے اس میں مصنف نے کوئی ایسا حوالہ نہیں دیا۔ جس میں نکاح باطل بلکہ فاسد پر حد کو دفع کیا گیا ہو۔ البتہ ص ۱۰۷ کی بالکل آخری سطر کے آخری تہائی میں یہ بات شروع ہوئی ہے کہ فقہاء کے درمیان اختلافات ہیں کہ کونسا شبہ ایسا ہے جس سے حد ساقط ہو جاتی ہے، یہی ص ۱۰۸ پر ہے جس پر شاید مصنف یہ کہیں کہ انہوں نے کوئی دلیل دی ہے۔

اس سلسلے میں مصنف نے عقد نکاح میں شبہ کا عنوان لگایا ہے۔ مصنف کے خیال میں یہ حنفیہ کے نزدیک شبہ کی قسم ہے۔ جس کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ”جس نکاح کی حرمت پر تمام امت متفق ہو یعنی وہ عورتیں نسبی، رضاعی یا سرالی رشتے کے باعث حرام ہوں تو ان سے جماع پر امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، اور زفر (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے نزدیک حد جاری نہیں ہوگی بشرطیکہ انہیں اس کی

مصنف کو بھی اس بات کا پتہ چل گیا کہ یہ تضاد ہے اس لئے ص ۱۱۰ پر لکھا کہ یہ اختلاف ان صورتوں سے متعلق ہے جن میں نکاح دائمی طور پر حرام ہے البتہ اس مسئلہ میں حنفیہ کے ہاں فتویٰ امام ابوحنیفہ کے قول پر ہے (حدود آرزوینس ص ۱۱۰)

مصنف کی یہ بات معقول ہوتی اگر وہ یہ ثابت کر دیتے کہ تمام حنفیہ کے ہاں فتویٰ امام ابوحنیفہ کے اس قول پر ہے کہ حرمت ابدیہ والی سے نکاح کے بعد قربت زوجیت پر حد نہیں۔ لیکن انہوں نے اسے ثابت نہیں کیا۔ بلکہ اس کے برعکس حنفیہ کی کسی کتاب کا بھی حوالہ نہیں دیا۔ میں حیران ہوں کہ مصنف کی اس کاوش کو کیا نام دوں؟

میری گزارش یہ ہے کہ یہاں تین امور ہیں۔ پہلا یہ کہ امام ابوحنیفہ کے کتنے قول ہیں دوسرا یہ کہ حنفیہ کا فتویٰ صاحبین کے ارشاد پر ہے یا نہیں۔ تیسرا یہ کہ امام ابوحنیفہ سے جو تعزیر کا قول نقل کیا گیا اس کا مطلب مصنف نے غلط سمجھا ہے یا صحیح؟

امراؤل:

پہلی بات یہ ہے کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ بھی امام ابوحنیفہ ہی کا قول ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ امام ابوحنیفہ کے کسی دوسرے قول کے مطابق نہ ہو۔ دوبارہ کہوں گا کہ وہ ہوتا امام ابوحنیفہ ہی کا قول ہے۔ لہذا اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ کا دوسرا قول یہی قرار پایا کہ بشرط علم حرمت ایسے جوڑے کو حد لگنی چاہئے۔

کتاب دُرر سے علامہ ابن عابدین محمد امین شامی ردالمحتار میں ناقل ہیں۔

”إِذَا حَكَّمَ الْحَنَفِيُّ بِمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ أَبُو يُوسُفَ

أَوْ مُحَمَّدًا أَوْ نَحْوَهُمَا مِنْ أَصْحَابِ الْإِمَامِ

فَلَيْسَ حُكْمًا بِخِلَافِ رَأْيِهِ اهـ

(ردالمحتار علی درمختار ص ۳۰۹ جلد ۳ طبع کوئٹہ) (6)

”یعنی جب کوئی حنفی قاضی، امام ابو یوسف یا امام محمد یا ان جیسے کسی اور سے جو امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے ہو اس کے مذہب پر فیصلہ دے تو وہ فیصلہ امام ابوحنیفہ کی رائے کے خلاف قرار نہ پائے گا“ (ردالمحتار ص ۳۰۹ ج ۳ طبع کوئٹہ)

اس کے بعد علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ دُرر کے قول کا فائدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب کے اقوال امام ابوحنیفہ کے مذہب سے باہر نہیں (یعنی وہ اقوال بھی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہیں) کیونکہ ناقلین نے ان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کوئی بھی قول اپنے اقوال میں نہیں بولا مگر یہ کہ وہ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب رسم المفتی میں مذکور اپنی نظم کی شرح میں واضح کیا ہے۔ (ردالمحتار حاشیہ درمختار ص ۳۰۹ جلد ۳ طبع کوئٹہ)

نتیجہ:

ہمارے اس کلام کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہاں پر امام ابوحنیفہ کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اس پر حد لازم ہے اور وہ قول صاحبین کا مذہب ہے اور دوسرا یہ کہ اس پر سخت ترین تعزیر لازم ہے اور وہ بھی (جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آگے چل کر بیان کریں گے) ہمارے خلاف نہیں۔ تو مصنف کا یہ کہنا باطل ہو گیا کہ ”حنفیہ کا صرف ایک قول ہے جو باقی ائمہ کے خلاف ہے“ کیونکہ یہاں حنفیہ کے دو قول قرار پائے۔

امر ثانی:

”محرمات ابدیہ سے زنا پر حد“ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے دیکھئے فتح القدر میں فقہ حنفیہ کی کتاب ”خلاصہ“ سے نقل کیا ”الفتاویٰ

عَلَى قَوْلِهِمَا“ یعنی فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

(فتح القدیر ص ۳۲ جلد ۵ مطبوعہ کوئٹہ) (7)

صاحب فتح القدیر نے نہ صرف اسے نقل کر کے برقرار رکھا بلکہ اس کی تائید کی۔
تنویر الابصار متن در مختار میں ہے ”وَبِشْبَهَةِ الْعَقْدِ عِنْدَهُ، كَوَطْنِي الْمَحْرَمِ
نَكَحَهَا“ یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک شبہ عقد کا یہی حکم ہے جیسے کسی محرم نے اپنی محرمہ
سے نکاح کرنے کے بعد وطی کی ہو۔ در مختار کے شارح نے اس پر اضافہ کیا اور فرمایا
”قَالَ إِنَّ عِلْمَ الْحُرْمَةِ حُدُّ وَ عَلَيْهِ الْفُتُوَى“ ”خلاصہ“

(در مختار ص ۱۶۸ جلد ۳ مع حاشیہ شامی طبع کوئٹہ) (8)

یعنی صاحبین نے ارشاد فرمایا کہ محرمہ سے نکاح کا ڈھونگ رچانے کے
بعد وطی کے مرتکب ہونے والے کو اگر علم تھا کہ یہ حرام ہے تو اسے حد لگے گی اور
اسی قول پر فتویٰ ہے۔

یہاں پر یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ فقہ کی کتابوں کی تشریح کرنے والی کتابیں جنہیں
شروح کہتے ہیں انہوں نے قول امام کو ترجیح دی ہے۔ تو اس پر فتویٰ دینا اولیٰ ہونا
چاہئے۔ یہ بات علامہ قاسم ابن قطلوبغا نے کہی تھی اس کے جواب میں صاحب در مختار
لکھتے ہیں ”لَكِنَّ فِي الْقَهْسَتَانِي عَنِ الْمُضْمَرَاتِ عَلَى قَوْلِهِمَا الْفُتُوَى“
یعنی علامہ قاسم جو کہہ رہے ہیں کہ ”تمام شروح میں اس طرح ہے“ یہ صحیح نہیں بلکہ
”مضمرات“ بھی شرح ہے اور اس میں صاف طور پر یہ لکھا ہوا ہے کہ فتویٰ اس مسئلہ
میں صاحبین کے قول پر ہے۔ (ہامش رد المحتار ص ۱۶۹ جلد ۳ طبع کوئٹہ) (9)

ہمارے ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ حنفیہ کے ہاں صریحاً لفظ فتویٰ صرف
صاحبین کے قول پر استعمال کیا گیا ہے۔ اور شروح میں اختلاف کے باوجود کسی نے
لفظ فتویٰ امام صاحب کے قول کے بارے میں نہیں بولا ورنہ علامہ قاسم یہ نہ کہتے کہ

فتویٰ قول امام پر ہونا چاہئے۔ اگر پہلے سے فتویٰ لکھا ہوا ہے تو پھر ”ہونا چاہئے“ کا کیا
مطلب ہے اور اگر ہم مزید نیچے اتر آئیں تو زیادہ سے زیادہ یہی بات کہی جائے گی کہ
دونوں قولوں پر فتویٰ ہے۔ تو تمام حنفیہ کا ایک قول نہ ہوا۔ تو جب حنفیہ کا دو میں سے
ایک قول باقی تمام ائمہ کے ساتھ متفق ہے تو کیوں نہ اس قول کو متفقہ سمجھتے ہوئے مان لیا
جائے۔ جبکہ اس قول پر ہی فتویٰ ہے یا کم از کم اس قول پر بھی فتویٰ ہے۔

نوٹ نمبر ۱:

یاد رہے کہ نکاح فاسد اور نکاح باطل میں جو فرق ہے وہ نکاح کی عدت کے
بارے میں ہے۔ جہاں تک حد کے وجوب کا تعلق ہے بشرطیکہ مرتکب کو حرمت وطی کا
علم ہو اس میں کوئی فرق نہیں۔ دیکھئے! رد المحتار میں بحر الرائق سے اور اس نے مجتبیٰ
کتاب سے نقل کیا ”قَالَ فَعَلَى هَذَا يُفْرَقُ بَيْنَ فَاسِدِهِ وَبَاطِلِهِ فِي الْعِدَّةِ
وَلِهَذَا يَجِبُ الْحُدُّ مَعَ الْعِلْمِ بِالْحُرْمَةِ لِأَنَّهُ زَنَا كَمَا فِي الْقُنْيَةِ وَغَيْرِهَا اه
وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا فِي غَيْرِ الْعِدَّةِ“ (رد المحتار ص ۳۸۰
جلد ۲) (10) یعنی بحر الرائق والے نے مجتبیٰ سے یہ نقل کیا کہ نکاح فاسد اور نکاح
باطل میں عدت کے بارے میں فرق کیا جائے گا یہی وجہ ہے کہ اگر حرمت کا علم ہو تو حد
لازم ہوگی۔ کیونکہ یہ زنا ہی ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے
ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ فاسد اور باطل نکاح میں عدت کے ماسوا میں کوئی فرق نہیں“
(رد المحتار ص ۳۸۰ ج ۲ طبع کوئٹہ)

نوٹ نمبر ۲:

حنفیہ کے گزشتہ دونوں اقوال میں عقوبت بالتعزیر اور عقوبت بالحد کے لئے علم
بالحرمة کی شرط کی گئی ہے شاید کسی کو یہ کھٹکا ہو کہ علم کی شرط کیوں لگائی گئی تو گزارش ہے
کہ اس سے مراد دارالاسلام کی آبادیوں میں رہنے والے عوام مسلمین نہیں بلکہ وہ

پائی گئی۔ فتح القدیر کے اس قول کو بحر الرائق، النهر الفائق، مخ الغفار، مقدسی اور شرنبلالی نے نقل کر کے ثابت رکھا اور اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ (رد المحتار ص ۱۵۶ ج ۳) تاہم آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ”مططاوی نے اس میں یہ کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی (جدید الاسلام علاقے میں جو یمن کی سرزمین سے تھا) ایک شخص سے حد اس شرط پر دفع کی کہ اگر اسے علم نہ ہو تو حد نہ لگاؤ۔ دوسری بار ایسا کرے تو حد لگاؤ“ مزید مططاوی نے یہ کہا کہ ہر شریعت میں کسی چیز کی حرمت ثابت ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی ایک آدمی انسان کو معلوم نہ ہو۔

تاہم کتاب التحریر کی شرح میں شارح نے یہ فرمایا کہ اس زمانے میں شریعت کے یہ احکام شہرت کو پہنچ گئے ہیں اس لئے یہ بات شبہ معتبرہ نہ ہوگی۔ تاہم اس کا شبہ معتبرہ نہ ہونا اس شخص کے لئے ہوگا جو دارالاسلام ہی میں پلا بڑھا یا دارالکفر سے عرصہ دراز سے مسلمان ہو کر ہجرت کر کے دارالاسلام میں آ گیا کہ اتنی مدت میں یہ مسئلہ اسے معلوم ہو جائے گا۔ رہا وہ مسلمان جو دارالکفر سے ہجرت کر کے آیا اور داخل ہونے کے فوراً بعد اس سے جرم زنا واقع ہوا تو اسے حد نہ لگائی جائے گی۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علم بالحرمت کا شرط ہونا اس شخص کے لئے ہے جو یہ ادعا کرے کہ میں اس مسئلہ سے جاہل تھا اور پھر اتنی بات کافی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ اس بات کی علامات بھی ہوں۔

مثلاً وہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر اکیلا رہا یا ایسی جاہل قوم کے درمیان رہا جنہیں زنا کی حرمت کا پتا نہیں تھا یا وہ اسے جائز ہی سمجھتے تھے کیونکہ ایسی قوم کے وجود کا انکار نہیں ہو سکتا تو جو شخص دارالاسلام میں فوراً داخل ہوتے ہی زنا کرے اور وہ مذکورہ اوصاف رکھتا ہو تو بلا شک اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔ کیونکہ احکام کے ساتھ مکلف ہونا ان کے علم کی فرع ہے۔ (رد المحتار ص ۱۵۶ ج ۳ طبع کوئٹہ)

مسلمان ہیں جو دارالکفر سے آ کر نئے نئے مسلمان ہوئے۔ اور ابھی انہیں دین کے بارے میں معلومات نہ ملی تھیں یا ملی تھیں تو اس میں انہیں یہ بات نہیں بتائی گئی تھی۔ ورنہ بعض علماء نے تو یہ بھی کہا ہے کہ نو مسلم کے مترکہ کفری دین میں اگر محرمات کی حرمت ثابت تھی تو اس کا یہ عذر نہیں سنا جائے گا۔

بہر حال بعض دیگر علماء کے نزدیک اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ اسے علم نہیں تھا۔ تو پھر اس جرم سے متعلق سزا نہ پائے گا۔ اسی طرح وہ شخص جو دارالاسلام کے دور دراز مقام میں تہمارہتا تھا۔ مثلاً کسی پہاڑ کی غار میں یا کسی جزیرے میں یا اس کی مانند۔ اور اس نے اپنی محرمہ سے نکاح کر لیا اور وہ کہتا ہے کہ مجھے اس کی حرمت معلوم نہیں تھی۔ تو اس سے عقوبت دفع ہو جائے گی۔ اور اگر وہ علم کا اصرار کرتا ہے تو پھر عقوبت کا مستحق ہوگا۔

تاہم صاحب فتح القدیر نے اس کو شبہ نہیں مانا انہوں نے کہا کہ ”إِنَّ الزَّانَا حَرَامٌ فِي جَمِيعِ الْأَدْيَانِ وَالْمِلَلِ فَالْحَرَبِيُّ إِذَا دَخَلَ دَارَ الْإِسْلَامِ فَاسْلَمَ فَزَنَى وَقَالَ ظَنَنْتُ أَنَّهُ حَلَالٌ يُحَدُّ وَلَا يَلْتَفَتُ إِلَيْهِ وَإِنْ كَانَ فِعْلُهُ أَوَّلَ يَوْمٍ دُخُولِهِ فَكَيْفَ يُقَالُ إِذَا ادَّعَى مُسْلِمٌ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ حُرْمَةَ الزَّانَا لَا يُحَدُّ لِإِنْتِفَاءِ شَرْطِ الْحَدِّ اه وَأَقْرَهُ فِي الْبَحْرِ وَالنَّهْرِ وَالْمِنْحِ وَالْمَقْدِسِيِّ وَالشَّرْبَلَالِيِّ“ (رد المحتار ص ۱۵۶ ج ۳ کوئٹہ) (11)

یعنی زنا تمام ادیان اور شریعتوں میں حرام سمجھا جاتا ہے تو اگر کوئی حربی مسلمانوں کے ملک میں آ کر مسلمان ہو جائے پھر وہ فوراً زنا کرے اور کہے کہ میں نے سمجھا تھا کہ یہ حلال ہے تو اسے حد لگائی جائے گی اور اس کے عذر کی جانب کوئی توجہ نہیں کی جائے گی۔ اگرچہ اس کا یہ فعل دارالاسلام میں داخل ہونے کے پہلے دن ہی کیوں نہ ہو۔ پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ جب دارالاسلام کا قدیمی مسلمان یہ دعویٰ کرے کہ اسے زنا کی حرمت کا علم نہیں تھا تو اسے حد نہ لگائی جائے کہ حد کی شرط نہیں

امر ثالث: کچھ تعزیرات کو حاکم معاف نہیں کر سکتا

امام ابوحنیفہ کے قول بالتعزیر سے مصنف کا یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ ”امام صاحب کے نزدیک اس تعزیر کو حاکم وقت معاف کر سکتا ہے“ نہیں ہرگز نہیں اس تعزیر کو حاکم ہرگز معاف نہیں کر سکتا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول اس شخص کے بارے میں جو اپنی محرمہ سے نکاح کے بہانے و طلی کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اسے حرام مانتا ہے۔ اس کے بارے میں تعزیر کے قول کا مطلب یہ نہیں کہ اسے معاف کر دیا جائے کیونکہ تعزیر کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) ایک ”وہ تعزیر جسے کتاب و سنت کی نص نے متعین کیا“

(۲) دوسری ”وہ تعزیر جس کے تعین کا اختیار امام (حاکم اعلیٰ) کے پاس

ہے“ نص نے اس کی مقدار متعین نہیں کی۔

پھر دوسری قسم وہ جسے نص نے متعین نہیں کیا وہ دو قسم پر ہے۔

(۱) ایک ”حقوق اللہ میں ایسا ارتکاب جرم جس پر حد نہ ہو“ (۲) وہ جو

حق العبد سے ہو۔

اب جو صرف حق اللہ ہے اس میں معافی کا اختیار امام کو دیا گیا ہے اور جو حق

العبد بھی ہے یا حق العبد ہی ہے اس کی معافی کا اختیار امام کو نہیں۔ جس طرح کہ نص

سے متعین تعزیر کی معافی کا امام کو اختیار نہیں! دیکھئے! علامہ شامی فرماتے ہیں۔

تعزیر منصوص (مشابہ حد ہے)

”قُلْتُ لَكِنْ ذَكَرَ فِي الْفَتْحِ أَوَّلَ الْبَابِ أَنَّ مَانَصَّ عَلَيْهِ مِنَ التَّعْزِيرِ كَمَا فِي وَطْئِ جَارِيَةِ إِمْرَأَتِهِ أَوْ الْمُشْتَرَكَةِ وَجَبَ إِمْتِنَالُ الْأَمْرِ فِيهِ وَمَا لَمْ يُنَصَّ عَلَيْهِ إِذَا رَأَى الْإِمَامُ الْمَصْلِحَةَ أَوْ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَنْزَجِرُ إِلَّا بِهٖ وَجَبَ لِأَنَّهُ زَاجِرٌ مُشْرُوعٌ لِحَقِّهِ تَعَالَى كَالْحَدِّ وَمَا عَلِمَ أَنَّهُ أَنْزَجَرَ بِلَدُونِهِ

لَا يَجِبُ اِهٖ“ (رد المحتار ۲۰۵ ج ۳ طبع کوئٹہ) (۱۲)

میں نے کہا لیکن فتح القدر میں اسی باب کے اول میں فرمایا بے شک جس تعزیر پر نص وارد ہوئی ہو جیسے اپنی بیوی کی کینز یا اپنی ایسی کینز سے جس میں کوئی دوسرا بھی حصے دار ہو اور وہ اس سے و طلی کرے تو ایسے امور میں تعزیر معینہ کے منصوص حکم کا ماننا لازمی ہے (اس میں کم کرنے، بڑھانے کا امام کو اختیار نہیں) اور جس پر نص شرعی وارد نہ ہوئی ہو اور امام مصلحت اس میں دیکھے کہ اسے کوئی سزا دی جائے یا اسے معلوم ہو کہ یہ مجرم سزا کے بغیر باز نہیں آئے گا تو سزا دینا لازم ہوگا کیونکہ یہ تعزیر جرم سے ڈانٹنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے مشروع ہے حد کی طرح (یعنی ایسی تعزیر کو معاف کرنا حاکم کے لئے جائز نہیں) اور جس کے بارے میں یہ پتا ہو کہ وہ بغیر تعزیر کے اس جرم سے باز آجائے گا تو پھر تعزیر واجب نہیں۔ (یعنی اگر امام چاہے تو سزا دے اگر چاہے تو معاف کر دے) (رد المحتار ۲۰۵ ج ۳)

توضیح القدر کی اس تفسیر سے ثابت ہوا کہ جو تعزیر کتاب و سنت میں متعین ہو اسے معاف نہیں کیا جاسکتا سوا اس کے کہ کتاب و سنت ہی کوئی قبائل سزا تجویز کرے۔

زیر غور مسئلہ:

بہر حال زیر غور مسئلہ محرمات کے ساتھ و طلی کرنے کا ہے اگر وہ اسے بحیثیت محرمہ پہچانتا ہو پھر یہ بھی جانتا ہو کہ اس سے نکاح اور و طلی حرام ہے تو وہ گنہگار ہوگا۔ اور حدیث شریف میں محرمہ سے و طلی کی سزا قتل ارشاد فرمائی گئی ہے لہذا قتل متعین ہوگا لیکن اسے حد اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ قرآن مجید میں زنا کی جو سزایا بیان کی گئی وہ کوڑے لگانا ہے اور حدیث شریف میں کوڑے کنوارے کے لئے اور رجم شادی شدہ زانی کے لئے ہے۔ اس لئے امام نے اسے ادا با تعزیر کا نام دیا کیوں کہ وہ عام تعزیرات سے مختلف

ہے۔ اس لئے اسے اشد تعزیر کہا، باقی ائمہ نے منصوص للحدیث ہونے کی وجہ سے اسے حد کا نام دیا۔ تو اختلاف صرف نام کے الفاظ میں ہوا۔ قتل دونوں اقوال پر واجب ہوگا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ زانی بالمتجرمہ کی سزا بالاجماع قتل ہے چاہے اس قتل کا نام تعزیر رکھیں یا حد رکھیں۔ چاہے ان دونوں میں سے کوئی کنوارہ ہو یا شادی شدہ ہو۔ بلکہ اسے تعزیر کہنے میں اس بات کی طرف ایک لطیف اشارہ بھی ہے کہ ایسے مجرم کے لئے چار گواہوں کی ضرورت نہیں جو صرف حد زنا میں ہوتے ہیں بلکہ دوسرے دو کافی ہیں۔

دوسرا اشارہ یہ ہے کہ تعزیر اس کے اقرار سے ثابت ہوئی ہو تو اس کے رجوع سے منقحی نہ ہوگی۔ جب کہ حد مجرم کے اقرار سے رجوع کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو! سَيَأْتِيَنَّ أَنَّ التَّعْزِيرَ يَثْبُتُ بِشَهَادَةِ الْمُدْعَى مَعَ آخَرَ وَبِشَهَادَةِ عَدْلٍ إِذَا كَانَ فِي حُقُوقِهِ تَعَالَى لِأَنَّهُ مِنْ بَابِ الْإِخْبَارِ. (رد المحتار ص ۲۰۰ ص ۲۰۱ ج ۳ طبع کوئٹہ) (13) علامہ شامی فرماتے ہیں اور آگے چل کر یہ بات آ رہی ہے کہ تعزیر کا ثبوت مدعی کی شہادت کے ساتھ ایک اور آدمی کے قتل جانے پر ہو جاتا ہے اور اگر تعزیر صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہو تو ایک عادل گواہ کی گواہی سے بھی ثابت ہو جائے گی اگرچہ دوسرا گواہ نہ ہو۔ کیونکہ وہ باب الاخبار سے ہے۔

الْفَرْقُ بَيْنَ الْحَدِّ وَالتَّعْزِيرِ أَنَّ الْحَدَّ يَدْرَأُ بِالشُّبُهَاتِ وَالتَّعْزِيرُ يَجِبُ مَعَهَا وَأَنَّ الْحَدَّ لَا يَجِبُ عَلَى الصَّبِيِّ وَالتَّعْزِيرُ شَرِيعٌ عَلَيْهِ، وَالرَّابِعُ أَنَّ الْحَدَّ يُطْلَقُ عَلَى الدِّمِيِّ وَالتَّعْزِيرُ يُسَمَّى عَقُوبَةً لَنَّهُ لِأَنَّ التَّعْزِيرَ شَرِيعٌ لِلتَّطَهِيرِ "تاتارخانیہ" وَزَادَ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ أَنَّ الْحَدَّ مُخْتَصٌّ بِالْإِمَامِ وَالتَّعْزِيرُ يَفْعَلُهُ الزَّوْجُ وَالْمَوْلَى وَكُلُّ مَنْ رَأَى أَحَدًا

يُشَاهِرُ الْمُعْصِيَةَ وَأَنَّ الرَّجُوعَ يَعْمَلُ فِي الْحَدِّ لِأَنَّ التَّعْزِيرَ وَأَنَّهُ يُخْبَسُ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنِ الشُّهُودِ فِي الْحَدِّ لِأَنَّ التَّعْزِيرَ وَأَنَّ الْحَدَّ لَا تَجُوزُ الشَّفَاعَةُ فِيهِ وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ لِلْإِمَامِ تَرْكُهُ وَأَنَّهُ قَدْ يَسْقُطُ بِالتَّقَاذِمِ بِخِلَافِ التَّعْزِيرِ فَهِيَ عَشْرَةٌ

(رد المحتار ص ۱۹۳ جلد ۳ طبع کوئٹہ) (14)

حد اور تعزیر میں فرق یہ ہے کہ حد کی مقدار معین ہوتی ہے اور تعزیر کا معاملہ امام کے سپرد ہے۔ اور یہ کہ حد شہادت کی وجہ سے ٹل جاتی ہے۔ جبکہ تعزیر شہادت کے ساتھ بھی ضروری ہے۔ اور چونکہ یہ کہ ذمی کو اگر حد لگائی جائے تو اس کا نام حد ہی رہے گا لیکن اگر تعزیر کی جائے تو اس کا نام عقوبت رکھیں گے، تعزیر نہیں اس لئے کہ تعزیر پاک کرنے کے لئے مشروع ہے۔ "تاتارخانیہ"

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ بعض متاخرین نے اس فہرست میں اضافہ کیا کہ حد امام کے ساتھ مختص ہے یعنی اسی کے حکم سے جاری ہوگی، جبکہ تعزیر خاوند اور مالک بھی کر سکتا ہے بلکہ ہر وہ شخص جو کسی کو گناہ کرتا دیکھے وہ تعزیر کر سکتا ہے اور یہ کہ حد میں اگر اپنے اقرار سے رجوع کرے تو حد پر اثر پڑتا ہے تعزیر میں نہیں۔ اور یہ کہ جس پر گواہی دی گئی ہے اس کو پابند کر لیا جائے اگر مسئلہ حد کا ہو۔ یہاں تک کہ گواہوں کے ثقہ ہونے کی تحقیق کر لی جائے۔ تعزیر میں اس طرح نہیں ہو سکتا اور یہ کہ حد میں سفارش کرنا جائز نہیں اور یہ کہ امام (یعنی حاکم اعلیٰ) کیلئے حد کو ترک کرنا (معاف کر دینا) جائز نہیں۔ اور یہ کہ بعض حدیں وقوع پر زیادہ عرصہ گزر جانے کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ بخلاف تعزیر کے اس لئے کہ وہ ساقط نہیں ہوتی۔ تو یہ دس فرق ہوئے۔

(رد المحتار ص ۱۹۳ ج ۳ طبع کوئٹہ)

تناقض کا پلندہ ہے۔ اس پر مزید کلام مصنف کے دوسرے کلام کے جواب میں آرہا ہے۔ ایسی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ زنا بالجبر کا مرتکب محسن نہ ہو اور پھر اسے رجم کی سزا دی گئی ہو۔ مصنف کی یہ بات صرف اسی وقت صحیح ہو سکتی تھی جب وہ اس قسم کا حوالہ پیش کرتے۔

شادی شدہ شخص کو رجم کی سزا کا مرتکب قرار دینا یہ مصنف کی دلیل نہیں بن سکتی کہ وہ حرابے کی وجہ سے مارا گیا ہو۔ کیونکہ زنا بالرضا میں بھی شادی شدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی سزا دی۔ پھر وہ زنا بالجبر کی خصوصیت کیسے ہوئی؟ لیکن حدیث کی کتابوں میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زنا بالجبر کے مرتکب غیر محسن شخص کو رجم کی سزا نہیں دی بلکہ کوڑوں کی سزا دی۔ چنانچہ ”بخاری شریف اور موطا امام مالک میں امام مالک نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ایک غلام غص کے غلاموں اور کنیزوں پر نگران مقرر تھا اس نے ان میں سے ایک کنیز سے زبردستی موافقت کی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کوڑے لگائے اور اسے وہاں سے باہر نکال دیا اور اس کنیز کو کوڑے نہ لگائے کیونکہ غلام نے اس کو مجبور کیا تھا“ (۱: بخاری شریف ج ۲ ص ۲۷۱، ۱۰۲۸، ۱۰۲۷ کتاب الاکراه۔ ۲: موطا امام مالک ص ۶۸۷ طبع میر محمد کراچی۔ ۳: سنن الکبریٰ ص ۲۳۶ ج ۸ مطبوعہ نشر السنہ ملتان) (15)

ہمارے اس حوالے سے ثابت ہوا کہ فاروق اعظم ﷺ نے غیر محسن کو زنا بالجبر کی سزا میں نہ تو رجم کی اور نہ کسی اور طریقے سے موت کی سزا دی۔ اگر زنا بالجبر کی سزا غیر محسن کیلئے بھی موت ہوتی اور رسول اللہ ﷺ نے کسی کو یہ سزا دی ہوتی تو حضرت سیدنا عمر ﷺ اسے ضرور موت کی سزا دیتے۔ بلکہ آیت عمارین کی تفسیر میں اگر کسی کو بھی آپ ﷺ نے یہ بتایا ہوتا کہ زنا بالجبر بھی حرابہ ہے تو کوئی نہ کوئی صحابی ضرور اعتراض کرتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ثابت ہوا کہ زنا بالجبر کو حرابہ قرار دے کر اس پیش نظر ہر غیر محسن

مصنف:

”زنا بالجبر کو اسلامی شریعت نے حرابہ کی حیثیت دیتے ہوئے اس کے ثبوت کے لئے گواہوں کی شرط نہیں رکھی۔ بلکہ دوسرے ذرائع تحقیق سے کام لینے کا طریقہ اختیار کیا لیکن حدود آرڈیننس میں زنا بالجبر کے ثبوت کے لئے چار گواہوں کی شرط رکھی گئی ہے۔ یہ درندہ صفت مجرموں کے بیچ نکلنے اور مظلوم خواتین کے حدود آرڈیننس کا شکار ہونے کا باعث بن رہی ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے ان دفعات میں ترمیم کرنے کے احکامات بھی جاری کئے جو صدا بھرا ثابت ہوئے“

(حدود آرڈیننس ص ۲۳۷ باب ششم)

تبصرہ:

مصنف نے زنا بالجبر کو زنا کی تعریف سے نکالنے کی بات کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کے لئے چار گواہ اسلامی شریعت میں ضروری نہیں۔ میں نے اس بات پر غیر جانبدارانہ انداز میں غور کیا اور مصنف کے ذمے ہوئے حوالوں کو کھنگالا جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مصنف کی یہ بات سراسر غلط اور شریعت اسلامی پر افتراء ہے۔

(۱) مصنف یہ بات صراحتاً نہ تو قرآن و سنت سے اور نہ ہی فقہائے امت میں سے کسی ایک کے قول سے نقل کر سکے کہ چار گواہوں سے کم ہونے کی صورت میں زنا بالجبر پر (مجرم کے اقرار کے بغیر) رجم ہو سکتا ہے یا کوڑے ہی لگ سکتے ہیں۔ لے دے کر انہوں نے ایک ایسی حدیث پیش کی جو سنداً بھی صحیح نہیں اور اس کا متن بھی

کیلئے رجم کی سزا تجویز کرنا اور زنا بالرضا والے مہسن کو رجم کی سزا نہ دینا یہ صحابہ کرام کے مذہب کے خلاف ہے۔

(۱) جتنے فقہاء امت مسلمہ میں گزرے ہیں کسی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ (شادی شدہ) مہسن اگر زنا کا مرتکب ہو اور زنا بالرضا ہو تو اسے رجم نہیں کریں گے، کوڑے لگائیں گے۔ بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ اسے رجم کریں گے۔

(۲) مسلمہ فقہاء نے آج تک یہ بھی نہیں کہا کہ غیر مہسن اگر جبراً زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے، کیونکہ یہ حرابہ ہے بلکہ اس کی سزا کوڑے ہی تجویز فرمائے۔

(۳) آج تک امت کے ان مسلمہ فقہاء نے یہ قول بھی نہیں کیا کہ غیر مہسن بالغ مرد و عورت اگر باہمی رضامندی سے زنا کے مرتکب ہوں تو انہیں کوڑے نہ لگائے جائیں۔ (جیسا کہ مصنف فرماتے ہیں)

(۴) اسی طرح امت میں جتنے قابل اعتماد فقہاء گزرے ہیں ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ مہسن اگر جبراً زنا کرے تو یہ حرابہ ہے۔ لہذا اگر وہ حاکم کے سامنے اقرار کرے اگرچہ اس پر چار گواہ بھی قائم ہوں تو یہ اقرار اس کی توبہ مقبولہ عند اللہ ہے۔

اگر ہمارے ان نکات میں سے کوئی نکتہ بھی غلط ہوتا تو مصنف کی کتاب میں کچھ نا کچھ تو ضرور ہوتا جو ان نکات کا جواب بن سکتا اور وہ کسی نہ کسی مسلم فقیہ کا قول لکھتے جو ان چار نکاتوں میں ہمارے خلاف ہوتا۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے اور نہ قیامت تک کر سکیں گے۔

زنا زنا ہی ہے چاہے بالرضا ہو یا بالاکراہ دونوں کی سزا مہسن کے لئے ایک جیسی ہے یعنی رجم اور غیر مہسن کے لئے بھی دونوں کی سزا یکساں ہے یعنی جلد (کوڑے) تاہم ان میں سے غیر شادی شدہ آزاد کو سو کوڑے لگیں گے اور غلام اور کنیز کو

خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہر صورت میں ہر بار پچاس کوڑے لگیں گے۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہے ”فَإِنَّ الْآئِينَ بِنْفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ“ (سورہ نساء، ۴، آیت نمبر ۲۵) ”پھر اگر وہ (کنیزیں) بے حیائی کا کام کریں تو ان پر اس کی آدھی سزا ہے جو آزاد (کنواری) عورتوں پر ہے۔

اگر قرآن شریف کی یہ آیت نہ ہوتی تو کنیزوں کو بھی سو کوڑے لگتے۔ مصنف نے کسی دوسری جگہ یہ بھی کہا ہے کہ محسنات سے مراد شادی شدہ عورتیں ہیں لہذا انہیں صرف کوڑے لگنے چاہیں۔ لیکن یہ قول بھی تمام امت کے فقہاء کے خلاف ہے۔

(۱) فقہائے اسلام میں سے کسی معتد فقیہ نے آج تک یہ نہیں کہا کہ آزاد شادی شدہ جوڑے کو صرف کوڑے لگائے جائیں یا کنواری جوڑے کو کوڑے نہ مارے جائیں۔

(۲) فقہاء امت میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ کنواری کنیز کو اس جرم کے ثابت ہونے پر کوڑے نہ مارے جائیں۔ فقہاء مسلمین کا اس پر اجماع ہے اور یہ شخص اپنی ہانکے جا رہا ہے۔ محسنات کے لفظ پر مزید بحث ان شاء اللہ وہاں ہوگی جہاں مصنف یہ بات لائیں گے۔

مصنف کی بے تکلی دلیل کا جواب:

مصنف نے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے کہ زنا بالرضا پر رجم نہیں ہوتا، صرف زنا بالجبر پر رجم ہوتا ہے۔ تین کتابوں سے ایک حدیث پیش کی ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ مصنف ٹھوکریں کھانے کے باوجود اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکے۔ مصنف لکھتے ہیں،

”اس طرح زنا کی سزا کے لئے مجرم کے بارے میں جن امور کی تحقیق کی جاتی ہے کہ وہ مہسن ہے یا غیر

لَهَا إِذْ هَبِي فَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ وَقَالَ لِلرَّجُلِ
قَوْلًا حَسَنًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ الرَّجُلُ الْمَاخُودُ
وَقَالَ لِلرَّجُلِ الْإِدْيِ وَقَعَ عَلَيْهَا أَرْجُمُوهُ“

ترجمہ (مصنف کی طرف سے) علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت نماز کے لئے گھر سے نکلی تو راستے میں ایک شخص نے اسے دیکھا پس اس نے اس پر غلبہ پایا اور اپنے نفس کی پیاس بجھائی، اس پر وہ چیخنی چلائی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا، اسی اثنا میں ایک آدمی کا گزر اس طرف سے ہوا تو اس عورت نے بتایا کہ ایک شخص نے اس طرح سے اسے رسوا کیا ہے، پھر مہاجرین میں سے ایک گروہ بھی اس طرف آ نکلا اس نے انہیں بھی روادستانیٰ تو وہ بھاگے اور اس شخص کو پکڑ لیا جس کے بارے میں اس عورت کا خیال تھا کہ اس نے اس سے زیادتی کی پس وہ اسے اس کے پاس لے آئے تو آپ نے اسے سزا دینے کا حکم دے دیا یہ دیکھ کر اصل مجرم کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول یہ میں تھا جس نے اس عورت سے زیادتی کی۔ اس پر آپ نے اس عورت سے کہا جا اللہ نے تجھے معاف کر دیا اور جو شخص شبہ میں پکڑا گیا تھا اس سے کلمات خیر فرمائے۔ پھر اس شخص کے بارے میں جس نے اس عورت سے زنا بالجبر کیا تھا فرمایا اسے رجم کر دو۔

مصنف ص ۱۵۳ پر اس کے متصل لکھتے ہیں: ترمذی نے اس روایت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

إِنَّ امْرَأَةً خَرَجَتْ عَلَىٰ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيدُ الصَّلَاةَ فَتَلْقَاهَا رَجُلٌ

محصن، چار گواہ موجود ہیں یا نہیں۔ زنا بالجبر کے بارے میں یہ تحقیق نہیں کی گئی کہ مجرم محسن ہے یا غیر محسن اس سلسلے میں ایک مشہور روایت ہے جسے حدیث کی متعدد کتب نے روایت کیا ہے“

(حدود آرڈیننس ص ۱۵۲)

مصنف مذکورہ بالا عبارت کے متصل ابوداؤد شریف کی روایت کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”ابوداؤد کی روایت درج ذیل ہے۔

مصنف:

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَايِلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ امْرَأَةً
خَرَجَتْ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيدُ الصَّلَاةَ فَتَلْقَاهَا رَجُلٌ
فَتَجْلُلُهَا فَتَقْضِي حَاجَتَهُ مِنْهَا فَصَاحَتْ
وَأَنْطَلَقَ فَمَرُّ عَلَيْهَا رَجُلٌ فَقَالَتْ إِنَّ ذَاكَ
فَعَلَ بِي كَذَا وَكَذَا وَمَرَّتْ عَصَابَةٌ مِنَ
الْمُهَاجِرِينَ فَقَالَتْ إِنَّ ذَاكَ الرَّجُلُ فَعَلَ
بِي كَذَا وَكَذَا فَأَنْطَلَقُوا فَأَخَذُوا الرَّجُلَ الْإِدْيِ
ظَنَّتْ أَنَّهُ وَقَعَ عَلَيْهَا فَاتَّوَهَّأَ بِهِ فَقَالَتْ نَعَمْ هُوَ
هَذَا فَلَمَّا أَمَرَ بِهِ قَامَ صَاحِبُهَا الْإِدْيِ وَقَعَ
عَلَيْهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا صَاحِبُهَا فَقَالَ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا تو اصل آدمی کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ یہ میں تھا آپ نے عورت سے کہا کہ وہ چلی جائے اللہ نے اسے معاف کر دیا اور جو شخص پکڑا گیا تھا اس سے کلمہ خیر فرمایا اور جس نے زیادتی کی تھی اس کے بارے میں حکم دیا کہ اسے رجم کر دیا جائے نیز فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر تمام مدینہ والے ایسی توبہ کرتے تو ان سب کی توبہ قبول ہو جاتی۔

مصنف ص ۱۵۴ پر اس کے متصل مزید لکھتے ہیں:

فَقَامَ صَاحِبُهَا الْيَدِيُّ وَقَعَ عَلَيْهَا فَقَالَ أَنَا
صَاحِبُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذْهَبِي فَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ وَقَالَ لِلرَّجُلِ قَوْلًا
حَسَنًا فَقَالُوا أَلَا تَرُجِمُ صَاحِبَهَا فَقَالَ وَلَا (۱)
لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَقَبِلَ
مِنْهُمْ ذِكْرَهُ أَحْمَدُ وَأَهْلُ السُّنَنِ

(ترجمہ مصنف کی طرف سے) جس آدمی نے عورت سے زیادتی کی تھی وہ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے عورت سے فرمایا تم جاؤ اللہ نے تمہیں بخش دیا اور پہلے شخص سے کلمات خیر فرمائے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ زیادتی کرنے والے کو رجم نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ تمام مدینہ والوں کو کافی ہو سکتی ہے“ (حدود آرزو تینس ص ۱۵۵)

(۱) هكذا في نقل المصنف والصحيح "لا" بغير واو

فَتَجَلَّلَهَا فَقَضَى حَاجَتَهُ مِنْهَا فَصَاحَتْ
فَانْطَلَقَ وَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ فَقَالَتْ إِنَّ ذَلِكَ
الرَّجُلُ فَعَلَ بِي كَذَا وَكَذَا وَمَرَّتْ بِعَصَابَةٍ
مِنَ الْمُهَاجِرِينَ فَقَالَتْ إِنَّ ذَاكَ الرَّجُلُ فَعَلَ
بِي كَذَا وَكَذَا فَانْطَلَقُوا فَأَخَذُوا الرَّجُلَ الْيَدِيُّ
ظَنَّتْ أَنَّهُ وَقَعَ عَلَيْهَا فَاتَّوَّعَتْ فَقَالَتْ نَعَمْ هُوَ
هَذَا فَاتَّوَّعَتْ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَمَرَهُ لِيُرْجَمَ قَامَ صَاحِبُهَا الْيَدِيُّ
وَقَعَ عَلَيْهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا صَاحِبُهَا
فَقَالَ لَهَا إِذْهَبِي فَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ وَقَالَ
لِلرَّجُلِ قَوْلًا حَسَنًا وَقَالَ لِلرَّجُلِ الْيَدِيُّ وَقَعَ
عَلَيْهَا أَرْجُمُوهُ وَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا
أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَقَبِلَ مِنْهُمْ

ترجمہ (مصنف کی طرف سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک عورت نماز کے ارادے سے گھر سے نکلی، راستے میں ایک آدمی اسے ملا جس نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے خواہش پوری کی، وہ عورت چیخی چلائی، اتنے میں ایک شخص وہاں سے گزرا تو اس نے بتایا کہ اس شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی، پھر مہاجرین کی ایک جماعت گزری تو انہیں بتایا کہ اس شخص نے مجھے سے زیادتی کی وہ بھاگے اور انہوں نے اس شخص کو پکڑ لیا جس کے بارے میں اس عورت کا خیال تھا وہ مجرم ہے، اسے لے آئے تو عورت نے تصدیق کی کہ یہی شخص ہے۔ مہاجرین اسے رسول اللہ

یاد رہے کہ یہ تین حدیثیں نہیں ہیں بلکہ تین کتابوں میں لکھا ہوا ایک ہی صحابی کا بیان ہے اور ایک ہی عورت کے بارے میں ایک ہی واقعہ سنایا جا رہا ہے۔

اس میں دو کتابیں کہتی ہیں کہ اس صحابی نے یہ فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا کہ اپنی خوشی اور رضا سے زنا کا اقرار کرنے والے کو رجم کرو اگرچہ اس کی توبہ قبول ہے۔ جب کہ تیسری کتاب یہ کہتی ہے صحابہ کرام نے گزارش کی تھی کہ آپ اس کو رجم نہیں کریں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف انکار فرما دیا اور ساتھ ہی اس کے اقرار کو توبہ قرار دے کر اس کی قبولیت کا اعلان فرما دیا۔

فقہاء و محدثین ایسے موقع پر کہتے ہیں ”إِذَا تَعَارَظْنَا تَسَاقَطَا“ جب ایک ہی صحابی کے دو بیان آپس میں متعارض ہو جائیں تو وہ دونوں ساقط الا اعتبار ہو جاتے ہیں۔ دنیا بھر کے منصفانہ قوانین بھی یہی کہتے ہیں کہ گواہ کے متضاد اقوال میں سے کوئی بھی قابل اعتبار نہیں رہتا مگر حیرت کی بات ہے کہ مصنف اس سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ صرف زنا بالجبر کی سزا رجم ہے اور کسی چیز کی نہیں۔

علماء، دانشوروں اور قانون دان طبقہ پر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ مصنف نے یہاں سراسر لاقانونیت اور دھاندلی سے کام لیا ہے۔

مصنف کی قلابازی:

جیسا کہ آپ نے مصنف کے کلام میں صفحہ نمبر ۱۵۲ پر مصنف کا یہ دعویٰ پڑھا کہ زنا بالجبر میں سزا دینے کے لئے نہ گواہی کی ضرورت ہے اور نہ مہصن ہونے کی یعنی رجم کر دیا جائے گا۔ اب جب کہ آگے چل کر مصنف نے مسند امام احمد بن حنبل کا حوالہ دیا تو خیال آیا کہ آخر دنیا کے لوگ عقل تو رکھتے ہیں وہ اس تعارض پر میرے بارے

حوالہ جات کا تعارض اور اختلاف:

مصنف کی پیش کردہ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابو داؤد اور صحاح ستہ کی ایک اور مشہور کتاب ترمذی شریف کا حوالہ آپ نے مصنف کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایا اس حوالہ میں یہ ہے کہ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جس نے زیادتی کی تھی“ حکم دیا کہ اسے رجم کر دیا جائے نیز فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر تمام مدینہ والے ایسی توبہ کرتے تو ان سب کی توبہ قبول ہو جاتی“

(ملاحظہ ہو حدود آردینینس ص ۱۵۴)

یاد رہے کہ ابو داؤد میں رجم اور توبہ دونوں کا ذکر تھا لیکن معلوم نہیں کہ مصنف نے اسے کیوں حذف کر دیا بہر حال ترمذی کی عبارت میں رجم کے ساتھ توبہ کو مصنف نے بھی ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد مصنف نے امام احمد بن حنبل کی کتاب ”المسند“ سے یہی روایت بیان کی اس کے ترجمہ کے الفاظ آپ مصنف کی زبانی سنئے۔

”لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ زیادتی کرنے والے کو رجم نہیں فرمائیں گے آپ نے فرمایا نہیں اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ تمام مدینہ والوں کو کافی ہو سکتی ہے“ (حدود آردینینس ص ۱۵۵)

ترجمہ قرآن میں مصنف کی صریح تحریف:

مصنف نے اپنے بیان کو زور دار بنانے کے لیے بطور مغالطہ ایک آیت بھی پیش کی تھی جس کا ترجمہ یہ تھا

”اگر تم ڈاکہ زنی (جسے قرآن میں حرابہ کہا گیا) کے مجرموں پر قابو نہ پاسکو اور وہ پہلے توبہ تائب ہو جائیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے“

مصنف نے آگے یہ جملہ ترجمے میں اپنی طرف سے بڑھا دیا ”اس کی توبہ قبول کر کے سزا معاف کر دی گئی“ اللہ تعالیٰ مصنف کو ہدایت دے ایک دھاندلی کو ثابت کرنے کے لیے تحریف پر تحریف کو اپنا شیوا بنا لیا ہے اس جملے کو مصنف اگر بریکٹ میں لکھتا یا کم از کم تومہ پہلے ختم کرتا یا حوالہ ظاہر کرنے کا ہندسہ پہلے لگا دیتا تو ہم سمجھتے کہ اس نے آیت کی تفسیر بیان کی ہے مگر ان باتوں کا لحاظ تو وہ رکھے جس کو حساب آخرت کا ڈر ہو مصنف کو حکام دنیا کا خوف شاید زیادہ تھا۔

مصنف کی پیش کردہ حدیث کا جواب:

مصنف نے اس بارے میں جو حدیث ابوداؤد، ترمذی، اور مسند احمد بن حنبل سے پیش کی وہ سند اور متن دونوں کے اعتبار سے ناقابل عمل ہے یہ روایت تینوں کتابوں میں اوپر سے ایک ہی سند سے آئی ہے اور وہ یہ ہے۔

”إِسْرَائِيلَ عَنْ سَمَّاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ
بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ“ (مسند احمد ص ۳۲۷ جلد ۶ ص
۳۲۸ طبع ملتان، جامع ترمذی ص ۲۶۹ طبع کراچی، بحوالہ
ابوداؤد ص ۳۳۶ ر ۳۲۷ جلد ۲ طبع مصر،) (16)

میں کیا نقطہ نظر قائم کریں گے۔ پھر یہ بھی غالباً خیال آیا کہ ہم نے تو مجرموں کو نوازنے کے لئے یہ کتاب لکھی ہے۔ خواتین تو پہلے جملے سے خوش ہو گئیں اور ان کو اس روایت سے ہم نے یہ بھی بتا دیا کہ مجبور کی جانے والی پر کوئی سزا نہیں لیکن وہ باقتدار حضرات جو اپنے مال، دولت، عزت، کرسی کی بناء پر انتہائی طاقت ور ہوتے ہیں اگر انہوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ بندہ ہمیں مرادے گا اور ہم رجم کے مستحق ہو جائیں گے تو وہ میری کتاب نہیں چھوئیں گے اور حکومت کے مناصب عالیہ کے دروازے میرے لئے بند ہو جائیں گے تو فوراً ہی الٹی قلابازی کھائی اور لکھا کہ ”زنا بالجبر کے مرتکب ایسے مجرم پر کوئی سزا نہیں جس نے توبہ کر لی ہو“

مصنف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں

”اگر مسند احمد کی روایت درست ہے جسے علامہ ابن القیم نے ترجیح دی ہے تو بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا بالجبر کو حرابہ قرار دیا اور جب ایک شخص نے خود اعتراف کر کے اپنے آپ کو عدالت میں پیش کر دیا تو آیت حرابہ کے حکم کے مطابق
إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ
فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (المائدة: ۵۳)

البتہ اگر گرفتاری سے پہلے وہ توبہ کر لیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے اس کی توبہ قبول کر کے سزا معاف کر دی گئی۔ (حدود آردنٹنس ص ۱۵۵، ص ۱۵۶)

نرمی ہے۔ ثوری نے اس کو ضعیف کہا۔

کتاب الشقات میں ابن حبان نے کہا خطائیں بہت کرتا ہے۔ نسائی نے کہا بسا اوقات اسے تلقین کی جاتی تھی یعنی یہ بات یوں نہیں یوں ہے تو وہ اپنے بتانے والے کی بات مان جاتا تھا۔ اس لئے جب وہ کسی حدیث میں منفرد ہو تو وہ حدیث حجت نہیں ہوگی اور بزار نے اپنی مسند میں کہا کہ سماک ایک مشہور شخص تھا میرے علم میں نہیں کہ کسی نے اسے ترک کیا ہو اور وہ اپنی موت سے پہلے متغیر حافظے والا ہو گیا تھا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ بڑھاپے کی اس حد پر پہنچ گیا تھا جہاں دماغ کی چولیس ڈھیلی پڑ جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۲۰۱ جلد ۴ تا ص ۲۰۴ (طبع عبدالنواب ملتان) (18)

ابوداؤد ایک سند اس کے ساتھ اور لائے ہیں وہ اسباط بن نصر سے ہے۔
”قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ اسْبَاطُ بْنُ نَصْرِ اَيْضًا عَنْ سَمَّاكِ“

(ابوداؤد ص ۴۴۷ ج ۲ طبع مصر) (19)

اس روایت کا دارومدار بھی سماک پر ہے یعنی یہ سند ایک ہی ہے صرف یہ کہ سماک کے دو شاگرد ہیں جو ان سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں ایک اسراہیل اور دوسرا اسباط بن نصر۔

چنانچہ تقریب التہذیب ص ۳۳۳ پر ہے ”اسْبَاطُ بْنُ نَصْرِ صَدُوْقٍ كَثِيْرُ الْخَطَاِءِ“ یعنی یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ ”يَغْرُبُ اَيْسَاءِ اَيْسَاءِ الْفَاظِ لَا تَابِ“ کوئی دوسرا روایت نہیں کرتا۔

تہذیب التہذیب میں ہے۔

اس روایت میں حضرت وائل سے روایت کرنے والے ان کے بیٹے علقمہ بن وائل ہیں وہ یہ نہیں فرما رہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے بلکہ روایت میں عَنْ اَبِيْهِ کے لفظ ہیں اور قول صحیح پر علقمہ بن وائل کا سماع اس کے والد سے ثابت نہیں۔ امام جرح و نقد سبکی بن معین اس کے سماع کا انکار کرتے ہیں یعنی انہوں نے اپنے باپ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص ۳۶۷ (طبع نشر المند لاہور) تہذیب التہذیب ص ۲۴۷ جلد ۷ (طبع عبدالنواب اکیڈمی ملتان) اور میزان الاعتدال ص ۱۰۸ جلد ۳ (طبع دار الفکر، بیروت) (17)

ترمذی نے اگرچہ علقمہ کا سماع اس کے والد سے مانا ہے لیکن امام سبکی بن معین کا علم جرح و تعدیل میں جو رتبہ ہے ترمذی کا وہ رتبہ نہیں اس لئے ان تینوں کتابوں میں ان کے قول کو نقل کرنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی گئی یعنی وہ اس قابل نہیں کہ اسے سبکی بن معین کے مقابل جگہ دی جائے۔

اور ان سے روایت کرنے والے سماک بن حرب ہیں۔ امام احمد سے ہے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے۔ شعبہ اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ ابن عمار نے کہا کہ قدیم محدثین یہ کہتے تھے کہ وہ غلطیاں کیا کرتا تھا اور اس کی حدیث کے قبول کرنے میں اختلاف ہے ثوری اسے کچھ ضعیف قرار دیتے تھے۔ ابو حاتم نے کہا ویسے تو سچے ہیں ثقہ ہیں لیکن ہیں اسی طرح جس طرح امام احمد نے فرمایا یعنی ان کی حدیث میں اضطراب ہوتا ہے۔ ابن مبارک سے روایت ہے کہ سماک روایت حدیث میں ضعیف ہے۔ نسائی نے کہا اس کی حدیث میں کچھ ہے۔ صالح جزرہ نے کہا وہ ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔ ابن خراش نے کہا اس کی حدیث میں لین اور

نسائی نے کہا قوی نہیں ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ امام بخاری تعلیقاً کتاب الاستسقاء میں اس سے حدیث لائے۔ (تعلیقات بے سند حدیثیں ہوتی ہیں) امام احمد نے اور امام بیہقی نے سنن کبیر میں اس حدیث کی سند بھی بیان کی (ابن حجر لکھتے ہیں) اور وہ حدیث منکر (انتہا درجہ کی ضعیف) ہے میں نے اپنی تعلیق میں اس کی وضاحت کی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ اوسط میں اسے صدوق کہا اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس کا ذکر کیا اور امام مسلم کے حالات میں یہ بات آئے گی کہ ابو زرعد نے اسباط کی روایت لانے پر مسلم پر اعتراض کیا۔ ساجی نے کتاب الضعفاء میں کہا کہ اس شخص نے سماک بن حرب سے ایسی حدیثیں روایت کیں جس پر اس کا ساتھ کوئی نہیں دیتا“

(تہذیب التہذیب ص ۱۸۶ جلد اول طبع عبدالنواب ملتان)

محمد ثین کے نزدیک مذکورہ بالا حدیث کی حیثیت:

محمد ثین کے نزدیک اس حدیث میں ایک سے زیادہ جگہ پر کلام ہے۔
 نمبر ۱۔ یہ کہ اس روایت کا راوی علقمہ بن وائل ہے اگرچہ وہ اپنے والد ماجد سے روایت کر رہا ہے تاہم جمہور محمد ثین کے نزدیک اس کا سماع اس کے باپ سے ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص ۳۶۷ (طبع نشر السنہ لاہور) تہذیب التہذیب ص ۲۴۷ جلد ۷ (طبع عبدالنواب اکیڈمی ملتان) میزان الاعتدال ص ۱۰۸ جلد ۳ (طبع دار الفکر بیروت) (21)

اگرچہ ترمذی نے علقمہ کا سماع مانا ہے لیکن جمہور کے مقابل ان کے قول کو تسلیم نہیں کیا گیا اس لئے کہ ترمذی سے راویوں کے بارے میں کبھی تسامح ہو جاتا ہے، دلیل یہ ہے کہ مذکورہ بالا کتب اسماء رجال میں محدث ذہبی اور محدث حافظ ابن حجر نے

”قَالَ حَرْبٌ قُلْتُ لِأَحْمَدَ كَيْفَ حَدِيثُهُ قَالَ مَا أَدْرِي وَكَانَهُ ضَعْفُهُ وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ سَمِعْتُ أَبَانَ عِمَّ يُضَعِّفُهُ وَقَالَ أَحَادِيثُهُ عَامِيَةٌ سَقَطَ مَقْلُوبٌ الْأَسَانِيدِ وَقَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ قُلْتُ عَلَّقَ لَهُ الْبُخَارِيُّ حَدِيثًا فِي الْإِسْتِسْقَاءِ وَقَدْ صَلَّى الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي السُّنَنِ الْكَبِيرِ وَهُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ أَوْضَحْتُهُ فِي التَّعْلِيقِ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيخِهِ الْأَوْسَطِ صَدُوقٌ وَذَكَرَ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثَّقَاتِ وَسَيَّئِي فِي تَرْجَمَةِ مُسْلِمِ بْنِ الْحُجَّاجِ إِنَّكَارَ أَبِي زُرْعَةَ عَلَيْهِ إِخْرَاجُهُ لِحَدِيثِ اسْبَاطٍ هَذَا وَقَالَ السَّاجِيُّ فِي الضُّعْفَاءِ رَوَى أَحَادِيثَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا عَنْ سَمَّاكِ بْنِ حَرْبٍ“

(تہذیب التہذیب ص ۱۸۶ جلد اول طبع عبدالنواب ملتان) (20)

امام احمد سے حرب نے سوال کیا کہ اسباط بن نصر کی حدیثیں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا مجھے نہیں پتا۔ حرب کہتے ہیں گویا انہوں نے اسباط کو ضعیف قرار دیا۔ ابو حاتم نے کہا میں نے ابو نعیم سے سنا وہ اسے ضعیف قرار دیتے تھے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس کی احادیث عام قسم کی ہیں قابل قدر نہیں ہیں سندیں تبدیل شدہ ہیں۔ امام

حافظ ابن حجر شرح میں فرماتے ہیں کہ منقطع میں سقوط کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ سقوط دور اوپوں کا سند کے مختلف مقام سے ہو متصل نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ سند میں کہیں سے فقط ایک راوی کا سقوط ہوا ہو تو وہ بھی منقطع کہلاتی ہے۔
پھر اس کے بعد کبھی تو سقوط واضح ہوتا ہے (راوی مروی عنہ کے ہم زمان نہ ہو) اور کبھی سقوط خفی ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا روایت منقطع ہے:

مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ علقہ بن وائل اور ان کے والد کے درمیان کوئی راوی گرا ہوا ہے اور منقطع روایت، منقطع سند والی حدیث رد ہو جاتی ہے لہذا یہ حدیث قابل قبول نہیں۔

حدیث صحیح کی جو تعریف محدثین نے کی ہے وہ یہ ہے

”خَيْرُ الْأَحَادِ بِنَقْلِ عَدْلِ تَامِ الضَّبْطِ مُتَّصِلِ
السَّنَدِ غَيْرِ مُعَلَّلٍ وَلَا شَاذٍ وَهُوَ الصَّحِيحُ
لِدَلِيلِهِ فَإِنَّ خَفَّ الضَّبْطُ فَالْحَسَنُ
لِدَلِيلِهِ“ (نخبۃ الفکر متن نزہۃ النظر ص ۳۰ تا ص ۳۱)

(طبع فاروقی کتب خانہ ملتان) (23)

روایت مذکورہ صحیح السند نہیں:

یعنی خبر احاد جب کسی ایسے عدل کی نقل سے ہو جو اس حدیث کا کامل الضبط رکھتا ہو اور وہ حدیث متصل سند والی ہو (منقطع وغیرہ نہ ہو) اور وہ حدیث نہ معطل ہو نہ شاذ ہو وہ صحیح لذاتہ کہلاتی ہے اگر باقی سارے شرائط پائے جائیں لیکن راوی کے

ترذی کے قول کو درخور اعتناء نہیں سمجھا جس کا حوالہ اوپر گزرا ہے۔

اور جب کوئی راوی کسی ایسے شخص سے روایت کرے جس سے اس نے خود نہ سنا ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس نے کسی دوسرے راوی سے سنا ہے۔ جس کا ذکر نہیں کیا تو لازماً درمیان میں کم از کم ایک راوی کا ذکر نہیں ہوا تو ایسی حدیث کو منقطع کہتے ہیں اور ایسی حدیث محدثین کے نزدیک رد کردی جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر ”نخبۃ الفکر“ میں لکھتے ہیں۔

”ثُمَّ الْمَرْدُودُ إِذَا مَا أَنْ يَكُونَ لِسَقْطِ أَوْ طَعْنِ
فَالسَّقْطُ إِذَا مَا أَنْ يَكُونَ مِنْ مَبَادِي السَّنَدِ مِنْ
مُصَنِّفٍ أَوْ مِنْ آخِرِهِ بَعْدَ التَّابِعِيِّ أَوْ غَيْرِ
ذَلِكَ فَالْأَوَّلُ الْمُعْلَقُ وَالثَّانِي هُوَ الْمُرْسَلُ
وَالثَّلَاثُ إِنْ كَانَ بَاطِنِينَ فَصَاعِدًا مَعَ التَّوَالِي
فَهُوَ الْمُعْضَلُ وَالْأَوَّلُ فَالْمُنْقَطِعُ ثُمَّ قَدْ يَكُونُ
وَاضِحًا أَوْ خَفِيًّا“ (نخبۃ الفکر متن نزہۃ النظر ص ۶۰)

تا ص ۶۵ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان) (22)

یعنی وہ حدیث جو رد ہوتی ہے اس کا رد ہونا یا تو سند سے کچھ سقوط کی وجہ سے ہوگا یا کسی راوی پر طعن کی وجہ سے پھر سند کا سقوط یا تو مصنف کے تصرف سے سند کی ابتداء سے ہوگا یا اس سند کے آخر سے تابعی کے بعد یا اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے۔ قسم اول کو مععلق کہتے ہیں اور قسم ثانی کو مرسل کہتے ہیں اور قسم ثالث کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ کہ دو یا دو سے زیادہ راوی متصل کا سقوط ہو تو اسے معطل کہتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ منقطع ہے۔

ضبط میں معمولی سی کمی ہو تو وہ حسن لذاتہ کہلاتی ہے پھر اگر اس طرح کی حسن کئی سندوں سے آئے تو اسے بھی صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

محدثین کے اس قانون سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث صرف اس ایک اعتراض کے بناء پر صحیح کی تعریف سے خارج ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کے دوسرے راویوں پر بھی اعتراض ہوا ہے ان کی وجہ سے بھی یہ حدیث نہ صرف یہ کہ صحیح کی تعریف سے نکل جاتی ہے بلکہ عدم اتصال اور بوجہ کمی حافظ راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف کی تعریف میں داخل ہو جاتی ہے۔

مذکورہ روایت معطل ہے:

صحیح کی تعریف میں یہ بات اوپر گزر چکی ہے کہ وہ روایت معطل ہو اور نہ شاذ۔ معطل کسے کہتے ہیں ”یہ وہ روایت ہے جس میں راوی کو ایسا وہم ہو گیا ہو جو حدیث کو مقبولیت کے درجے سے نکال کر رد کر دے“

چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

(لَمْ الْوَهْمُ إِنَّ اطَّلَعَ عَلَيْهِ
بِالْقَرَّائِنِ) الدَّالَّةِ عَلَى وَهْمِ رَاوِيهِ مِنْ وَضَلِ
مُرْسَلٍ أَوْ مَنْقَطِعٍ أَوْ إِذْ خَالَ حَدِيثٌ فِي حَدِيثٍ
أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ مِنَ الْأَشْيَاءِ الْقَادِحَةِ وَيَحْضُلُ
مَعْرِفَةَ ذَلِكَ بِكَثْرَةِ التَّبَعِ (وَجَمْعِ الطَّرِيقِ)
هَذَا هُوَ (الْمُعَلَّلُ) وَهُوَ مِنْ أَعْمَضِ أَنْوَاعِ

غُلُومِ الْحَدِيثِ وَأَدْقَهَا وَلَا يَقُومُ بِهِ إِلَّا مَنْ
رَزَقَهُ اللَّهُ تَعَالَى فَهَمَّا ثَابِقًا وَحِفْظًا وَاسِعًا
وَمَعْرِفَةً تَامَةً بِمَرَاتِبِ الرُّوَاةِ وَمَلَكَةٍ قَوِيَّةٍ
بِالْأَسَانِيدِ وَالْمُتُونِ وَلِهَذَا لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهِ إِلَّا
قَلِيلٌ مِنْ أَهْلِ هَذَا الشَّانِ كَعَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ
وَأَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ وَابْنِ خَالِطٍ وَابْنِ عَرَبَةَ
وَأَبِي حَنِيْفَةَ وَأَبِي حَسَنِ وَأَبِي زُرْعَةَ
وَالدَّارِ قُطَيْبِي وَقَدْ بَقِصُرُ عِبَارَةِ الْمُعَلَّلِ عَنْ
إِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَى دَعْوَاهُ كَالصَّيْرِ فِي فَيْ نَقْدِ
الْبَيْنَاتِ وَالذَّرَاهِمِ“ (شرح نخبية الفکر ص ۷۳ تا ص
۷۵ طبع فاروقی ملتان) (24)

وہم کا حکم یہ ہے کہ اگر اس پر ایسے قرآن اور علامات کے ذریعے اطلاع ہو جائے جو اس کے راوی کے وہم پر دلالت کرتے ہوں۔ جیسے مرسل یا منقطع کو متصل کر دینا یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دینا یا اس کی مانند دوسرے امور جو حدیث میں جرح و قدح کا موجب ہوں اور ان امور کی پہچان احادیث کی بکثرت چھان بین اور ان کی مختلف سندوں کو جمع کرنے سے حاصل ہوتی ہے تو یہ معطل ہے۔ جس کا علم علوم حدیث کے انواع میں سے انتہائی مشکل اور باریک ہے جو اس شخص کے حصے میں آتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے روشن سمجھ، وسیع حافظہ اور راویوں کے مراتب کی

رہتا ہے وہ قسم بھی اس حدیث میں پائی جاتی ہے اس لئے امام نسائی کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے کہ سماک بن حرب کی حدیث میں کوئی بات قابل اعتراض ہے پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث معلل کی دونوں قسموں کی جامع ہے۔ جبکہ صحیح کی تعریف میں یہ شرط گزر چکی ہے کہ وہ معلل نہ ہو لہذا یہ حدیث قطعاً صحیح نہیں بلکہ قابل رد ہے۔

فقہاء کے اقوال کی روشنی میں حدیث مذکور کا جائزہ:

محدثین اپنی اصطلاح میں جس روایت کو معلل کہتے ہیں فقہاء اسے منقطع باطنی کہتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ محدثین بسا اوقات کسی حدیث کو معلل کہہ کر رد کرتے ہیں لیکن خرابی کی وجہ واضح نہیں کر سکتے۔ جبکہ فقہاء کے ہاں ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ خرابی کی وجہ بھی واضح کرتے ہیں۔

انقطاع باطنی کی تعریف:

فقہاء کے قواعد کے مطابق انقطاع باطنی کی تعریف مندرجہ ذیل ہے۔

”التَّقْسِيمُ الشَّائِي فِي الْإِنْقِطَاعِ فَهُوَ نَوْعَانِ
ظَاهِرٌ وَبَاطِنٌ أَمَّا الظَّاهِرُ وَأَمَّا البَاطِنُ
فَإِنْ كَانَ لِنُقْضَانِ فِي النَّاقِلِ فَهُوَ عَلَى
مَا ذَكَرْنَا {مَنْ عَدِمَ قَبُولَ خَيْرِ الْكَافِرِ
وَالْفَاسِقِ وَالصَّبِيِّ وَالْمَقْفَلِ (نور الانوار)}
وَإِنْ كَانَ بِالْعَرَضِ بِأَنْ خَالَفَ الْكِتَابَ
وَالسُّنَّةَ الْمَعْرُوفَةَ أَوْ الْحَادِثَةَ الْمَشْهُورَةَ أَوْ
أَعْرَضَ عَنْهُ الْأَيْمَةُ مِنَ الصُّدْرِ الْأَوَّلِ كَانَ

مکمل پہچان عطا فرمائی ہو اور سند اور متن کے بارے میں قوی ملکہ دیا ہو۔ اس لئے علم معلل کے بارے میں بہت ہی کم محدثین نے کلام کیا جیسے علی بن مدینی، احمد بن حنبل، بخاری، یعقوب بن ابی شیبہ ابو حاتم، ابو زرعة اور دارقطنی رحمہم اللہ۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حدیث کو معلل قرار دینے والا معلل اپنے الفاظ میں اس حدیث کے معلل ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتا جیسا کہ سونے چاندی کے پرکنے والا صرف دینار اور درہم کی خرابی پر کوئی دلیل لانے سے قاصر رہتا ہے۔

(شرح تخریج الفکر ص ۴ تا ص ۵ طبع فاروقی ملتان)

محدث حافظ ابن حجر کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ معلل حدیث ناقابل قبول ہوتی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس میں محدث کسی سبب پر روشنی ڈال سکتا ہے جیسے حدیث کا مضطرب ہونا وغیرہ اور دوسرا یہ کہ اس میں محدث کو پتا تو چل جاتا ہے کہ یہ معلل ہے لیکن معلل ہونے کے سبب پر روشنی نہیں ڈال سکتا۔

زیر غور روایت معلل ہے:

اس لئے کہ امام احمد بن حنبل نے سماک بن حرب کی حدیثوں کو مضطرب قرار دیا اور یہی احمد بن حنبل ہی ہیں جنہوں نے سند میں یہی حدیث سماک بن حرب سے روایت کی اور اس کی مختلف سندوں کے ملانے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ متن حدیث ایک دوسرے سے متعارض ہے جیسا کہ اس سے قبل مختلف کتابوں کے حوالے سے یہ بات سامنے آچکی ہے علاوہ ازیں معلل کی ایک دوسری قسم جس کے بارے میں یہ کہا گیا کہ محدث اس پر کتبہ چینی کرتا ہے مگر خرابی کی وجہ بتانے سے قاصر

نتیجہ بحث:

ثابت ہوا کہ یہ روایت اپنے الفاظ، معنی اور اپنی سند اور متن ہر ایک کے پیش نظر قطعی رد اور ناقابل قبول ہے۔

ہماری بحث پر ممکنہ اعتراض کا جواب:

الحمد للہ اس حدیث کے بارے میں کلام اپنے کمال کو پہنچا۔ یہ ایک ہی حدیث تھی جس کی بناء پر حدود آرڈیننس کے مصنف یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ زنا بالجبر کی حد میں کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہوتی اس کے ناقابل قبول ہونے کے بعد مصنف کے استدلال کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے گر جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے مصنف اس کے بچانے کے لئے یہ اعتراض سامنے لائیں۔

زنا بالجبر حرامہ نہیں:

مصنف کا موقف یہ ہے کہ زنا بالجبر حرامہ ہے عام زنا نہیں اور حرامہ میں گواہ لانا ضروری نہیں کیونکہ قرآن مجید میں حرامہ کی سزا بیان کرتے وقت گواہوں کی قید نہیں لگائی گئی۔ تو اس کے جواب میں گزارش ہے کہ آج تک جن چاروں فقہاء کے مذاہب امت میں مروج ہیں ان میں سے کسی کی نص نہیں ہے کہ زنا بالجبر کی سزا عام زنا کی سزا سے مختلف ہے۔ نہ ہی قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ ذکر ہے کہ زنا کی دو قسمیں ہیں۔ زنا بالجبر اور زنا بالرضا اور دونوں کی مختلف سزائیں ہیں۔ احادیث نبویہ (جو اس بارے میں مشہور ہیں بلکہ اگر کہا جائے کہ متواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں تو کوئی یحید نہیں) میں زنا کی ایک جیسی سزا مقرر کی گئی ہے۔

مَرْدُوْدًا مُنْقَطِعًا أَيْضًا (25)

المنار متن نور الانوار ص ۱۸۵/۱۸۶ (طبع دارالحدیث ملتان)

”دوسری تقسیم انقطاع کے بارے میں ہے اور انقطاع دو قسم پر ہے۔ انقطاع ظاہر اور انقطاع باطن (پھر انقطاع ظاہر پر روشنی ڈالی اور اس کے بعد لکھا) رہا انقطاع باطن تو اگر وہ ناقل میں کسی کمی کی وجہ سے ہو تو وہ اسی طرح پر ہوگا جس طرح ہم ناقل کے بارے میں بیان کر آئے ہیں کہ کافر، فاسق، بچے اور غافل مزاج اشخاص کی خبر اور روایت قبول نہیں ہوتی اور اگر اس دلیل کو دوسرے دلائل پر پیش کرنے سے اس میں نقص ظاہر ہوتا ہو یا اس طور کہ وہ روایت کتاب اللہ کے مخالف ہے یا ایسی سنت کے جو امت میں مشہور و معروف ہو یا کسی مشہور واقعہ کے خلاف آئی ہو یا اول عہد کے علماء اور ائمہ نے اس حدیث کو ترک کر دیا ہو اور اس سے منہ موڑ لیا ہو۔ ایسی حدیث بھی انقطاع باطنی کی وجہ سے منقطع ہو کر رہے گی“

(المنار متن نور الانوار ص ۱۸۵/۱۸۶ طبع ملتان)

فقہاء کرام کے مذکورہ بالا ارشاد کی روشنی میں جب ہم اس روایت کو دیکھتے ہیں تو یہ قرآن مجید کے صریح ارشاد ”لَوْ لَا جَاءَ وَاعْلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكٰذِبُونَ“ (سورہ نور آیت نمبر ۱۳) یعنی بدکاری کی تہمت لگانے والے اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک تہمت لگانے والے ہی جھوٹے ہیں۔

یہ خبر واحد اگر صحیح قرار پائے تو اس آیت کے مخالف ہے۔ لہذا معلل اور منقطع باطنی قرار پا کر رد ہو جائے گی۔

اپنی بیوی یا بیٹی کی عزت لئے نہیں دیکھ سکتا۔ اگر اللہ کی مقرر کردہ سزا سے زیادہ سزا دی جاسکتی تو ان عصمت دری کرنے والوں کو زیادہ سزا دی جاتی“
(حدود آرڈیننس ص ۱۲)

مصنف نے قاضی عیاض کی طرف منسوب عبارت کو جس بات کی تائید میں پیش کیا ہے وہ مندرجہ ذیل دعوؤں کا مجموعہ ہے۔

۱- یہ کہ رجم کوئی حد نہیں بلکہ ایک تعزیر ہے جو حاکم جاری کر سکتا ہے۔ II- یہ کہ اس تعزیر کو مناسب ہے کہ اس وقت جاری کیا جائے جب کسی مرد نے کسی عورت سے زبردستی کی ہو۔ III- رجم حد ہے لیکن اسے گھٹایا بھی جاسکتا ہے بڑھایا نہیں جاسکتا۔ IV- رجم کی حد زنا بالرضا پر نہیں بلکہ زنا بالجبر والے مرد پر ہے۔ V- زنا بالرضا میں سو کوڑوں کی حد لگائی جائے گی۔ VI- یہ کہ زنا خالص سے نیچے جتنے بے راہ روی کے کام ہیں ان میں سے کوئی کام کرنا نہ کسی حد کا موجب ہے نہ سزا کا۔ VII- یہ کہ رجم کے ثابت کرنے کے لئے کسی گواہی کی ضرورت نہیں نہ چار کی نہ دو کی نہ ایک کی نہ مرد کی نہ عورت کی بلکہ صرف جبر کا شکار ہونے والی خاتون کا دعویٰ کافی ہے۔

اب ان امور پر مصنف بھاگ دوڑ کر کے جو دلائل لائے ہیں وہ قاضی عیاض سے منسوب ایک عبارت ہے جو خود ان کی کسی کتاب سے پیش نہیں کی گئی اور نہ ہی ان کی کسی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے بلکہ کسی اور شخص کی کتاب ”احکام القرآن لابن العربی“ سے پیش کی گئی ہے اس عبارت کو اگر تسلیم کر لیا جائے جس کے عربی الفاظ بھی مصنف نے نقل نہیں کئے تو بھی یہ حوالہ نہ مصنف کو مفید ہے اور نہ ہمیں مضر۔ مصنف

کسی حدیث میں اس کی تصریح نہیں کہ زنا بالجبر کی سزا زنا بالرضا سے مختلف ہوتی ہے۔ اور نہ یہ کہ زنا بالرضا کی سزا کبھی بھی رجم نہیں ہوئی اور یہ کہ زنا بالجبر کا مرتکب اگر وہ شخص ہو جس پر بوجہ عدم احصان رجم لازم نہیں تو اسے رجم کیا جائے۔ یہاں تک کہ یہ روایت جو خود مصنف نے پیش کی اور اس کا ناقابل اعتبار ہونا اور پر بیان ہو چکا ہے اس میں بھی یہ تصریح نہیں کہ زنا بالجبر کی سزا اور ہے اور زنا بالرضا کی اور۔ امت کے چاروں فقہاء جن کے مذہب پر امت کا عمل ہے بلکہ ابن حزم جیسے ظاہری اور ان کے اتباع ابن تیمیہ اور ابن قیم اور زبیدی فقہ کے فقہاء حتیٰ کہ علامہ شوکانی تک کوئی سلسلہ فقہ اور سلسلہ حدیث اس فرق کا قائل نہیں اور نہ مصنف ایسی کوئی روایت پیش کر سکے بڑی بھاگ دوڑ سے اس نے قاضی عیاض مالکی کی ایک بحث کا ذکر کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف لکھتے ہیں؟

”قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ان کے ایام قضا میں ایک قافلے پر کچھ افراد نے حملہ کر کے ایک عورت کو اٹھالیا جب وہ پکڑے گئے اور مقدمہ میرے سامنے پیش ہوا تو کچھ مفتیوں کی رائے تھی کہ یہ حرام نہیں ہے کیونکہ حرامہ کا تعلق مال سے ہے عصمت سے نہیں میں نے انہیں جواب دیا کہ افسوس تمہیں احساس نہیں کہ عزت لوٹنا مال لوٹنے سے بڑا جرم ہے لوگ اپنے سامنے اپنے مال کی تباہی برداشت کر لیتے ہیں لیکن کوئی شخص

کے الفاظ میں ہی اس کا قصہ یہ ہے کہ کسی قافلے پر چڑھائی کر کے کچھ ڈاکو ایک خاتون کو زبردستی اغوا کر کے لے گئے یعنی اور کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ ظاہر ہے کہ عورت جب برآمد ہوگئی تو بھی اس نے کوئی الزام زنا کا نہ لگایا اور نہ مصنف اغوا کے ساتھ زنا کے جرم کا اضافہ کرتے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اس خاتون کو عتاب ہی کر دیا ہو۔ ان صورتوں میں بعض فقہاء کا کہنا یہ تھا کہ ان ڈاکوؤں نے نہ تو قتل کیا ہے نہ مال لوٹا ہے لہذا انہیں قتل، پھانسی یا ہاتھ پاؤں کاٹنے کی حد نہیں لگائی جائے گی۔ قاضی صاحب نے اسکے جواب میں یہ نہیں کہا کہ انہوں نے خاتون کو عتاب کر دیا تو وہ قتل کے قائم مقام ہے تو ثابت ہوا کہ خاتون عتاب نہیں کی گئی تھی۔ قاضی عیاض صاحب نے یہ بھی نہیں کہا کہ خاتون کو اغوا کر لینا اسے قتل کرنے کی طرح ہے اور نہ یہ فرمایا کہ خاتون سے زنا کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔ ثابت ہوا کہ قاضی عیاض نہ اس خاتون سے زنا بالجبر کا قول کر رہے تھے اور نہ ہی مجرم فریق کے قتل کی بات کرتے تھے۔ وہ صرف اتنی بات فرما رہے تھے کہ مال چرانے پر ایک ہاتھ اور پاؤں کاٹا جاتا ہے تو عورت چرانے پر کیوں نہ کاٹا جائے۔ ثابت ہوا کہ وہ زنا کا الزام ثابت نہیں پارہے تھے۔ بلکہ صرف عورت کو اٹھالے جانے کی بات کر رہے تھے اور اسکی سزا میں بھی قتل کو تجویز نہیں کر رہے تھے بلکہ ایک ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کو نیز یہ کہ اس کلام میں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ یہ الزام فقط عورت نے لگایا تھا اور اس میں کوئی گواہ موجود نہیں تھا۔ عورت کو تو پکڑ کر لے گئے تو اس نے یہ الزام قاضی صاحب کے سامنے کیا وائرس یا ٹیلی فون کے ذریعے لگایا تھا جبکہ یہ چیزیں ابھی ایجاد بھی نہیں ہوئیں تھیں۔ تو گواہی کے بغیر سزا کا دعویٰ بھی ثابت نہ ہوا۔

لہذا یہ مسئلہ ہی سرے سے اور ہو گیا قاضی عیاض نہ زنا بالجبر مان رہے ہیں نہ اسکی سزا میں قتل کا مطالبہ کر رہے ہیں نہ رجم کرنے کا حکم لگا رہے ہیں نہ بغیر گواہوں کے زنا ثابت مان رہے ہیں۔ لہذا قاضی صاحب کی اس عبارت کو پیش کرنا نہ مصنف کے لئے فائدہ مند ہوا اور نہ ہمارے لئے نقصان دہ۔ کیوں کہ اس کا زیر بحث امور سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

اس طرح اگر آج کل ہو (بلکہ ہوتا رہتا ہے) کہ سکول کالج کی پڑھی لکھی خواتین کسی سے خفیہ سیٹنگ کر لیں تو اس کو گھر لے جانے کے لئے جو رشتے دار آیا ہے اسکو ہتھیاروں سے خوفزدہ کر کے لڑکی کے دوست یا دوست کے دوست اسے اغوا کر کے لے جاتے ہیں تو وہ فوری طور پر مجسٹریٹ کے پاس جا کر یہ بیان دیتی ہے کہ میں اپنی رضا سے اس شخص سے نکاح کر رہی ہوں۔ مجھے میرے ماں باپ کے پاس واپس نہ بھیجا جائے تو کیا اس صورت میں عورت فاؤنڈیشن کے تلاش کردہ یہ مصنف اس لڑکے کو زنا بالجبر کا مرتکب قرار دے کر رجم کرانے کی کوشش کرنے کے روادار ہیں؟

خلاصہ یہ کہ زنا بالجبر کی علیحدہ سے کوئی سزا قرآن مجید میں بالتحریح ہرگز بیان نہیں کی گئی۔ قرآن مجید میں بالتحریح حرابہ کی بیان کردہ سزاؤں میں (جو چار سزائیں ہیں) رجم کا کوئی ذکر نہیں رسول اللہ ﷺ نے جن مجرموں کو حرابہ کی سزا دی اور جن کے لئے آیت حرابہ نازل ہوئی انہیں بھی آپ نے رجم نہیں فرمایا۔ پھر یہ کہ حرابہ میں قتل کے بدلے قتل اور قتل کے ساتھ مال چھیننے کے بدلے میں پھانسی کے ساتھ قتل اور صرف مال چھیننے کے بدلے میں ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹنا اور ڈرانے کے بدلے قید یا جلا وطنی ہے۔ خاتون کو قتل کئے بغیر صرف اغواء یا صرف زنا پر ہم رجم کی پانچویں سزا تو دے

نہیں سکتے کہ جب پھانسی بھی قتل ہے۔ مگر شمار میں علیحدہ سزا ہے تو رجم بھی شمار میں علیحدہ ہوگی۔ پھر غیر محسن کو قتل کرانا اس حدیث شریف کے خلاف ہے کہ قتل مومن، زنا میں صرف محسن کیلئے ہے اور اسکے علاوہ قصاص اور ارتداد پر (بخاری ص ۱۰۱۲ ج ۲) (26) اور اگر آپ اس حدیث کو قرآن کی تفسیر نہ مان کر منکر حدیث ہو بھی جائیں اور پھر اگر اقوام مغرب یہ کہیں کہ مرد کو زنا کی سزا ”رجم“ یا ”بلا رجم“ قتل، ظلم ہے تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟ جب کہ وہ پہلے سے یہ کہہ رہے ہیں۔

رجم کے معنی اور مصنف کے کلام پر تبصرہ:

مصنف نے قرآن وحدیث سے رجم کے ثبوت پیش کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ رجم کا ذکر قرآن شریف میں ہے یہ بات ٹھیک ہے کہ قرآن میں رجم کا ذکر ضرور ہے لیکن یہ کہیں تصریح نہیں کہ صرف زنا بالجبر میں رجم کیا جائے۔ البتہ زنا بالرضا پر بھی رجم کرنا قرآن مجید کے ارشاد سے ثابت ہے لیکن وہ ارشاد صریح نہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہودیوں کی طرف سے زنا بالرضا کا ایک مقدمہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا کہ ”وَكَيْفَ يُحْجَمُونَكَ وَعِنْتَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ“ (پ ۶ سورہ مائدہ) تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات منگوا کر زیر غور مسئلہ میں تلاوت کرائی تو اس میں یہ تھا کہ سو کوڑے غیر شادی شدہ کے لئے ہیں جبکہ رجم شادی شدہ کے لئے۔

تو اس مسئلہ میں رجم کا ذکر ظاہر اور صریحاً تو نہ ہوا البتہ عبارت النص سے ثابت ہوا۔ بہر حال وہ یہودی عورت تھی اس نے بے دھڑک اپنے لئے اپنے نوکر سے فاحشہ کے ارتکاب کا اقرار کر لیا تو اس کو رجم کیا گیا دونوں فریق میں سے کسی

نے بھی جبر و تخویف کا الزام دوسرے فریق پر نہیں لگایا بلکہ اگر وہ زبردستی کا عذر کرتی تو اسے رجم نہ کیا جاتا۔

پتا چلا کہ رجم اگر بطور حد قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے تو وہ ثبوت اولاً وارد تو زنا بالرضا کے لئے ہے۔ تاہم زنا بالجبر بھی حکم میں شامل ہے اس کا کوئی علیحدہ حکم بیان نہیں ہوا۔

قرآن مجید میں ایک دو اور جگہوں پر بھی لفظ رجم کا ذکر آیا ہے۔ (جن کو مصنف نے بھی ص ۱۲۵ پر ذکر کیا ہے) لیکن وہ قرآنی سزا کے طور پر نہیں بلکہ کافروں کی طرف سے سزا ہے۔ وہ اپنے نبی کو رجم کرنے کی دھمکی دے رہے تھے ”لَوْلَا زَهَطُكَ لَرَجَمْنَاكَ“ (پ ۱۲ سورہ ہود) اور اسی طرح ایک نبی کی زبان پر بھی یہ ذکر آیا ”وَأَنفِ عَذَابَ بَرِيَّتِي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرَجُمُونِ“ (پ ۲۵ سورہ دخان) اے کافرو! میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آیا اس سے کہ تم مجھے رجم کر سکو۔ یہاں بھی کافروں کے رجم کا ذکر ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کافر زنا بالجبر پر رجم کیا کرتے تھے یا معاذ اللہ ان انبیاء پر اس قسم کی کوئی تہمت لگائی گئی تھی۔ لہذا ان الفاظ قرآنیہ کو زنا بالجبر پر رجم کی دلیل بنانا غیر سنجیدہ ذہن کی پیداوار ہے۔

رجم کی بحث میں ذکر کی گئی حدیث پر تبصرہ:

اس سلسلے میں مصنف نے ایک حدیث پیش کرنے کی سعی نا تمام بھی کی ہے اور وہ یہ کہ ایک یہودی مرد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اس سلسلے میں انہوں نے یہ واقعہ پیش کیا ہے۔

جانتی تھی۔ جب مجرم کا نام لیا گیا تو لڑکی نے اس بات میں سر ہلا دیا مجرم کو پکڑ کر لایا گیا اس سے پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے اقرار کر لیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر سے اس کا سر پھوڑنے کا حکم دیا۔ یہ حدیث حضرت انس سے مروی ہے ان سے نیچے کی سند میں کثیر راوی ہیں ان میں سے زیادہ پتھر سے سر پھوڑنے کی بات کرتے ہیں ایک راوی نے گل کھلایا ہے کہ مجرم کو رجم کیا گیا تھا اس روایت میں کئی طریقوں سے کلام ہے۔ (۱) یہ کہ کثیر راویوں کے مقابلے میں ایک راوی کی مخالف روایت فوقیت نہیں رکھتی بلکہ وہ شاہ قرار پا کر ناقابل قبول ہو جاتی ہے (نزہة النظر شرح نخبہ الفکر (ص ۳۶۴ تا ۳۹۲ طبع فاروقی ملتان) (29) (۲) دوسرا یہ کہ اس حدیث کی تشریح میں کچھ ائمہ اس طرف گئے ہیں کہ قاتل جس طریقے سے قتل کرے اس کو قصاص میں اسی طریقے سے قتل کیا جائے۔ لیکن امام ابو حنیفہ کا موقف یہ ہے کہ جب سر کار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لَا قَوْلَ إِلَّا بِالسَّيْفِ (یعنی تلوار کے ماسوا کسی دوسری چیز سے قصاص نہیں) ابن ماجہ ص ۱۹۶ کتاب الدیات (طبع ایچ ایم سعید کراچی) السنن الکبریٰ ص ۶۳ جلد ثامن (طبع نشر السنن ملتان) (30) فرما دیا تو اب قصاص ایک ہی طریقے سے جائز ہے کہ اسے تلوار مار کر قتل کیا جائے اس طرح سے موت دینا جس طرح سے اس نے مقتول کو مارا تھا (سوائے تلوار کے کسی طریقے سے جائز نہیں) تو اس حدیث میں جن حضرات کے نزدیک نسخ نہیں ہوا تو ان کے نزدیک یہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ جس اعزاز سے مجرم نے قتل کیا ہوا اسی طرح قصاص میں اس کو قتل کر لہذا مستقل سزا نہ ہونے کی وجہ سے اس کا زنا سے کوئی تعلق نہ ہوا۔

علاوہ ازیں امام ابو حنیفہ کے قول پر تو ویسے ہی منسوخ ہے اس لئے

”کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کے زیورات اتار لئے اور اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رگڑ ڈالا۔ قاتل پکڑا گیا اور اس نے اقرار بھی کر لیا تو اسے اسی طرح کی سزا دی گئی۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۳۵، ص ۱۶۳)

اس روایت کو امام بخاری نے بخاری ص ۱۰۱۵، ص ۱۰۱۶ جلد ثانی (طبع اصح المطابع کراچی) (27) میں اور امام مسلم نے مسلم ص ۵۸ جلد ثانی (طبع کراچی) (28) میں ذکر کیا ہے۔

مصنف مذکور اس روایت کو یہ کہہ کر اپنی دلیل قرار دیتے ہیں کہ اس ایک واقعہ کی متعدد روایتوں سے ایک روایت میں یہ پایا گیا ہے کہ اس یہودی کو رجم کیا گیا تھا۔ مصنف کی دلیل کی حقیقت سمجھنے کے لئے ہمیں کچھ امور پر غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۱) یہ کیس کسی طرح کے زنا کا کیس نہ تھا۔ اس میں زنا بالجبر پایا گیا نہ زنا بالرضا کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان لڑکی کے زیورات کی خاطر یہودی نے اس کے سر پر پتھر مار کر اسے شدید زخمی کر دیا۔ تاہم وہ مری نہیں تھی کہ وہ زیورات اتار کے چلتا بنا کچھ وقت کے بعد وارثوں کو پتا چلا لیکن ان کے پہنچنے تک ظاہر یہ ہے کہ اس لڑکی کا بہت سا خون ضائع ہو چکا تھا۔ تاہم قدرت الہی سے وہ ابھی تک نہ صرف زندہ تھی بلکہ اسے کے ہوش و حواس بھی برقرار تھے۔ وہ صرف بول نہیں سکتی تھی۔ مسلمانوں کا شک یہودیوں پر تھا اس لئے انہوں نے مختلف یہودیوں کا نام اس لڑکی کے سامنے لیا وہ سر کے اشارے سے انکار کرتی رہی کیونکہ وہ سب لوگ اسی محلے کے تھے اور وہ انہیں

فقہاء کے نزدیک چاروں سزائیں اکٹھی کسی کو نہیں دی جاسکتیں۔

بعض غیر حنفی فقہاء یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی بھی جرم کے تحت ان چاروں میں کوئی سزا بھی دی جاسکتی ہے یہاں تک کہ اسے جیل میں بند کر دیا جائے۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے یا اسکا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ لیا جائے لیکن یہ بات انصاف کے تقاضے کے خلاف نظر آتی ہے اس لئے کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے ایک نہیں دس بارہ آدمیوں کو قتل کر دے اسکو بڑی سخت سزا آپ نے یہ دی کہ اسکا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دیا یا یہ بھی نہیں کاٹا بلکہ اسکو کسی جیل میں بند کر دیا جب تک وہ توبہ نہ کرے یا کسی دوسرے شہر میں بھیج دیا یہ تو بات مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ نے ”او“ یعنی یا اور یا کے مفہوم کے ساتھ سزائوں کے احکام بیان فرمائے لہذا کوئی ایک سزا کافی ہے جو بھی دے دیں۔

اسکا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں او بمعنی یا کئی معانی میں مستعمل ہے۔ کبھی اس لئے بھی آتا ہے کہ جو سب پایا جاتا ہے اسکے مطابق عمل کرو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے قُلْنَا يَا ذَا الْقُرْآنِ اِنَّا اَنْتُ عَذَابٍ وَاِنَّا اَنْتُ تَخَذِلِيهِمْ حُسْنًا (الکھف) یا آپ (انہیں) عذاب دیں (اگر وہ ایمان نہ لائیں) اور یا ان کے معاملے میں حسن سلوک اختیار کریں (اگر وہ ایمان قبول کر لیں) اس میں ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کو عذاب اور احسان دونوں اکٹھے نہیں ہونگے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو عذاب کا مستحق ہو اسکو عذاب اور جو اچھائی کا مستحق ہو اس سے اچھائی کرو۔ اسی طرح آیت حراہہ میں ہے حنفیہ کے نزدیک ہر سزا جرم کی مقدار کے مطابق ہوگی اگر انہوں نے قتل کیا ہے تو اس گروہ کو قتل کر دیا جائے اگرچہ ان میں کچھ قاتل ہوں اور باقی کچھ

اسے پیش کرنا صحیح نہیں۔

حدیث کا حراہہ سے تعلق نہیں:

بہر حال اس حدیث کا حراہہ سے کوئی تعلق نہیں ورنہ آپ ﷺ کسی اور مجاہد کو بھی رجم کراتے اور گواہ طلب نہ فرماتے۔ جبکہ حدیث قسامہ کے مشہور واقعہ میں صحیح مسلم ص ۵۵ ج ۲ پر یہودیوں کے ہاتھوں عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذکر ہے۔ خیبر میں یہودیوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں رہتا تھا۔ مگر حضور ﷺ نے نہ تو کسی یہودی کو رجم کرایا اور نہ بغیر گواہی کے اور بغیر انکے اقرار کے انہیں قتل کا مجرم قرار دیا۔ ثابت ہوا کہ زیر بحث حدیث میں رجم ثابت ہو بھی تو حراہہ کی سزا نہیں بلکہ قصاص با طریق جرم ہوگا جو امام ابوحنیفہ کے علاوہ دوسرے ائمہ کا مذہب ہے اور اس طرح زنا بالرضا کی شرعی سزا سے رجم خارج نہیں ہوگا بلکہ رجم کے تین طرح کے حکم ثابت ہو جائینگے۔ (۱) زنا بالرضا۔ (۲) زنا بالجبر اور (۳) قصاص نفس بالثل۔

آیت حراہہ کا نزول تقاسیر کی روشنی میں:

آیت حراہہ کے شان نزول میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ اہل عربینہ کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی جیسا کہ تفسیر مظہری ص ۷۵، تا ص ۹۰ جلد ۳ (طبع کوئٹہ) تفسیر ابن کثیر ص ۳۶ تا ص ۵۲ جلد ۶ (طبع مصر) تفسیر ابن جریر ص ۱۳۲ تا ص ۱۳۴ ج ۴ (طبع بیروت) میں ہے۔ (31)

رہا حراہہ کی آیت کی تفسیر میں زنا کو شامل کرنا تو واقعاتی اعتبار سے ایسا ہو سکتا ہے کہ ڈاکوؤں نے ڈاکے کے دوران قتل کے ساتھ زنا بالجبر بھی کیا ہو لیکن جیسا کہ ہم بیان کر چکے کہ حنفی فقہ کی روشنی میں قرآن عظیم کی چاروں سزائیں برحق ہیں لیکن تمام

بہر حال یہ کہنا کہ زنا بالرضا میں شادی شدہ پر رجم نہیں یہ قرآن مجید کی کسی آیت اور کسی حدیث کا نتیجہ نہیں اس لئے محض جھوٹ ہے۔ تمام فقہاء قائل ہیں کہ زنا بالجبر کی سزا شادی شدہ کے لئے رجم ہے جو بالکل صحیح قرآن و حدیث کے مطابق تمام فقہاء مذاہب اہل سنت، اہلحدیث اور شیعہ کے اتفاق سے ثابت ہے۔ اسی طرح غیر شادی شدہ کو زنا بالجبر پر سو کوڑے جبکہ غلام کو پچاس کوڑے ثابت ہیں اور اسے رجم ثابت نہیں۔ یہ امر تمام فقہاء کے اتفاق سے ثابت ہے لہذا اسکے خلاف قانون بنانا اسلام کے خلاف ہے۔

لَا قَوْلَ إِلَّا بِالسِّنْفِ:

بیہقی نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”لَا قَوْلَ إِلَّا بِالسِّنْفِ“ ”قصاص نہیں ہوگا مگر لوہے کی کسی چیز کے ساتھ“ لیکن اس حدیث کی سند میں جابر جعفی ایک راوی ہیں جنکے متعلق بیہقی لکھتے ہیں کہ جابر بن یزید جعفی پر طعن کیا گیا ہے دوسری روایت میں حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”لَا قَوْلَ إِلَّا بِالسِّنْفِ“ ”بیہقی لکھتے ہیں کہ یونس راوی نے حضرت حسن بصری سے پوچھا آپ نے یہ حدیث کس سے لی ہے انہوں نے کہا کہ نعمان بن بشیر یہ بات بیان کرتے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حسن بصری نے ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”لَا قَوْلَ إِلَّا بِالسِّنْفِ“ ”ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے یہ مضمون روایت کرتے ہیں اس روایت میں ایک سند کے راوی ابو معاذ سلیمان بن ارقم

قاتل نہ ہوں اور اگر انہوں نے مال بھی چھینا اور قتل بھی کیا تو انہیں سولی پر لٹکا کر مارا جائے اور اگر قتل نہیں کیا مال چھینا ہے تو دایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اگر نہ قتل کیا نہ مال چھینا صرف ڈرا دھمکا کر چلے گئے تو انہیں قید کر دیا جائے۔ اس لئے اسمیں اگر زنا کو شامل بھی مانا جائے تو آیت حراہہ سے زانی کا قتل ثابت نہیں ہوتا بلکہ وہ ایسے ہوگا جیسے کوئی ڈاکو نہ تو قتل کرے نہ مال لوٹے بلکہ صرف اسکی انگلی توڑ دے تو یہاں حاکم کا اسکو ڈرانے کے بدلے میں اسے قید رکھنا جائز ہوگا لیکن یہ قید انگلی توڑنے کا بدلہ نہیں ہوگی بلکہ اسکی دیت اس سے دلوائی جائے گی۔ اگر اسکی عاقلہ ہو تو وہ اسکی دیت ادا کرے گی۔ سو اسی طرح یہ زنا کا امر ہے اگر کوئی اس کا مرتکب ہوتا ہے تو ان سزاؤں کے علاوہ اسے زنا کی مقررہ سزا بھی دی جائے یعنی غیر محسن ہے تو سو کوڑے اور محسن ہے تو رجم کیا جائے۔

لیکن جو لوگ زنا کو حد حراہہ میں شامل کرتے ہیں ان کے قول کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ مجرم کو نہ تو قتل کرو نہ پھانسی دو کیونکہ اس نے قتل نہیں کیا نہ اسکے ہاتھ پاؤں کاٹو کیونکہ اس نے مال نہیں چھینا بلکہ اسے اتنی دیر قید رکھو جتنی دیر وہ توبہ کا اعلان نہ کرے بس پھر چھوڑ دو۔ ہر ذی فہم پر روشن ہوگا کہ یہ بات معنی خیز ہے اور یہ اوجھاپن اس وقت ہوگا جب اس کو زنا کی علیحدہ سزا نہ دی جائے۔ اگر زنا کی علیحدہ سزا ہو تو پھر وہ غیر شادی شدہ کے لئے تو وہی سو کوڑے ہوگی لیکن شادی شدہ کے لئے قتل نہ ہوگا نہ پھانسی بلکہ موت بذریعہ رجم۔ ہاں اگر غیر محسن نے قتل کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا ہے تو صرف اس صورت میں موت بذریعہ قتل یا موت بذریعہ پھانسی بھی کافی ہوگی۔ کیونکہ قتل کے ساتھ چھوٹی سزا کی ضرورت نہیں رہتی، واللہ اعلم۔

رجم کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

مصنف:

لکھتے ہیں

”البتہ اس سلسلے میں جس اہم نکتے پر مناسب توجہ نہیں دی گئی وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اہم خطبہ ہے جسے صحیح بخاری سمیت حدیث کی اہم کتب نے روایت کیا اس طویل خطبے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں“.....

(عربی عبارت نقل کرنے کے بعد مصنف کے الفاظ میں ترجمہ ملاحظہ ہو)

”اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا، اللہ نے رجم کی آیت نازل کی، جسے ہم نے پڑھا سمجھا اور یاد کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا مجھے یہ ڈر ہے کہ بہت زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگ جائے کہ ہمیں تو کتاب اللہ میں رجم کی آیت نہیں ملی نتیجتاً اللہ کے نازل کئے ہوئے ایک فرض کو چھوڑ کر لوگ گمراہ ہو جائیں۔ رجم اللہ کی کتاب میں موجود ہے جو مرد یا عورت مہسن ہونے کے بعد زنا کرے اسے رجم کرنا حق ہے بشرطیکہ ثبوت موجود ہو یا حمل ہو یا اقرار“

ہیں جو عبد الکریم بن ابی الخارق سے روایت کر رہے ہیں۔

ایک اور روایت میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے یہ مضمون روایت کرتے ہیں اس سند کے راوی معلیٰ بن ہلال ہیں ترمذی کہتے ہیں معلیٰ بن ہلال متروک ہیں اور سلیمان بن ارقم ضعیف ہیں اور مبارک بن فضالہ کو حجت نہیں سمجھا جاتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث چھ صحابہ سے مروی ہے اور ان کی سندوں میں کوئی ایسا راوی نہیں کہ تمام صحابہ کی سندوں میں پایا جاتا ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ مدار ایک ہی شخص پر ہے کچھ احادیث کی سندوں میں قدرے کلام ہے لیکن اتنی ساری سندیں اور وہ بھی اتنے صحابہ سے اصول حدیث کے مطابق اس حدیث کو حسن قرار دیتی ہیں بلکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو حسن بصری سے ابن ماجہ میں روایت ہوئی ہے، ابن ترکمانی نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے اس لئے کہ اس میں ابن اہستر کونساکی نے صدوق قرار دیا۔ حر بن مالک کے بارے میں ابو حاتم نے کہا صَدُوقٌ لَا بَأْسَ بِهِ اور مبارک بن فضالہ وہ ہیں کہ امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم يُخَوِّفُ اللّٰهُ عِبَادَةَ بِالْكَسُوفِ میں اس سے متابعات میں روایت کی ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس سے کچھ احادیث روایت کی ہیں اور حاکم نے مستدرک میں بھی اس سے کچھ احادیث روایت کیں اور انہیں ثقہ قرار دیا۔ عفان نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں اور یحییٰ بن سعید قطان اس کی اچھی بنا فرماتے تھے لہذا یہ حدیث قابل عمل ہوگی۔

(سنن الکبریٰ ص ۶۳ جلد ثامن طبع نشر السنہ ملتان) (32)

کیا ضرورت تھی جبکہ حضرت عمرؓ نے بَیِّنَةٌ کا لفظ بولا ہے ثبوت کا نہیں۔ حالانکہ ثبوت بھی عربی زبان کا لفظ ہے۔

اب ہم نے غور کرنا ہے کہ حضرت عمرؓ کیا فرما رہے ہیں وہ فرماتے ہیں۔
(۱) مردِ محسن یا عورتِ محسنہ اگر زنا کے مرتکب ہوں اور اس امر پر گواہ قائم ہو جائیں تو ان میں سے ہر ایک پر رجم حق (اسلام میں ثابت) ہے۔
(۲) یہ ایسی تعزیر نہیں جسے نافذ کرنا حاکم اعلیٰ کی رائے پر ہو بلکہ اللہ کی طرف سے اس کا نفاذ شرائط مذکورہ کے پائے جانے پر فرض ہے۔
(۳) یہ حکم آیت قرآنی سے ثابت ہے۔

(۴) اس حکم کا سمجھنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ کو خدشہ ہے کہ کسی زمانہ میں لوگ اس رجم کے حکم قرآنی ہونے کا انکار کریں گے۔
(۵) اس کے حکم قرآنی ہونے کا انکار کرنے والے اسلام کے صراطِ مستقیم سے بھٹک جائیں گے۔

(۶) جرمِ زنا پر محسنین و محسنات کو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں خلفاء نے اپنے اپنے زمانہ میں رجم کیا۔

(۷) مذکورہ آیت اب بھی کتاب اللہ میں موجود ہے۔
ہم نے یہ خطبہ مصنف کے ترجمہ سے اس لئے نقل کیا ہے کہ مصنف اس خطبے کو اہم نکتہ قرار دے رہے ہیں جبکہ اس کو ماننے سے ان کے تمام تار و پود بکھر کر رہ جاتے ہیں۔
مصنف کا سارا زور اس بات پر صرف ہو رہا ہے کہ زنا کے بارے میں صرف محسن مردوں اور محسنہ عورتوں کو سزا دینے کے لئے کوئی آیت قرآنی نہیں۔ لیکن یہ

اس خطبے سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱) قرآن حکیم میں کوئی ایسی آیت موجود ہے جس میں رجم کا حکم ہے۔
(۲) اس حکم کے بموجب رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین نے رجم کیا۔
(۳) وہ آیت اس طرح کی ہے کہ اس امر کا اندیشہ ہے کہ امتدادِ زمانہ سے لوگ اس آیت سے رجم کا مفہوم لینا چھوڑ دیں یعنی آیت میں صراحتاً رجم کا حکم نہیں ہے۔
(۴) یہ آیت اب بھی کتاب اللہ میں موجود ہے۔ (حدود آردینیس ص ۱۲۸)

تبصرہ:

مصنف نے اپنی غرض فاسد کو پورا کرنے کے لئے یہ خطبہ نقل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس خطبے سے جو نکات اخذ کئے ان میں پہلے تین نکات میں مصنف نے لفظ رجم تو لکھا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ رجم حد زنا ہے اور وہ بھی ہرزانی پر نہیں بلکہ محسن پر ہے اور یہ بھی نہیں بتایا کہ اس حد زنا کے ثبوت کے لئے گواہ یا اعتراف ضروری ہے۔

جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کے ثبوت کی دو صورتیں گواہ یا مجرم کا اقرار ہیں۔

اور تیسری صورت بے خاوند عورت میں حمل کا پایا جانا ہے (یعنی جبکہ وہ مطلقہ ہو یا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو)

مصنف نے ترجمہ میں ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے گواہ کا ترجمہ کرنے کی بجائے ثبوت کے لفظ سے ترجمہ کر دیا۔ اگر ثبوت گواہوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہے تو اقرار بھی ثبوت ہے اور حمل بھی ثبوت ہے پھر ان کے علیحدہ بیان سے تکرار الفاظ کی

بالجبر کی سزا موت ہے“ (حدود آرڈیننس ص ۱۳۱) جب کسی سزا کا نفاذ ہی نہیں کیا گیا اور زنا بالجبر کا لفظ ہی نہیں فرمایا گیا تو اس آیت سے یہ کیسے ثابت ہوا؟

زنا کی حدود سورۃ احزاب کے بعد آتیں:

علاوہ ازیں مصنف کو یہ بات بھی معلوم نہیں کہ جو بات وہ لکھ رہے ہیں وہ

ان کے حق میں ہے یا ان کے خلاف ہے۔ لکھا ہے!

”اور سورۃ الاحزاب، سورۃ النور سے پہلے نازل

ہو چکی تھی“ (حدود آرڈیننس ص ۱۳۱)

ملاحظہ فرمائیں سورۃ نور میں زنا کی سزا مطلقاً سو کوڑے بتائی گئی ہے۔ اس میں جبر اور رضا، عیسیٰ اور غیر عادی مجرم اور مجرمہ کا کوئی فرق نہیں کیا گیا اور اگر سورۃ الاحزاب پہلے نازل ہوئی تھی اور بالفرض اس میں کوئی حکم تھا بھی تو وہ سورۃ نور کی وجہ سے منسوخ ہو جانا چاہئے تھا باقی کیسے رہ گیا؟ اگر حضرت عمرؓ کی مراد سورۃ احزاب کی یہی آیت تھی تو پھر اپنے زمانے میں رجم کیوں کیا؟

معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ سورۃ احزاب کی ان آیات کو رجم کی دلیل نہیں مانتے تھے ورنہ رجم ترک کر دیتے اور یہ بات ہم ہی نہیں کہتے بلکہ خود مصنف بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ ص ۱۳۳ پر لکھتے ہیں۔

”درحقیقت ابواسحاق شیبانی یہ جاننا چاہتے تھے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النور کے نزول کے بعد بھی رجم کیا تو زانیوں کو رجم کرنا آپ کی سنت ثابت ہے اور اگر اس کے بعد نہیں کیا تو یہ امر سورۃ النور کے نزول سے منسوخ ہو گیا لیکن شیبانی کو اس سوال کا جواب کہیں سے نہیں ملا“ (حدود آرڈیننس ص ۱۳۳)

خطبہ ان کی تردید کر رہا ہے کہ آیت قرآنی موجود ہے۔ مصنف نے اپنے طور پر جس آیت سے استنباط کیا ہے اس میں کہیں بھی لفظ زنا موجود نہیں ہے۔ یہ سورۃ احزاب کی کچھ آیات ہیں مصنف کے الفاظ میں ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

”اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو ہدایت کرو کہ وہ اپنے اوپر اپنی بڑی چادروں کے گھونگھٹ لٹکا لیا کریں۔ یہ اس بات کے قرین ہے کہ ان کا امتیاز ہو جائے۔ پس ان کو کوئی ایذا نہ پہنچائی جائے اور اللہ غفور ورحیم ہے۔ یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو مدینہ میں سنسنی پھیلانے والے ہیں، اگر باز نہ رہے تو ہم تم کو ان پر اکسادیں گے، پھر انہیں تمہارے ساتھ رہنے کا بہت ہی کم موقع ملے گا ان پر پھینکا رہو گی۔ جہاں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور بے دریغ عبرت ناک طریقے سے قتل کئے جائیں گے یہی پہلے بھی اللہ کا طریقہ رہا ہے اور تم ہرگز اللہ کے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے“

(حدود آرڈیننس ص ۱۳۰)

لیکن اس آیت میں یہ نہیں ہے کہ انہیں رجم کیا جائے اور نہ یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے بلکہ صرف یہ دھمکی دی گئی ہے کہ منافق اور بیمار دل والے اور مدینہ میں خوفناک افواہیں پھیلانے والے باز نہ آئے تو ہم آپ کو اے نبی ان پر اکسادیں گے یعنی آپ کے پاس اس سلسلے میں کوئی تعزیری حکم نازل فرمائیں گے۔

اس آیت میں کوئی حکم نازل نہیں کیا گیا آئندہ نازل کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ تو وہ حکم کہاں ہے اور کیسے ثابت ہوگا؟ آیت کریمہ مصنف کے دعویٰ کو جھٹلا رہی ہے اس لئے مصنف کا یہ قول غلط ثابت ہوا کہ ”اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا

اس عبارت میں مصنف اقرار کر رہے ہیں کہ جب تک سورۃ النور کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل رجم ثابت نہ ہو تو ہم یہ سمجھیں گے کہ یہ پہلے تھا اور سورۃ النور کے نزول سے وہ منسوخ ہو گیا اور خود ہی یہ لکھ رہے ہیں کہ سورۃ احزاب سے زنا بالجبر پر رجم ثابت (غیر منسوخ) ہے اور سورۃ النور اسکے بعد نازل ہوئی۔ آگے چل کر ان شاء اللہ یہ عرض کیا جائے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مُشَارَاةِیْہَا آیت یہ نہیں بلکہ اور ہے جو سورۃ النور کے بعد نازل ہوئی۔

سر دست ہم یہاں مصنف کے معتمد خطبے پر تبصرہ کر رہے ہیں جسے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔

نمبر ۲:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رجم علی الزنا کا حکم تعزیری اختیار نہیں بلکہ اللہ کا فریضہ ہے یعنی حد لازم ہے لیکن کس ڈھٹائی سے مصنف یہ لکھ رہے ہیں کہ ”مطلب یہ ہے کہ عبرت ناک طریقہ سے سزائے موت زنا بالجبر کی تعزیری سزا ہے جس کی شکل تمدن کے اختلاف سے بدلتی رہتی ہے تاہم اسے زنا بالجبر کی سزا کے طور پر باقی رکھا جاسکتا ہے تاکہ خواتین کی عزت کو مکمل تحفظ حاصل ہو“

(حدود آرڈیننس ص ۱۳۶)

مصنف کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ زنا خواہ بالجبر ہو یا بالرضا اس کی سزا کو تعزیری سزا قرار دینا (جسے حاکم معاف کر سکتا ہو) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے معینہ طریقہ کار کے خلاف ہے اور محض بلا دلیل ہے جبکہ ایسی

باتیں دیوار پر مارنے کے قابل ہوتی ہیں۔

نمبر ۳ اور نمبر ۴:

اب آئیے اس بات پر غور کرتے ہیں کہ پھر وہ کون سی آیت قرآنی ہے جس کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم دیا اس سلسلے میں ہمارا موقف یہ نہیں کہ وہ ”الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَبَا“ کی قسم کی کوئی آیت تھی جو قرآنی تلاوت میں سے منسوخ ہوگئی۔ بلکہ وہ آیت یہ ہے ”اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَكَيْفَ يُحْجِمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَقُولُونَ مِنَّا، بَعْدَ ذَلِكَ وَمَا أَوْلَتْكَ بِالْمُؤْمِنِينَ“ (پ ۶ ماخذہ ۴۳)

ترجمہ!

اور وہ کیسے آپ کو مصنف بنائیں گے؟ حالانکہ ان کے پاس تورات ہے اس میں اللہ کا حکم (موجود) ہے پھر اس کے بعد (بھی) وہ روگردانی کرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں“ (پ ۶ ماخذہ ۴۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توراہ میں اللہ کا حکم موجود ہے اگرچہ آیات کا سیاق کسی قصاص کے مقدمہ کے متعلق ہے لیکن خود مصنف نے تسلیم کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب پر ان کے اپنے قانون کے مطابق زنا کی سزا شادی شدہ عورت کو رجم اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے لگائے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں مصنف کی عبارت ص ۱۳۴ پر لکھتے ہیں۔

مصنف:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں زنا

ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کا فیصلہ تورات کے مطابق کرنے کیلئے قرآن میں حکم اتارا اور تورات کے حکم کو اللہ نے قرآن میں حکم اللہ قرار دے کر شریعت نافذہ قرار دیا جس پر سورہ مائدہ کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۴۳ گواہ ہے اور دوسرا گواہ اسی سورہ کی آیت نمبر ۲۸ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرْعَةً وَمِنْهَا جَا“ (پ ۶ مائدہ ۲۸)

اور اے حبیب! ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ اتاری تصدیق کرتی ہوئی اس کی جو اس کے سامنے ہے آسمانی کتاب سے اور اس پر نگہبان۔ تو فیصلہ کیجئے ان کے درمیان اس سے جو اللہ نے اتارا اور آپ ان کی خواہشات کے پیچھے نہ لگیں اس حق سے دور ہو کر جو آپ کے پاس آیا ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے الگ شریعت اور واضح راہ عمل بنائی ہے“

اس آیت نے قرآن مجید کو تورات کا محافظ قرار دیا ہے اور تورات کی تصدیق کرنے والا بھی قرار دیا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسلمان کو رجم نہ کراتے تو منجائش تھی کہ کوئی کہہ سکتا کہ یہ حکم یہودیوں سے متعلق تھا اہل اسلام سے متعلق نہیں لیکن جب اس حکم کو اللہ نے اللہ کا حکم کہا آیات قرآنی نے ہر حکم تورات کی محافظت کا اعلان کیا تو پتا چلا کہ تورات کے جس حکم پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل فرمائیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بعد حکم تورات ہونے کے ساتھ حکم قرآن بھی قرار پا جاتا ہے۔ ہم صرف مصنف کی تصدیق پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ تورات کی

کے جرم میں جن افراد کو رجم کیا گیا ان کی کل تعداد پانچ تھی ایک یہودی اور یہودیہ کو ان کے اپنے مذہبی قانون کے مطابق رجم کیا گیا۔

معاذ اسمعی کو رجم کیا گیا،

غامدہ کو رجم کیا گیا

جس عورت نے اپنے ملازم سے زنا کیا تھا اسے رجم کیا گیا۔

گویا ان میں سے تین واقعات کا تعلق اسلامی قانون سے ہے اور ایک کا یہودی قانون سے یہ امر معلوم ہے کہ یہودی شریعت میں زنا کی سزا رجم تھی اور جب تک کسی مسئلہ میں کوئی واضح قرآنی حکم نازل نہ ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی شریعت پر عمل کرتے۔

احادیث اور سیرت طیبہ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں“ (ص ۱۳۴ حدود آرڈیننس)

تبصرہ:

یہ غلط ہے کہ یہاں قرآنی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی شریعت کے مطابق فیصلہ دیا۔ تاہم مصنف کے قول سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تورات میں موجود تھا اور اس عبارت سے قبل ہم

موجودہ عبارت بھی پیش کر رہے ہیں۔

”دیکھئے تورات میں ہے.....“

(۱) توراہ ص ۱۱۳ احبار نمبر ۱۱ میں ہے۔

”اور جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیئے جائیں“

(۲) توراہ ص ۱۱۸ استثناء نمبر ۲۲، ۲۳، ۲۴ میں ہے۔

”اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرنا (۲۲)۔“

”اور اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہوگئی ہو اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے (۲۳) تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھانک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لئے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا (۲۳)۔“

(توراہ ص ۱۱۸ استثناء نمبر ۲۲، ۲۳، ۲۴) (33)

یہودیوں کو تورات کے حکم سے رجم، حدیث سے ثابت ہے:

چنانچہ صحیح بخاری ص ۱۰۰۷ ج ۲ پر ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِيهُودِيٍّ وَيَهُودِيَّةٍ قَدْ أَخَذَا جَمِيعًا فَقَالَ لَهُمْ مَا تَجِدُونَ فِي كِتَابِكُمْ
قَالُوا إِنَّ أَحْبَابَنَا أَخَذُوا تَحْمِيمَ الرَّجْمِ وَالتَّجْبِيَةَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ
أَدْعُهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتُّورَةِ فَاتَى بِهَا فَوَضَعَ
أَحْلَهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ وَجَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهُ ابْنُ
سَلَامٍ اذْفَعْ يَدَكَ فَإِذَا آيَةُ الرَّجْمِ تَحْتَ يَدِهِ وَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَرُجِمَا عِنْدَ الْبَلَاطِ فَرَأَيْتَ
الْيَهُودِيَّ اجْتَنَأَ عَلَيْهَا (صحیح بخاری ص ۱۰۰۷ ج ۲ طبع نور محمد کراچی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو لایا گیا ان دونوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لانے والوں سے فرمایا تم اپنی کتاب میں ان کے لئے کیا پاتے ہو وہ بولے ہمارے احبار (علماء) نے ایک نیا حکم تجویز کیا منہ کو کالے کرنے کا اور جرمانہ لگانے کا (یعنی تورات میں کچھ نہیں) عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ آپ انہیں بلوائیں کہ وہ تورات لے کر آجائیں تو تورات لائی گئی تو ان میں سے ایک یہودی نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا اور شروع ہوا وہ اس سے پہلے اور پیچھے کی عبارت پڑھتا تھا۔ تو ابن سلام نے کہا اپنا ہاتھ اٹھا لو تو

کیا دیکھا کہ اسکے ہاتھ کے نیچے رجم کے حکم والی آیت تھی اور حکم دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوڑے کے بارے میں تو ان دونوں کو رجم کر دیا گیا۔

(صحیح بخاری ص ۱۰۰ جلد ۲ طبع نور محمد کراچی) (34)

یہاں پر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسلامی شریعت کی تکمیل کے لئے تورات کا مطالعہ لازمی ہوگا یہ سوال اس لئے صحیح نہیں کہ ہم صرف ان مسائل کے بارے میں کہہ رہے ہیں جن کا ذکر تورات کے حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی فیصلے کے بارے میں اس کا حوالہ دیا اس لئے توراہ کو پڑھنے اور چھان بین کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَا جَا" ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے الگ شریعت اور واضح راہ عمل بنائی ہے۔ یعنی یہ حکم تم پر اس لئے لازم نہیں کہ تورات میں ہے بلکہ تم پر اس لئے لازم ہے کہ تمہارے قرآن نے اسے حکم اللہ قرار دیا ہے۔ تو تمہاری شریعت قرآن قرار پایا نہ کہ تورات۔

بعض جروح میں قصاص نہیں:

شاید یہاں کسی کے دل میں سوال ابھرے کہ توراہ کی آیت قصاص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ثبت فرمایا اس میں زخموں کے قصاص کا حکم بھی ہے جبکہ فقہاء زخموں کے قصاص کے قائل نہیں جب تک کہ عضو تلف نہ ہو۔ میں عرض کروں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "صحیفہ عمر و ابن حزم (جو آپ نے لکھوا کر اہل یمن کو بھیجا) میں یہ فرمایا کہ "فِي الْمَأْمُومَةِ ثَلَاثُ الدِّيَةِ وَفِي الْجَانِفَةِ ثَلَاثُ الدِّيَةِ وَفِي

الْمُنْقَلَبَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ مِنَ الْإِبِلِ" یعنی وہ زخم جو دماغ تک پہنچے یا دماغ کا پردہ اس سے ظاہر ہو جائے وہ مامومہ ہے اور اس پر قصاص لازم نہیں ہوتا بلکہ اصل دیت کا 1/3 حصہ لازم ہوتا ہے اسی طرح اس زخم میں جو جوف تک پہنچے اس میں بھی قصاص لازم نہیں ہوتا بلکہ تہائی دیت لازم ہوتی ہے۔

اسی طرح سے اس زخم میں جس سے ہڈیوں کی سینٹک تبدیل ہو جائے یعنی وہ اپنی جگہ سے ہل جائیں تو اس میں بھی قصاص لازم نہیں ہوگا بلکہ پندرہ اونٹ دیت لازم ہوگی۔ نیل الاوطار میں شوکانی لکھتے ہیں اس حدیث کو ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے صحیح قرار دیا جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں احمد بن حنبل، حاکم، ابن حبان، بیہقی وغیرہ (نیل الاوطار ص ۶۵ ج ۷ طبع مصر) (35)

فقہاء نے اس حدیث کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا کہ جروح میں قصاص نہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید میں لکھے ہوئے تورات کے اس حکم کو اپنے قول سے جو وحی خفی سے قرآن کا بیان ہوتا ہے منسوخ قرار دیا اور اسی پر آپ کا عمل رہا۔

لہذا یہ اسی طرح ہے کہ قرآن مجید کے بعض احکام کسی زمانے کے ساتھ مخصوص کر دیئے گئے اس وقت کے گزرنے کے بعد وہ چند احکام ختم ہو گئے تو انہیں عرف میں منسوخ یا مخصوص سے تعبیر کیا گیا۔ اسی طرح بعض وہ احکام بھی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان کے بارے میں قولاً یا فعلاً جزوی یا کلی طور پر مخصوص ہونے کی خبر دی۔ جیسے وضو میں پاؤں دھونے کا قرآنی حکم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزوں پر مسح کرنے کی احادیث سے مخصوص قرار پایا کہ اگر کوئی موزوں پر مسح کرے تو

طور پر قرآن مجید یا احادیث شریفہ میں اس کے خلاف حکم آجائے تو وہ منسوخ قرار پائے گا۔ ورنہ وہ اسلام کی شریعت ثابتہ ہوگی۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن کی یہ آیت ”فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ“ رجم کا حکم بھی اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اور یہ کہ قرآن تورات کے محافظ ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اس کے ترک کرنے کا نہیں۔

اس لئے اب ہم یہ دیکھیں گے کہ سورۃ مائدہ کے نزول کے بعد کیا کوئی آیت یا حدیث ایسی ہے جو رجم کی نفی ثابت کرتی ہو؟ اگر ایسا نہیں تو رجم قرآن کا حکم قرار پا گیا کہ حکم اللہ کے اجمال کی تفصیل میں رجم بھی شامل ہے اور اس اعتبار سے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے اس وجہ سے اس کو سنت بھی کہا جاسکتا ہے اور سورۃ نور کی آیت جس میں زانی اور زانیہ کو سو کوڑے لگانے کا حکم ہے وہ اس کی نفی کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے کہ سورۃ المائدہ کا نزول، سورۃ النور کے بعد ہوا ہے۔

رجم سورۃ نور کے بعد ہوا ہے:

دیکھئے تفسیر جمل میں ہے۔ علامہ اشعخ سلیمان الجمل رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۲۰۴ھ اپنے حاشیہ تفسیر جلالین کے صفحہ نمبر ۴ پر لکھتے ہیں۔

”کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کے نزول کی ترتیب اور ہے جبکہ تلاوت اور مصحف شریف کے اعتبار سے سورتوں کی ترتیب اور ہے اسی سلسلے میں مدنی سورتوں کی تفصیل میں ص ۵ پر لکھتے ہیں۔

جائز ہے نہ کرے تو بھی جائز ہے کہ پاؤں دھو لے۔

حاصل بحث:

تورات کی اس عبارت کے پیش نظر یہ بات کہ ابھی شک و شبہ سے بالاتر ہو جاتی ہے کہ تورات میں مہن کے لئے زنا کی سزا حمار رجم تھی اس کا نفاذ لازمی تھا۔ اس کے معاف کرنے کی کسی کو گنجائش نہیں تھی اگر معاف کرنے کی گنجائش ہوتی تو جب یہودیوں نے کہا تھا کہ ہمارے علماء نے امیر اور غریب کا حکم یکساں کرنے کے لئے (نام نہاد اجتہاد کے ذریعہ) یہ حکم منسوخ کر دیا تھا تو سرکار فرمادیتے کہ حکام کو منسوخ کرنے کا اختیار ہے۔ چونکہ یہ تعزیری سزا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ اے اللہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا اس کے بعد کہ (یہودیوں نے) اسے مار دیا تھا یعنی عملاً ختم کر دیا تھا۔

(صحیح مسلم جلد دوم ص ۷۰ طبع نور محمد کراچی)

پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ سزا فریضہ ثابتہ کے طور پر دی تھی، تعزیری اختیاری کے طور پر نہیں اور مزید یہ کہ اللہ نے تورات کی شریعت کو حکم اللہ قرار دے دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو رجم فرما کر اس بات کی تصدیق کر دی کہ تورات میں رجم کا حکم تحریف اور نسخ دونوں سے مبرا ہے نہ محرف ہے اور نہ منسوخ، کوئی مسلمان بھی یہ نہیں کہتا کہ پوری تورات کو محرف کر دیا تھا بلکہ وہ بعض مقامات تھے۔ لہذا جس مقام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو لایا عملاً تصدیق فرمائیں کہ تورات کی یہ عبارت کلام الہی ہے وہ اسلام میں بھی اللہ کا حکم قرار پائے گا اگر وہ تورات میں فرض ہے تو مسلمانوں پر بھی فرض ہوگا ہاں اگر واضح

”ثُمَّ النُّزُؤُ ثُمَّ الْحَجُّ ثُمَّ الْمَنَافِقُونَ ثُمَّ
الْمُجَادِلَةُ ثُمَّ الْحُجْرَاتُ ثُمَّ التَّحْرِيمُ ثُمَّ
الصَّفُّ ثُمَّ الْجُمُعَةُ ثُمَّ التَّغَابُنُ ثُمَّ الْفَتْحُ
ثُمَّ التَّوْبَةُ ثُمَّ الْمَائِدَةُ مِنْهُمْ مَنْ يُقَدِّمُ
الْمَائِدَةَ عَلَى التَّوْبَةِ“

”یعنی سورہ نور کے بعد سورہ حج اتری پھر سورہ
منافقون پھر سورہ المجادلہ پھر سورہ حجرات پھر سورہ
تحريم پھر سورہ صف پھر سورہ جمعہ پھر سورہ تغابن پھر
سورہ فتح پھر سورہ توبہ پھر سورہ مائدہ اور کچھ راوی سورہ
مائدہ کا نزول سورہ توبہ سے پہلے ذکر کرتے ہیں۔“

(ص ۵ حاشیہ جمل جز اول طبع قدیمی کتب خانہ
کراچی۔ الاتقان للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۴ جلد
اول طبع لاہور) (36)

ہمارے اس بیان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہودیوں کو جو رجم کرایا وہ سورہ مائدہ کے نزول کے بعد تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے صرف ان یہودیوں کو نہیں بلکہ کچھ مسلمان مردوں اور عورتوں کو بھی زنا
کے ثبوت پر رجم فرمایا۔

واضح طور پر ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیہ مائدہ کو اس کی
تفصیل کے پیش نظر سورہ نور کی آیت (کے حکم جلد) کا تخصیص قرار دیا اور وہ تخصیص

بن بھی سکتی ہے کیونکہ سورہ نور پہلے ہے اور سورہ مائدہ بعد میں یہاں تک کہ
”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ کی شہرہ آفاق آیت بھی اسی سورہ مائدہ میں
ہے تو ثابت ہوا کہ رجم کا حکم مہسن زانی کے لئے سو کوڑے والی آیت کے بعد اترا
ہے۔ یہ کبھی بھی منسوخ نہیں ہوا۔

مسلمان زانی شیب کو قتل کرانا:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔

”قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَنَّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَّا بِأَخْدَى ثَلَاثِ النَّفْسِ
بِالنَّفْسِ وَالْقَيْبِ الزَّانِي وَالْمُفَارِقِ لِدِينِهِ
التَّارِكِ الْجَمَاعَةَ“

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی ایسے مسلمان
شخص کا خون بہانا حلال نہیں جو گواہی دیتا ہو لا الہ الا اللہ کی اور میرے رسول اللہ
ہونے کی مگر تین چیزوں کی وجہ سے۔ جان بدلے جان کے (قصاص میں) اور شادی
شدہ زانی (کا قتل) اور اس شخص کو (قتل کرنا) جو اپنے دین (اسلام) سے جدا ہونے
والا اور جو مومنوں کی جماعت (اجماع) کا ترک کرنے والا ہے۔

(بخاری ص ۱۰۱۶ ج ۱ ح ۵۹ جلد ثانی) (37)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مسلمان کا قتل ان تین چیزوں کے علاوہ

بارے میں علم ہوا تو پھر اسے رجم کیا گیا۔

(ابوداؤد ص ۲۵۳ جلد ثانی طبع ایچ ایم سعید کراچی) (38)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس لئے کوڑے لگوائے کہ اس نے نہ تو خود محسن ہونے کا اقرار کیا نہ کسی اور نے اس کے محسن ہونے کی گواہی دی جب اسے کوڑے لگ گئے تو پھر گواہوں نے اس کے محسن ہونے کی گواہی دی تو اس کو رجم کیا گیا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے محسن ہونے کا ثبوت نہ ہونے پر اسے کوڑوں کی سزا دی۔ معلوم ہوا کہ سورہ نور نازل ہو چکی تھی تب ہی تو اسے کوڑوں کی سزا بطور حد لگائی گئی حدیث کے الفاظ ہیں ”فَجُلِدَ الْحَدُّ“ اسے کوڑوں کی حد لگائی گئی، پھر اس کے بعد جب یہ ثبوت سامنے آیا کہ وہ شادی شدہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کا حکم دیا۔

ثابت ہوا کہ آیت نور کی بیان کردہ کوڑوں کی حد جاری ہونے کے بعد جو رجم ہوا وہ صرف اس لئے ہوا کہ آیت سورہ نور سے کوڑوں کی حد تو نافذ ہوئی تھی۔ لیکن اس سے رجم کی حد منسوخ نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی کہ رجم کا حکم سورہ مائدہ کی آیت ”فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ“ سے ثابت ہوا اور معتبر تفاسیر کی روشنی میں سورہ مائدہ سورہ نور کے بعد اتری ہے۔

آثار صحابہ سے رجم کا ثبوت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ.....

پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ نقل کیا جاتا ہے جسے بخاری سمیت

جائز نہیں جن میں سے ایک شادی شدہ کا زنا ہے اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شادی شدہ کے لئے رجم کا حکم ثابت نہیں۔ کیسے نہیں؟ جبکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مسلمانوں، مردوں اور عورتوں کو رجم کرایا جو مصنف نے بھی تسلیم کیا۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۳۳)

تو ثابت ہوا کہ شادی شدہ زانی کا قتل شرعاً رجم کے ذریعے ہی ممکن ہے یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ ”لا“ اور ”لا“ سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اور اس میں عادی اور غیر عادی یا بالجبر اور بالرضا کا کوئی فرق نہیں فرمایا۔ ثابت ہوا کہ غیر شادی شدہ زانی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ لہذا رجم بھی نہیں ہوگا خواہ وہ جبراً یا کرے یا بالرضا، عادی ہو یا غیر عادی اور شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا چاہے وہ جبراً یا کرے یا بالرضا اور خواہ وہ عادی ہو یا غیر عادی۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں غیر شادی شدہ

کو کوڑے اور شادی شدہ کو رجم اکٹھے نافذ تھے

ابوداؤد شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد ایک عورت سے زنا کا مرتکب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوڑوں کی حد لگانے کا حکم دیا پھر خبر دی گئی کہ وہ محسن ہے آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اسے رجم کیا گیا۔

ایک اور روایت کے لفظ یہ ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا تو اس کا محسن ہونا معلوم نہ ہوا تو اسے کوڑے لگائے گئے پھر اس کے محسن ہونے کے

وَرَجَمَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ أُجْلِدُهَا بِكِتَابِ
اللَّهِ وَأَرْجُمُهَا بِسُنَّةِ نَبِيِّ اللَّهِ“ (مسند احمد بن
حنبل ص ۱۱۶ ج ۱ طبع نشر السنۃ ملتان) (40)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ کی ایک عورت کو رجم کیا، جھرات کے
دن آپ نے کوڑے لگائے اور جمعہ کے دن رجم کیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو کوڑے
لگائے کتاب اللہ کے حکم سے اور رجم کیا سنت رسول کے مطابق۔

یہ واقعہ بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے روایت کردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے قول و فعل کے مطابق لگتا ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس
فحش کے بارے میں جسے آپ نے کوڑے لگوائے۔ پہلے دن کسی نے اس کے حصن
ہونے کی گواہی نہ دی اور نہ اس نے خود اقرار کیا اس لئے آپ نے اسے کوڑے
لگوائے دوسرے دن جب اس پر گواہ قائم ہو گئے تو اسے رجم کرادیا۔ اگر حضرت علی
رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے کہ یہ عورت رجم اور کوڑے دونوں سزاؤں کی بیک وقت مستحق ہے تو
پھر یہ کہتے ہیں کہ میں نے دونوں سزائیں سنت کے مطابق دی ہیں کیونکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی کوئی سنت ثابت نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ بکر کو زنا پر کوڑے
اور رجم دونوں جمع کئے گئے ہوں اور قرآن مجید میں بھی ایسا کوئی حکم نہیں کہ بکر کو زنا پر
کوڑے اور رجم جمع کئے جائیں۔

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ میں نے کتاب اللہ کی روشنی میں
اسے کوڑے مارے ہیں کہ سورہ نور کا حکم انہوں نے جاری کیا اور پھر اس کے بعد اسے
رجم کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک آیت نور کے بعد بھی

حدیث کی اہم کتب نے روایت کیا۔

(ترجمہ ذکر کیا جا رہا ہے عبارت کا عکس آخر میں ہے)

بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور (اللہ
تبارک و تعالیٰ نے) آپ پر کتاب نازل فرمائی پس اس میں آیت رجم ہے ہم نے اس
کی قرأت کی اور اس کا مطلب سمجھا اور اس آیت کو اپنے ذہنوں میں رکھا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے (زانی محسن کو) رجم فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے بعد (دوسرے زانی
محسوں کو) رجم کیا۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر لوگوں پر زمانہ لسا ہو گیا تو کوئی کہنے والا یہ کہہ
دے کہ اللہ کی قسم ہم اللہ کی کتاب میں رجم کی آیت نہیں پاتے تو وہ دین حق سے بھٹک
جائیں۔ ایک ایسے فرض کو ترک کرنے کی وجہ سے جس کا حکم اللہ نے قرآن میں اتارا
اور رجم اللہ کی کتاب میں ثابت ہے اس زانی مرد اور زانی عورت پر جو حصن ہو جب کہ
گواہ قائم ہوں یا حمل پایا جائے یا اعتراف“ (بخاری ص ۱۰۰۹ ج ۱ ثانی) (39)

اس خطبہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے
خلفائے راشدین نے رجم کیا اور جن کو رجم کیا وہ زانی تھے اور جن زانیوں کو رجم کیا وہ
صرف محسن مرد اور عورتیں تھے اور بغیر ثبوت کے رجم نہیں کیا بلکہ اس کے لئے گواہ یا
اقرار یا حمل ضروری قرار دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ.....

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے

”عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ رَجَمَ الْمَرْأَةَ
مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ ضَرَبَهَا يَوْمَ الْخُمَيْسِ“

عورتیں اس فعل بد کی مرتکب ہو جائیں ان کو ان کے گھر کے کمروں میں بند کر دویہ سزا عمر قید ہوگی جب تک نہ میں باہر نہیں نکلیں گی یا پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور راہ نکالے۔ حضرت ابن عباس اس راہ کی تشریح میں فرماتے ہیں ”یعنی اَلرَّجْمُ لِلثَّيْبِ وَالْجَلْدُ لِلْبِكْرِ“ یعنی اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اس نے راہ نکالی حیب کے لئے اس جرم پر رجم اور بکر کے لئے کوڑے۔

(بخاری شریف ص ۶۵ جلد ثانی تفسیر سورہ نساء) (41)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سمیت تمام مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رجم کے حکم کو جاری مان رہے ہیں اور وہ بھی صرف حیب کے لئے۔ کوئی نہیں کہتا کہ یہ صرف جبری زنا کی سزا ہے جو کسی عادی مجرم کو دی جائے گی چاہے وہ شادی شدہ ہو یا کنوارا اور نہ یہ کوئی کہتا ہے کہ جبر تو صرف مرد کر سکتا ہے اس لئے وہ سزا صرف مرد کو دی جائے گی عورت کو نہیں۔

خلاصہ یہ کہ مصنف وہ بات کہہ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف، اللہ کے رسول کے فرمان کے خلاف اور صحابہ کرام کے طرز و احکام کے خلاف ہے اس لئے اس کے خلاف کسی نام نہاد اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔

تکتہ نمبر ۵:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا“ (سورہ نساء آیت نمبر ۱۱۵) اور جو مخالفت کرے رسول کی اس کے بعد کہ روشن ہو گیا اس کے لئے سیدھا راستہ اور وہ چلے مسلمانوں کی راہ کے خلاف تو اسی

رجم باقی ہے اور وہ کوڑوں کی سزا کے نفاذ سے ختم نہیں ہوا۔

رجم تعزیری نہیں ہو سکتا:

اس مقام پر مصنف کی قلابازی ملاحظہ فرمائیں (جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے) کہ رجم کے بارے میں مصنف نے حاصل بحث کے عنوان سے ص ۱۳۶ پر کہا ہے۔ ”اسے زنا بالجبر کی سزا کے طور پر باقی رکھا جاسکتا ہے“ اور اس سے پہلے کہا ہے کہ رجم ”زنا بالجبر کی تعزیری سزا ہے“ (حدود آرڈیننس ص ۱۳۶)

حیرت کی بات ہے کہ مصنف کبھی تو رجم کو زنا بالرضا میں مسترد کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ عورتوں کے تحفظ کے لئے (مردوں کو) تعزیری طور پر رجم کیا جاسکتا ہے۔ (یعنی یہ ضروری نہیں بلکہ حکومت چاہے کرے یا چاہے نہ کرے) لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو رجم کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ عورت ہے اس نے کسی کو کیا جبر کیا ہوگا کیلی عورت کسی کو کیا جبر کر سکتی ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ رجم کر رہے ہیں تو یہ زنا بالرضا پر (نہ مرد کو بلکہ) عورت کو رجم کی واضح مثال ہے۔ جو نزول قرآن کے مکمل ہونے کے بیس پچیس سال بعد دی جا رہی ہے۔ ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک رجم زنا بالرضا کی حد ہے اور وہ عورت پر بھی نافذ ہوگی اور وہ سورہ نور کی آیت سے منسوخ نہیں ہوئی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما.....

آپ قرآن مجید کے عظیم مفسر گزرے ہیں بخاری شریف میں آپ کا تفسیری تکتہ محفوظ کیا گیا کہ قرآن مجید میں عورتوں ہی کے بارے میں یہ فرمان آیا تھا کہ جو

قرآن کی وجہ سے کافر ٹھہرے گا۔

غیر مسلموں پر رجم: (حنفیہ رعایت دیتے ہیں)

اس میں ہمیں اعتراض نہیں کہ غیر مسلموں کو رجم نہ کرایا جائے لیکن شافعیہ اور دیگر علماء کے نزدیک کفار پر حد نافذ ہوگی یعنی وہ محسن ہونے کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں مانتے مصنف اور اس کے ہم نوا جو ہمیشہ ملک کی عظیم اکثریت سی حنفی مسلمانوں کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کرتے رہے انہیں لازم ہے کہ اس قانون سے منہ نہ پھیریں تاکہ حنفیہ کی مخالفت ہو سکے۔ تاہم حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن عظیم نے ”لَقَدْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ فَأَحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ اَعْرَضْ عَنْهُمْ“ (مانندہ آیت نمبر ۴۲) اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ کو اختیار ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں یا ان سے منہ پھیر لیں۔“ فرما کر یہ شرط کر دیا کہ ان پر یہ حکم اس وقت لاگو ہوگا جب وہ مسلمانوں سے اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کی درخواست کریں۔ لہذا بے شک آرڈیننس میں غیر مسلم باشندوں کو ان کے آپس میں زنا کی صورت میں رجم سے مستثنیٰ کر دیا جائے لیکن یہ فیصلہ صرف اس صورت میں قبول ہوگا کہ دونوں ایک ہی دین کے ہوں۔ اس صورت میں کہ ایک مسلمان ہو اور ایک غیر مسلم ہو تو پھر یہ قانون بلا امتیاز دونوں پر جاری ہونا چاہئے۔

احادیث میں جرم زنا پر رجم حرام کی قسم سے نہیں:

حدود آرڈیننس کے مصنف نے مغالطہ آفرینی سے کام لیتے ہوئے یہ باطل نظریہ پیش کیا ہے کہ احادیث شریفہ میں جن مردوں اور عورتوں کے رجم کے واقعات

طرف ہم اسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھر اور پہنچائیں گے اسے جہنم میں اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے“

رجم کے مسئلہ کا ثبوت قرآن، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین سے ہے اور آج تک امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر (سنی، دیوبندی، اہل حدیث اور بارہ امامی شیعہ جو پاکستان میں پائے جاتے ہیں) رجم کے مسئلہ پر اتفاق رکھتے ہیں کہ مرد و عورت ہر دو پر ضروری ہے۔ جبری مزنیہ پر اگرچہ رجم نہیں البتہ جبری زانی پر ضروری ہے اور راضی ہونے کی صورت میں عورت اور مرد ہر دو پر رجم ضروری ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا آیت قرآنی کے پیش نظر ایسے لوگ جو رجم کے منکر ہیں مومنین کے راستہ سے بھٹک کر قرآنی وعیدوں کے مستحق ٹھہرے۔

نکتہ نمبر ۶:

جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ آیت قرآنی ”فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ“ کے ارشاد کے پیش نظر کئی شخصوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے خلفاء راشدین نے رجم کرایا تھا۔ ان میں یہودی بھی تھے اور مسلمان بھی۔ ہمیں اس بارے میں مزید بات کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مصنف خود بھی ص ۱۳۴ پر مسلمانوں کو رجم کرانا تسلیم کر چکے ہیں۔

نکتہ نمبر ۷:

آیت مذکورہ بالا قرآن مجید میں موجود ہے لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کہتا درست ہوا کہ آیت ہے لیکن لوگ واضح دلالت نہ ہونے کی وجہ سے رجم کا انکار کر کے گمراہ ہوں گے۔ یاد رہے یہاں گمراہ سے مراد لغوی گمراہ ہے جو انکار

پھر اس سے بڑھ کر حیرت کی بات یہ ہے کہ مصنف ثابت تو یہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ آیت زنا بالجبر پر سزائے موت کا حکم لے کر نازل ہوئی۔ دلیل میں جو انہوں نے واقعات پیش کئے ہیں ان میں دو واقعات عورتوں کے ہیں۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ انہیں زنا بالجبر کہنا ہی مستحکمہ خیز بات ہے اکیلی عورت کس پر جبر کر سکتی ہے۔ اور خصوصاً اس زمانے میں جب کلاشکوفیں نہیں ہوتی تھیں۔

پھر حضرت ماعز کے واقعہ کو بھی دیکھیں اس میں مصنف نے کوئی ثبوت نہیں دیا کہ ماعز نے زنا بالجبر کا ارتکاب کیا اور کسی عورت نے چیخ چیخ کر لوگوں کو جمع کر لیا جو ماعز کو پکڑ کر لے آئے اور اس ثبوت کے بغیر یہ استدلال ریت کی دیوار ہے۔ اب آئیے اس بات پر بھی غور کرتے ہیں کہ کیا ماعز عادی مجرم تھے۔

کیا حضرت ماعز رضی اللہ عنہ عادی مجرم تھے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ایمان اور تقویٰ کے انتہائی درجہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کو توبہ اور استغفار سکھانے کے لئے ان سے کچھ ایسے امور صادر کراتا ہے جو نہ کفر و شرک ہوتے ہیں نہ کسی طرح کی فحاشی نہ کبیرہ نہ صغیرہ۔ لیکن ان امور کو اس نبی کی نظر میں ناپسندیدہ امر قرار دیتا ہے تاکہ وہ نبی توبہ و استغفار کر کے اپنی امت اور اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے بہترین نمونہ بن سکے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت یہ تھی کہ قرآن عظیم کو یکبارگی نہیں بلکہ جماعتاً یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے اتارے اسی حکمت کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہوا کہ کچھ ایسے لوگ ہوں جن کی وجہ سے امت کو قرآن و سنت سے احکام کی ضرورت پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ

ہیں وہ زنا بالرضا کے واقعات نہیں بلکہ زنا بالجبر کے واقعات ہیں اسی وجہ سے انہیں رجم کیا گیا۔ لیکن یہ بات درست نہیں اس سلسلے میں یہودیہ عورت کے ماسویٰ جن عورتوں کو رجم کیا گیا ان میں سے ایک عورت عامہ یہ تھی جس کو رجم کیا گیا اور جس عورت نے اپنے ملازم سے زنا کیا تھا اسے رجم کیا گیا۔ جن دو عورتوں کو رجم کیا گیا انہوں نے کونسا جبر کیا تھا اگر ان پر جبر کیا ہوتا تو پھر ان پر نہ رجم تھا نہ کوڑے اور وہ جبر کر ہی نہیں سکتیں۔ پھر اسے جبر کے واقعات کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ مصنف نے سستی شہرت کے حصول کے لئے عقل و انصاف ایک طرف رکھ دیا ہے۔ لیکن کوئی بتائے کہ جب مصنف خود عورتوں پر رجم مان رہے ہیں تو عورت فاؤنڈیشن کو اس کتاب کے چھپوانے کا کیا فائدہ ہوا؟

اس کے علاوہ مصنف نے ماعز اسلمی کا واقعہ پیش کیا ہے۔ مصنف نے ماعز اسلمی پر جو الزام لگائے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ انہیں بدکاری کی لت پڑ گئی تھی انہوں نے کئی عورتوں سے بدکاری کا ارتکاب کیا۔ مصنف نے یہ الزامات اس دعویٰ کی دلیل بنائے ہیں جو انہوں نے ص ۱۳۱ پر کیا ہے کہ ”اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا بالجبر کی سزا موت ہے۔“

ہماری طرف سے یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آیت میں زنا بالجبر کا کوئی ذکر نہیں اگر کسی نے اس سے یہ سمجھا ہے تو یہ اس کا اپنا فہم ہے جس پر قرآن اس کی مساعدت نہیں کرتا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ آیت زنا بالجبر کے بارے میں اتاری ہے تو پھر بھی اس میں کسی سزا کا نفاذ نہیں ہے بلکہ آئندہ سزا نافذ کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔

حضرت ماعز کے متعلق مصنف کے ذکر کردہ دلائل پر ایک نظر:

اس بارے میں عرض ہے کہ مصنف نے اس سلسلے میں سب سے پہلا حوالہ جو دیا ہے وہ صحیح مسلم کی روایت ہے (جس کو مصنف نے ص ۱۳۱ تا ص ۱۳۲ پر ذکر کیا) اس روایت کے الفاظ کا پہلا حصہ اس شخص کا حلیہ بتا رہا ہے اس کے علاوہ وہ اس کی مفلسی بتا رہا ہے کہ بال بکھرے ہوئے تھے جسم پر ایک تہ بند تھا حضور ﷺ نے اسے رجم کر دیا۔

اس کے بعد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے اور اس کے رجم سے فوت کے بعد خطاب عام فرمایا اور ایسے لوگوں کو دھمکایا جو کسی عورت کو دودھ پلا کر ورغلا لیتے ہیں اور فرمایا اگر ایسا شخص میرے ہتھے چڑھ گیا تو میں اسے عبرت ناک سزا دوں گا کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ دھمکی آپ فوت شدہ کو دے رہے تھے یہ تو ایسے اشخاص کو دھمکی ہے جو اس طرح کا کام کرنے کے بعد چھپ جاتے تھے قلبی نفاق کی وجہ سے ان کو اقرار کی توفیق نہیں ہوتی تھی۔

ظاہر بات ہے یہ دھمکی انہیں دی گئی ہے پھر اس دھمکی میں بھی یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ وہ زبردستی کرتا ہے بلکہ دودھ پلانے کا ذکر فرمایا کہ یہ بتا دیا کہ ایسا شخص غریب عورتوں کو ورغلاتا ہے اور انہیں جبر نہیں کرتا بلکہ اس فعل بد پر راضی کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں آپ نے جن لوگوں کو ڈانٹا نہ تو ان پر جبر و اکراہ کا الزام ہے اور نہ ہی عادی مجرم کا چہ جائے کہ حضرت ماعز پر جبر و اکراہ کا الزام لگایا جائے جن کو ڈانٹ دی ہی نہیں۔ اور اس طرح سورہ اتزاب کی آیت "لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُعَافِقُونَ" سے مصنف کے زعم باطل میں ثابت ہونے والے حکم کی زد میں

کرام کو جنت کا وعدہ فرما کر کفر و شرک سے مصنون اور محفوظ کر دیا تھا لیکن اہلسنت کے عقیدے کے مطابق ان میں سے کوئی بھی معصوم نہ تھا اس لئے انہیں سے حکمت کے پیش نظر ایسے کبار اور صفائز میں سے کسی ایک آدھ کا ظہور کسی ایک آدھ شخص سے ہوتا تھا تا کہ حکمت الہیہ قرآن کے نزول کے لئے پوری ہو اور آئندہ آنے والی امت کے لئے اس طرح کے امور میں حکم شرعی قرآن و سنت کی شکل میں ظاہر ہو۔ یہی وجہ تھی کہ وہ حضرات فوراً نادم ہوتے تھے اور خود دربار رسالت میں حاضر ہو کر اپنے جرم کا نہ صرف اقرار بلکہ بار بار اعتراف کرتے تھے۔ حضرت ماعز بھی اسی طرح کے شخص تھے جن کو حکمت الہیہ نے اس امر کے لئے آگے کیا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خود جا کر اقرار کیا۔ وہ نہ تو معاذ اللہ منافق تھے اور نہ معاذ اللہ عادی مجرم۔

آج کل کے منافقین نے حدود الہیہ کو پس پشت پھینکنے کے لئے یہ حیلہ سوچا ہے کہ کبھی تو وہ ماعز کو منافق کہہ دیتے ہیں اور کبھی عادی مجرم۔

اور وہ موجودہ زمانے کے زانیوں کو پکا مومن اور اتفاتی مجرم قرار دے کر انہیں بچانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ حالانکہ حد ذاتہ اللہ کا فریضہ ہے جس میں نہ مومن اور منافق کا فرق ہے نہ عادی اور اتفاتی کا۔

جہاں تک حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے منافق نہ ہونے کا بیان ہے ہمارے شیخ غزالی عصر علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقالہ شریفہ میں اس کا جواب دیا ہے آپ کا وہ جواب ماعز کے عادی مجرم ہونے کے الزام کو بھی رفع کرتا ہے۔ لیکن اس کتاب میں مصنف نے صرف عادی مجرم کی بحث چلائی ہے اس لئے اسکی کتاب میں دیئے گئے دلائل پر غور کرنا ضروری ہے۔

اس لئے کہ انہوں نے اس کے ساتھ ہی اگلی روایت میں ایک تو ”فَرَدَّةٌ مَرَّتَيْنِ“ اسے دوبارہ لوٹایا پر شک وارد کیا ہے اور یہ بتایا کہ شعبہ سے سننے والوں میں اختلاف ہے کچھ نے کہا ہے دو بار یا تین بار لوٹایا اور یہ صحیح ہے کہ تین بار لوٹایا اور حدیث کے فن کے ماہرین پر یہ بات مخفی نہیں کہ جب اعداد میں تعارض ہو تو سب سے اوپر کا عدد معتبر ہوتا ہے اور یہ روایت جابر بن سمرہ سے ہے جو صحابی ہیں اس لئے کہ اگر سعید بن جبیر کے قول کا اور کوئی جواب بھی نہ دیا جاتا تو صرف اتنا کافی تھا کہ صحابی تو تین بار روایت کر رہے ہیں اور تابعی جو صحابی سے دوسرے نمبر پر ہے وہ چار بار روایت کرتا ہے تو تابعی کی بات رد ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں امام مسلم نے سعید بن جبیر کے قول کا بھی جواب دیا ہے چنانچہ اسی حدیث کے راوی سماک بن حرب کے واسطے سے وہ ابو عوانہ سے روایت لائے ہیں جو سماک سے روایت کر رہے ہیں۔ سماک سعید بن جبیر سے روایت کر رہے ہیں سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کر رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ماعز بن مالک سے فرمایا کہ کیا وہ بات حق ہے جو میرے پاس تمہاری نسبت پہنچی ہے؟ تو ماعز نے کہا آپ کو میرے متعلق کیا پہنچا ہے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے یہ پہنچا ہے کہ تم فلاں قبیلے کی جا رہیے کے ساتھ واقع ہوئے ہو۔ اس نے کہا ہاں راوی سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے (اپنے بارے میں) چار بار گواہی دی پھر آپ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اس کو رجم کیا گیا۔ (مسلم ص ۶۶ جلد ثانی) (42) اس روایت نے بتا دیا کہ اس کو چار بار نہیں لوٹایا گیا بلکہ تین بار لوٹایا گیا ہر بار وہ اپنے اوپر اقرار کرتا تھا اس اقرار کو گواہی سے تعبیر کیا گیا ہے اور چوتھی اس نے پھر اپنے اوپر گواہی

حضرت ماعز آئیں بلکہ حدیث شریف میں واضح موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کے رجم کے بعد اسے برا نہیں کہا بلکہ ایک اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ اسے برا کہنے والوں کو ڈانٹا۔

اب آئیے مذکورہ بالا حدیث کے تیسرے جزء میں غور کرتے ہیں جو مصنف نے اپنے ترجمے میں بیان کیا۔ سعید بن جبیر ایک تابعی نے بتایا کہ رسول اللہ نے اسے چار بار لوٹایا تھا اس روایت کے پہلے پیرے میں مصنف اپنے ترجمہ میں لکھ چکے ہیں کہ حضور نے اسے دو بار لوٹایا تھا پھر اس روایت کے یہ لفظ بھی نقل کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے جو ایک تابعی ہیں یہ کہا کہ چار بار لوٹایا تھا جب کہ اس روایت کی سند میں سعید بن جبیر نہیں ہیں۔ دوسرا یہ کہ روایت کے اول اور آخر میں تعارض ہو گیا تھا مصنف کو چاہئے تھا کہ اس تعارض سے عہدہ برا ہو کر وہ آگے بڑھتا ورنہ اس روایت کا وہ حوالہ ہی نہ دیتا۔ اسی طرح کا متعارض حوالہ پہلے نمبر میں پیش کرنا مصنف کی علمی نااہلیت کو ظاہر کرتا ہے۔

قول سعید بن جبیر اور امام مسلم:

شاید کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ وضاحت تو امام مسلم کے ذمے تھی انہوں نے نہیں کی تو مصنف کیا کرتا۔ تو یہاں دو گزارشیں ہیں۔ ایک یہ کہ مصنف ایک روایت سے استدلال کر رہا ہے اور اسی روایت کا ایک حصہ دوسرے حصہ کے خلاف ہے اسی طرح اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکتا تو چاہیے تھا کہ مصنف اس کا کوئی معقول جواب دیتا یا پھر اس روایت سے استدلال نہ کرتا۔

دوسری گزارش امام مسلم کے بارے میں ہے کہ ان پر یہ الزام بے جا ہے

جھوٹا حوالہ:

مصنف نے اس قبیل کے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے یہ نعرہ لگایا کہ زنا پر رجم کی حد شادی شدہ کے لئے ثابت نہیں بلکہ رجم کی سزا اور حقیقت دہشت گردی کی سزا ہے اور بس! لیکن مشکل یہ تھی کہ صحیح احادیث شریفہ رجم کے متعدد واقعات کی روایت کر رہی تھیں اس لئے مصنف نے ان میں غور کرنے کے باوجود کہ اس میں دہشت گردی کا کوئی واقعہ ثابت نہیں ہوتا تھا پھر بھی مصنف نے اس کو عادی جرم کا واقعہ قرار دے دیا تاکہ جو شخص جائے وہ کہے کہ یہ میرا پہلا جرم ہے۔ لیکن یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔ تو اس مصنف نے آج کل کے وکیلوں کی طرح جھوٹ گھڑنے میں اپنی عافیت سمجھی۔

اس میں جو رکاوٹ تھی وہ اصل کتاب کے عربی الفاظ تھے۔ مصنف نے انہیں دانستہ نقل نہیں کیا۔ آئیے! پہلے مسلم شریف کی عربی عبارت ملاحظہ ہو۔ جیسا کہ مصنف نے کہا کہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ جو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماعز کی قوم سے اس کے بارے میں پوچھا ”قَالَ ثُمَّ سَأَلَ قَوْمَهُ فَقَالُوا مَا نَعْلَمُ بِهِ بَأْسًا إِلَّا أَنَّهُ أَصَابَ شَيْئًا نَرَى أَنَّهُ لَا يُخْرِجُهُ مِنْهُ إِلَّا أَنْ يُقَامَ فِيهِ الْحَدُّ“ (مسلم ص ۶۷ ج ۱۱) اور مسلم کے ایک نسخے میں یوں ہے ”يُرَى أَنَّهُ لَا يُخْرِجُهُ مِنْهُ إِلَّا أَنْ يُقَامَ فِيهِ الْحَدُّ“ حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کی قوم سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہم اس میں کوئی بیماری نہیں پاتے مگر بات یہ ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کا مرتکب ہو گیا ہم سمجھتے ہیں اور ایک نسخہ میں ہے کہ وہ خود سمجھتا ہے کہ اسے اس چیز (کے گناہ) سے نہیں نکالے گا مگر یہ

دی اور ہر کلام میں یہ تساہل ہوتا ہے کہ کبھی ایسے شخص کو جس نے چار بار حاضری دے کر اقرار کیا ہو اور پہلے ہر بار اسے لوٹایا گیا ہو اسے کبھی چار بار لوٹنے سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ مراد یہ ہوتی کہ اسے تین بار لوٹایا اور چوتھی بار اس کی بات مان لی۔ لہذا بات بے غبار ہو گئی کہ اس نے چار بار اقرار کیا تھا لیکن اس سے مصنف کا یہ قول کیسے ثابت ہوا کہ وہ بار بار پکڑا گیا تھا۔ کسی ایک کام کا بار بار اقرار کرنا اور کسی کام کا چار بار کرنا اس میں واضح فرق ہے۔ جو مصنف کی سمجھ میں نہیں آتا۔ بہر حال اس حدیث میں چار بار شہادت اور اقرار کا ذکر ہے۔ چار بار فعل زنا کا ذکر نہیں۔ مصنف نے اپنی بات پر اصرار کرنے کے لئے اس ایک واقعہ کے مختلف الفاظ بیان کئے ہیں۔ ان شاء اللہ ہم اس بحث کے آخر میں بیان کریں گے کہ مصنف کی بیان کردہ کسی روایت سے بھی حضرت ماعز سے ایک دفعہ سے زائد فعل زنا کا وقوع ثابت نہیں ہو سکتا۔

دوسری روایت امام مسلم کی ابوسعید خدری سے نقل کی ہے اس میں اسی طرح کے خطبے کا ذکر ہے کہ اس طرح کا کوئی شخص لایا گیا تو میں اسے عبرت ناک سزا دوں گا اور اسی میں تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ماعز کو رجم کرنے کے بعد یہ خطاب عام فرمایا تھا اور اس میں بھی ایسا کوئی لفظ نہیں جس میں اس فعل کے بار بار مرتکب ہونے کا ذکر ہو۔ مصنف کی عبارت پہلے پیش کی جا چکی ہے۔ مگر یہاں قابل ذکر جملہ وہ ہے جو اس حدیث سے ”کتاب حدود آرڈیننس“ کے مصنف نے منسوب کیا کہ ”وہ اور ماعز کی قوم کے لوگوں نے یہ بیان دیا کہ اس کے دماغ میں تو کوئی خلل نظر نہیں آتا البتہ اسے ایک ایسی شئی کی لت پڑ گئی ہے کہ اسے چھوڑ نہیں سکتا اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اسے حد جاری کر دی جائے۔“

فِيَمَا نَرَى“ یعنی رسول اللہ نے دوسری بار اس کو واپس کرنے کے بعد اس کی قوم کے پاس پیغام بھیجا (جب وہ آگئے) تو آپ نے فرمایا کیا تم لوگ ماعز کی عقل میں کوئی نقصان یا بیماری پاتے ہو تم اس کی کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہم اس کے متعلق صرف یہی جانتے ہیں کہ وہ صحیح عقل والا ہے اور ہماری قوم کے نیک لوگوں میں سے ہے جہاں تک ہم دیکھتے ہیں۔

(ص ۶۸ جلد ۲ مسلم شریف طبع اصح المطابع کراچی) (44)

اس روایت نے مصنف کے نظریے کا کام تمام کر دیا کیونکہ صحابہ نے نہ صرف یہ کہ لٹ پڑنے کا لفظ نہیں بولا بلکہ صاف طور پر یہ کہا تھا کہ ہمارے دیکھنے میں وہ نیک آدمی ہے ہم اس میں کوئی برائی نہیں پاتے اگر وہ اس طرح کا دہشت گرد ہوتا یا کئی بار پکڑا گیا ہوتا تو صحابہ یہ گواہی نہ دیتے۔ صرف اس پر بس نہیں بلکہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حضرت بریدہ اسلمی کی پہلی سند سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ رجم ہونے کے بعد ماعز کے بارے میں صحابہ کی رائے مختلف تھی اور اسی حال میں دو یا تین دن گزر گئے پھر اس کے بعد یعنی تیسرے یا چوتھے دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور صحابہ بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے سلام کیا پھر تشریف فرما ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ماعز بن مالک کے لئے مغفرت کی دعا کرو تو سب صحابہ نے کہا اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک کی مغفرت فرمائے۔ (شاید کوئی یہ سمجھے کہ جرم باقی تھا تو مغفرت کی دعا کی گئی تو آپ ﷺ نے اس شبہ کو یہ کہہ کر رد فرمایا تم بخدا) اس نے ایسی توبہ کی اگر کوئی پوری امت گناہ گار ہوتی اور اس توبہ کو ان میں تقسیم کر دیا جاتا تو وہ توبہ سب کو کافی ہو جاتی۔ مسلم نے اس حدیث سے ثابت کر دیا کہ ماعز کی قوم نے اسے نیک صالح قرار دے کر اس کے منافق

امر کہ اس گناہ کے بارے میں حد قائم کی جائے۔ (مسلم ص ۶۷ جلد ثانی) (43)

اس روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا معنی ہو کہ اسے بری عادت پڑ گئی ہے، لٹ پڑ گئی ہے، یہ مصنف نے اپنی طرف سے تراشا ہے اسی طرح یہ بھی نہیں کہ اس کی نجات اس وقت ہوگی جب اس شخص پر حد قائم کی جائے حدیث میں فیہ کے لفظ ہیں عَلَيهِ کے نہیں معنی یہ ہوگا کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب تک اس گناہ کے بارے میں حد قائم نہ کی جائے اسے اطمینان حاصل نہیں ہوگا۔

فرق یہ ہے کہ حدیث میں یہ تھا کہ اس گناہ پر حد قائم کی جائے۔ لیکن مصنف نے ترجمہ تبدیل کر کے کہ ”اس پر حد قائم کی جائے“۔ یہ تاثر دیا کہ اسکی قوم کے لوگ اس شخص کے وجود سے اپنی جان چھڑانا چاہتے تھے، اس لئے یہ کہا۔ اس طرح مصنف نے دو جگہ غلط ترجمہ کر کے جھوٹا حوالہ دیا حالانکہ ایک جگہ ترجمہ غلط ہوتا تو بھی حوالہ جھوٹا تھا۔ اس طرح یہ دو جھوٹے حوالے قرار پائے۔

آئیے ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم نے اس بات پر کوئی تبصرہ کیا ہے؟ امام مسلم کی فراست ایمانی ہے کہ انہوں نے معترض کے پیدا ہونے سے پہلے اس وہم کا علاج پیش کر دیا کہ حضرت ماعز کو اگر کوئی دہشت گرد یا عادی مجرم سمجھے تو اس کا جواب یہ ہے۔ چنانچہ امام مسلم ایک دوسرے صحابی حضرت بریدہ سے ابو سعید خدری کی اس حدیث کے مختلف طرق بیان کرنے کے بعد حضرت بریدہ سے متعدد سندوں سے یہ حدیث لاتے ہیں۔ اس کی دوسری سند میں یہ الفاظ لاتے ہیں کہ حضرت بریدہ نے فرمایا ”فَرَدُّهُ الشَّانِيَةَ فَارْسَلَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ اَتَعْلَمُونَ بِعَقْلِهِ بَأْسًا تَنْكُرُونَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالُوا مَا نَعْلَمُهُ إِلَّا فِي الْقَلْبِ مِنْ صَالِحِينَا

اور عادی مجرم ہونے کا رد کر دیا۔ اس کے علاوہ خود رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں گواہی دی کہ اس کی توبہ مقبول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسی رحمت فرمائی کہ اگر اس کا تھوڑا سا حصہ ایک مجمع کثیر کو باٹ دیا جائے تو ان کی معافی کے لئے کافی ہوگا۔ پھر خود رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعائے مغفرت فرما کر اپنی شفقت کا اظہار بھی فرما دیا۔ اب وہی باتیں ہیں یا تو یہ کہ ماعز پر حد نافذ کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اس سے راضی ہو گئے اور دھمکی کسی دوسرے کے لئے تھی یا یہ کہ دھمکی کا یہ بیان حضور ﷺ کی (ماعز کے رجم ہونے کے بعد) اس پر ناراضگی کے باقی ہونے پر دلالت کرتا تھا لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی توبہ کی مقبولیت کا اعلان کیا اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائی تو اس صورت میں آپ کی ناراضگی منسوخ ہو گئی اور ہر دو صورتوں میں ماعز پر کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔ اس سلسلے میں مزید ایک روایت اور بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ (ماعز بن مالک) اسلمی نبی اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے چار بار اقرار اور بار بار وضاحت کے بعد اسے رجم کر دیا اس کے بعد حدیث کے الفاظ ہیں

”فَسَمِعَ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهِ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ انْظُرْ إِلَى هَذَا الَّذِي سَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَلَمْ تَدْعُهُ نَفْسُهُ حَتَّى رَجِمَ رَجِمَ الْكَلْبِ فَسَكَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتَّى مَرَّ بِجِيفَةِ حِمَارٍ شَاتِلٍ بِرِجْلِهِ فَقَالَ أَيْنَ فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَقَالَ نَحْنُ ذَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

فَقَالَ انْزِلَا فِكُلَا مِنْ جِيفَةِ هَذَا الْحِمَارِ
فَقَالَ يَأَنبِيَّ اللَّهِ مَنْ يَأْكُلُ مِنْ هَذَا قَالَ فَمَا
نَلْتُمَا مِنْ عَرَضِ أَحْيِكُمْ إِنفَا أَشَدُّ مِنْ أَكْلِ
مِنُهُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ الْآنَ لَفِي أَنْهَارِ
الْجَنَّةِ يَنْغَمِسُ فِيهَا“

(ابوداؤد ص ۲۵۲ ج ۲ طبع ایچ ایم سعید کراچی) (45)

تو نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے دو مردوں سے سنا ایک صاحب دوسرے صاحب سے کہہ رہے تھے دیکھو اس شخص (ماعز) کو جسے اللہ تعالیٰ نے پردہ میں رکھا تھا تو اس کے نفس نے اسے نہ چھوڑا یہاں تک کہ اسے کتے کی طرح رجم کیا گیا۔ آپ ﷺ ان کے بارے میں خاموش رہے کچھ دیر آپ سفر کرتے رہے (وہ بھی ساتھ تھے) یہاں تک کہ آپ ایک مرے ہوئے گدھے کے پاس سے گزرے جس کے پاؤں اوپر کی جانب کھڑے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟ تو ان دونوں نے عرض کی ہم یہ ہیں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ نے فرمایا (اپنی سواریوں سے) نیچے اترو اور مرے ہوئے گدھے میں سے کھاؤ! تو عرض کی اے اللہ کے نبی اس میں سے کون کھا سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے بھائی (ماعز) کی عزت پر جو زبان درازی کی وہ اس (مرے ہوئے گدھے) میں سے کھانے سے زیادہ سخت بات ہے۔ قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (ابوداؤد ص ۲۵۲ جلد ۲)

مرجوم کے جنازہ کی نماز:

رہا یہ امر کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے جنازہ کی نماز کیوں نہ پڑھی؟ تو حضور نبی کریم ﷺ کے اس کے لئے دعا کے بعد اور اس کے لئے جنت کی یقین دہانی کے بعد یہ سوال دو وجہ سے بے کار ہو جاتا ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جن کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی لیکن اس کے باوجود وہ مسلمان ہوتے ہیں جیسے خودکشی کرنے والا شخص، اپنے ماں باپ کا قاتل لیکن ان کو دوزخ کا عذاب بھگتنا ہوتا ہے جبکہ ماعز اسلمی کے لئے جنت کی واضح خوشخبری موجود ہے۔ دوسرا یہ کہ اہلسنت و جماعت نسخ احکام کے قائل ہیں حضور ﷺ کوئی کام وحی کے بغیر نہیں کرتے۔ آپ نے پہلے دن ماعز کا جنازہ نہیں پڑھا لیکن اس کے بعد آپ نے ماعز کی نماز جنازہ پڑھی چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ماعز پر حد نافذ ہو گئی اور وہ بذریعہ رجم قتل کر دیئے گئے تو نبی کریم ﷺ سے کہا گیا یا رسول اللہ کیا آپ اُس پر نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور پہلی دو رکعتوں کو لمبا کیا جیسا کہ انہیں گزشتہ شام لمبا کیا تھا یا کچھ اس کے قریب۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا فَصَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبِكُمْ فَصَلُّوا عَلَيَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ.

(مصنف عبدالرزاق جز ۳ ص ۳۶۱ حدیث نمبر 13339 طبع بیروت) (46)

اس سلسلے میں حضرت جابر کی روایت بھی ہے جس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ لیکن اس کے بالکل برعکس صحیح بخاری

(صفحہ ۱۰۰ جلد دوم) میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی۔ امام بخاری سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا عمر کی روایت میں اسی طرح ہے۔ اس لئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی نماز جنازہ پڑھنے کے ثبوت پر حجت ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ متضاد الفاظ کی وجہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ساقط ہو گئی مگر ابوامامہ کی روایت کے اندر مخالفت اور تضاد نہیں لہذا دوسرے دن جنازہ پڑھنا ثابت ہوا۔ اس امر کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ماعز کے بعد ایک حاملہ کو رجم کیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نماز جنازہ پڑھی۔ (مسلم ص ۶۸ ج ۲ طبع کراچی) (47)

اس سے ثابت ہوا کہ جنازہ نہ پڑھنے کا حکم منسوخ ہو گیا اس لئے ماعز کا جنازہ نہ پڑھنے سے اس شخص کی قباحت پر استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ نسخ کے بعد منسوخ سے استدلال باطل ہے۔

خلاصہ یہ کہ مصنف کا یہ حوالہ جھوٹ ہے کہ حضرت ماعز کو بقول صحابہ زنا کی بری عادت پڑ گئی تھی۔ مصنف نے جس کتاب کا حوالہ دیا نہ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے اور نہ کسی اور کتاب سے۔ یہ جھوٹا حوالہ مصنف کی ترجمہ میں خیانت کا گواہ ہے جس کا جواب اس سے قیامت میں لیا جائے گا۔

مصنف کا ایک اور سفید جھوٹ:

مصنف نے ایک اور حوالہ اس طرح سے دیا ہے۔

”مسند احمد کی روایت سے جو عبد اللہ بن بریدہ نے اپنے والد کے توسط سے بیان کی معلوم ہوتا ہے کہ ماعز اس جرم میں بار بار پکڑے گئے اور ہر بار

عَقَلِهِ شَيْئًا ثُمَّ عَادَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ الثَّلَاثَةَ فَأَعْتَرَفَ عِنْدَهُ بِالزَّنَا أَيْضًا فَقَالَ
يَا نَبِيَّ اللَّهُ طَهَّرْنِي فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى قَوْمِهِ أَيْضًا فَسَأَلَهُمْ عَنْهُ فَقَالُوا
لَهُ كَمَا قَالُوا لَهُ الْمَرَّةَ الْأُولَى مَا نَرَى بِهِ بَأْسًا وَمَا نُنْكِرُ مِنْ عَقَلِهِ شَيْئًا ثُمَّ
رَجَعَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ الرَّابِعَةَ فَأَعْتَرَفَ عِنْدَهُ بِالزَّنَا فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فَحُفِرَ
حُفْرَةٌ فَجُعِلَ فِيهَا إِلَى صَدْرِهِ، ثُمَّ أَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَرْجُمُوهُ وَقَالَ بُرَيْدَةُ كُنَّا
تَسْحَدُتْ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَنَا أَنْ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ لَوْ جَلَسَ فِي
رَحْلِهِ بَعْدَ إِعْتِرَافِهِ ثَلَاثَ مَرَارٍ لَمْ يَطْلُبْنَاهُ وَالْمَا رَجَمَهُ عِنْدَ الرَّابِعَةِ.

(مسند احمد بن حنبل ص ۷۳۰ ج ۵ طبع نشر السنہ ملتان) (48)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو نعیم نے انہوں نے کہا
ہمیں حدیث بیان کی بشیر بن مہاجر نے انہوں نے کہا مجھے حدیث بیان کی عبد اللہ بن
بریدہ نے اپنے والد کی روایت سے کہ انہوں نے فرمایا میں نبی کریم ﷺ کے سامنے
بیٹھا ہوا تھا جب آپ کے سامنے ایک مرد آیا جسے ماعز بن مالک کہتے تھے اس نے
عرض کی یا نبی اللہ! میں نے زنا کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کریں تو نبی
ﷺ نے اس سے فرمایا واپس لوٹ جاؤ۔ جب دوسرا دن ہوا تو وہ پھر آ گیا اور آپ کے
سامنے زنا کا اقرار کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوٹ جاؤ پھر نبی کریم ﷺ نے اس کی قوم
کی جانب پیغام بھیجا آپ نے ان سے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تم ماعز بن
مالک اسلمی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ کیا تم اس میں کوئی خرابی پاتے ہو یا اس کی
عقل میں کچھ ناپسند کرتے ہو؟ (یعنی عقل میں خرابی پاتے ہو؟) انہوں نے عرض کی
اے اللہ کے نبی ہم نہ اس میں کوئی خوف کی بات پاتے ہیں نہ ہم اس کی عقل میں کچھ

اعتراف کیا۔ (III) (حدود آرڈیننس ص ۱۳۲)

مصنف نے آگے چل کر اپنے طریقے کے مطابق اس حوالہ کا صفحہ دینا تھا
لیکن ص ۱۸۴ پر نمبر III پر ایضاً حدیث نمبر 4428 کر کے جان چھڑائی ہے۔ ایضاً سے
اور پر نمبر 110 میں مسلم کا حوالہ ہے یعنی یہ بھی مسلم کا حوالہ ہے۔

مسلم میں حضرت عبد اللہ بن بریدہ سے انکے والد بریدہ کی جو دو روایتیں
آئی ہیں وہ اس سے قبل مصنف کے جھوٹے حوالے کے عنوان سے ہم نے بیان کی
ہیں وہاں بھی یہ لفظ کہیں نہیں اس کے علاوہ مسند احمد میں اگرچہ مصنف نے صفحہ نہیں
دیا۔ وہاں ہم نے حضرت بریدہ کی احادیث کے پورے عنوان کی تحت پورے مجموعہ
احادیث کو پڑھا اس جیسے مضمون کی صرف ایک ہی حدیث ہے جو عبد اللہ بن بریدہ نے
اپنے والد گرامی سے روایت کی ہم اس کا پورا مضمون مع عربی عبارت پیش کر رہے
ہیں۔ جو مصنف نے اپنے جھوٹ کو چھپانے کے لئے شاید دانستہ ترک کر دی۔

مسند امام احمد بن حنبل ص ۷۳۰ ج ۵ طبع نشر السنہ ملتان میں ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ مَهَاجِرٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ يَقَالُ لَهُ
مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهُ إِنِّي زَنَيْتُ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ تُطَهِّرَنِي فَقَالَ
لَهُ النَّبِيُّ ﷺ إِرْجِعْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَدِ آتَاهُ أَيْضًا فَأَعْتَرَفَ عِنْدَهُ بِالزَّنَا
فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ إِرْجِعْ ثُمَّ أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى قَوْمِهِ فَسَأَلَهُمْ عَنْهُ
فَقَالَ لَهُمْ مَا تَعْلَمُونَ مِنْ مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ أَلَا سَلِمِي هَلْ تَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا
أَوْ تُنْكِرُونَ مِنْ عَقَلِهِ شَيْئًا قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهُ مَا نَرَى بِهِ بَأْسًا وَمَا نُنْكِرُ مِنْ

کے مطابق ماعز نے ایک آزاد خاتون سے بدکاری کا ارتکاب کیا، مسند احمد کی ایک روایت کے مطابق ماعز نے ہزال کی باندی فاطمہ سے بدکاری کا ارتکاب کیا طبقات ابن سعد کے مطابق ماعز نے مہیرہ نامی عورت سے زنا کاری کا اعتراف کیا، مسلم کی روایت کے مطابق یہ واقعہ کسی اور عورت کے ساتھ بھی پیش آیا جسکی شہرت رسول اللہ ﷺ تک پہنچی اور آپ نے ماعز کو بلا کر اس کی تحقیق کی۔

(ص ۱۳۲، ۱۳۳ کتاب حدود آرڈیننس)

ان تمام روایات کے بارے میں عرض یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اگرچہ سب کے حافظے یکساں نہ تھے لیکن نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال بیان کرنے میں وہ حضرات انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے اور حس چیز کے بارے میں انہیں ذرا برابر شک ہو جاتا کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ سے قطعی طور پر ثابت نہیں وہ اسے روایت نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے جمہور محدثین، سنت کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرنے میں تمام صحابہ عدل یعنی قابل اعتماد ہیں۔ رہیں دوسری تفصیل جو کسی دوسرے شخص سے متعلق ہوں اس میں ان سے بھول چوک کا احتمال ہے بشرطیکہ ان کی اس بھول چوک سے کسی شرعی حکم میں تبدیلی نہ ہوتی ہو اور نہ رسول کریم ﷺ کے اقوال اور احوال میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہو۔ یہاں بھی یہی صورت حال ہے۔

اصل بات صرف اتنی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ماعز کو کسی عورت سے بدکاری پر رجم فرمایا تھا اتنی بات پر سب صحابہ بیک زبان متفق ہیں۔ البتہ اس عورت کا نام کیا تھا کس خاندان کی تھی اس میں زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ نسیان کا دخل ہوتا گیا تاہم ہر ایک صحابی نے ایک ہی عورت کا ذکر کیا ہے یہ کوئی نہیں کہتا کہ متعدد عورتیں

خرابی پاتے ہیں۔ تیسری بار وہ نبی کریم ﷺ کے پاس پھر لوٹا پھر اُس نے زنا کا اقرار کیا تو کہا اے اللہ کے نبی مجھے پاک کر دیں پھر نبی کریم ﷺ نے اس کی قوم کے پاس دوبارہ پیغام بھیجا تو اس کے بارے میں ان سے سوال کیا تو انہوں نے جس طرح پہلی بار عرض کی اسی طرح عرض کی کہ ہم اس میں نہ کوئی خوف کی بات دیکھتے ہیں نہ ہم کوئی اس کی عقل میں خرابی پاتے ہیں۔ پھر وہ چوتھی بار نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور زنا کا اقرار کیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے گڑھا کھودنے کا حکم دیا اور سینے تک اس کو اس گڑھے میں داخل کر دیا گیا پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اسے رجم کریں۔ (اس کے بعد حضرت بریدہ کا قول ہے) ہم نبی کریم ﷺ کے اصحاب آپس میں یہ کہتے تھے کہ ماعز بن مالک اگر اپنے گھر میں تین بار اقرار کے بعد بیٹھ جاتا تو نبی کریم ﷺ اسے نہ بلاتے۔ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ آپ نے اسے چوتھی بار اقرار کے بعد رجم کیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ماعز بن مالک نے ایک ہی بار زنا کیا اور اسی کا چار بار اقرار کیا اور چوتھی بار کے اقرار کے بعد اسے رجم کر دیا گیا اور کوئی آدمی انہیں کبھی پکڑ کر نہیں لایا۔ لہذا مصنف نے مسند احمد کا یہ حوالہ جھوٹا دیا کہ ماعز اس جرم میں بار بار پکڑے گئے اور ہر بار اعتراف کیا۔

مصنف:

ص ۱۳۳ کے نمبر ۵ پر مصنف نے پھر لکھا کہ انہوں نے کئی عورتوں سے بدکاری کے ارتکاب کا اعتراف کیا۔ یہاں کوئی حوالہ نہیں دیا ثابت ہوا یہ سفید جھوٹ ہے۔ مصنف نے اپنی بات کو بنانے کے لئے ایک اور عنوان ص ۱۳۲ پر لگایا۔ لکھتے ہیں ”ماعز کے واقعہ میں جن خواتین کا ذکر آتا ہے وہ تعداد میں کئی ہیں۔ مصنف عبدالرزاق

مصنف عبدالرزاق کی روایت کا جائزہ:

مصنف کتاب حدود آرڈیننس نے حضرت ماعز اسلمی کو زنا کا عادی مجرم ثابت کرنے کے لئے بہت زور لگایا ہے چنانچہ اس نے مزید لکھا ہے کہ ”مصنف عبدالرزاق کے مطابق ماعز نے ایک آزاد عورت سے بدکاری کا ارتکاب کیا“

مصنف عبدالرزاق میں اس مضمون کو جس طرح بیان کیا گیا ہے ہم اس کے الفاظ مع سند یہاں لکھتے ہیں، مصنف عبدالرزاق ص ۳۲۲ ج ۷ (طبع بیروت) (49)

عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الصَّامِتِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ جَاءَ
الْإِسْلَمِيُّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ فَشَهِدَ عَلَيَّ نَفْسِهِ
أَنَّهُ أَصَابَ حُرَّةً حَرَامًا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ كُلُّ
ذَلِكَ يُعْرَضُ عَنْهُ (المحدث)

یعنی عبدالرزاق نے ابن جریج سے عَن کے ساتھ روایت کی وہ کہتے ہیں مجھے ابو زبیر نے خبر دی عبدالرحمن بن صامت سے عَن کے ساتھ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اسلمی (ماعز) اللہ کے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو اپنے آپ پر گواہی دی کہ وہ ایک آزاد عورت سے حرام کا مرتکب ہوا چار بار اس نے یہ گواہی دی اور بار بار رسول اللہ ﷺ اس سے منہ پھیر لیتے تھے“ اس روایت کو سنن ابی داؤد بجماتی میں لفظ بہ لفظ اسی سند سے ابو ہریرہ سے روایت کیا لیکن اس میں یہ ہے کہ ماعز اسلمی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو

تھیں اور ہر صحابی یہ کہہ رہا ہے اس ایک عورت سے ماعز کا جرم ثابت ہونے کے بعد انہیں رجم کر دیا گیا ہر شخص یہ بات آسانی سے سمجھ سکتا ہے جب ماعز کو ایک دفعہ رجم کر دیا گیا تو پھر وہ دوبارہ قبر سے اٹھ کر تو نہیں آگئے تھے کہ ان پر دوبارہ سہ بارہ اور بار بار رجم کیا گیا۔ واضح ہوا کہ رجم صرف ایک ہی عورت سے جرم کی پاداش میں ایک ہی بار ہوا تھا کیونکہ رجم کے معنی پتھر پھینک کر اس وقت تک مارنے کے ہیں جب تک مر جوم مرنے جائے۔ جب کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ وہ کئی عورتوں سے پکڑا گیا تھا اور نہ کسی صحابی نے یہ کہا کہ اس کو کچھ عورتوں سے جرم ثابت ہونے کے بعد رجم نہیں کیا گیا بلکہ ہر کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ شکایت آئی تو رجم کر دیا گیا۔

تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ ماعز کا جرم صرف ایک ہی عورت سے تھا وہ عادی مجرم ہرگز نہیں تھا مگر اس مصنف کو جھوٹ بولنے کی لت پڑ گئی ہے اور یہ حضرت ماعز پر متعدد بار زنا کی جھوٹی ہتھتیں لگائے جا رہے ہیں۔ حضرت ماعز کی شکایت اللہ ہی سننے والا ہے اور وہ ہی اس مصنف سے حساب لے گا اگرچہ ہم نے مصنف کے مفتریات کا جواب دے دیا ہے لیکن اس سلسلے میں مصنف نے جن کتابوں کا نام لیا ہے اور اپنے جھوٹ کو چھپانے کے لئے عبارات نقل نہیں کیں ہم مناسب سمجھتے ہوئے ان عبارات کی نوٹیشن پیش کر رہے ہیں تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ ان میں سے کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ ماعز نے کئی عورتوں سے اس طرح کا ارتکاب کیا اور کچھ عورتوں سے ارتکاب ثابت ہونے کے باوجود رسول اللہ نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔ یہاں تک کہ جب تین چار یا دس بارہ عورتوں کے واقعات ہو گئے تو پھر اسے سزا دی گئی۔ ملاحظہ ہو عبارات کتب پر تبصرہ (جو آگے آرہا ہے)

سے بدکاری کی جسکا نام فاطمہ تھا یہ روایت مصنف نے بجائے مسند احمد کے اسکی شرح سے نقل کی جسکا نام الفتح الربانی ہے جبکہ یہ روایت مسند امام احمد کے ص ۲۱۶، ۲۱۷ جلد خاص پر ہے جسکا حوالہ مصنف نے نہیں دیا شرح کے حوالے سے مصنف یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ باندی تھی۔

چلنے ہم مان لیتے ہیں کہ وہ باندی تھی کیونکہ اگر وہ آزاد ہوتی تو اسکو بھی حد لگائی جاتی لیکن اسکو حد لگایا جانا کہیں منقول نہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ اسکے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی ہو یا اسکے مالک نے اسے پچاس کوڑے مار دیئے ہوں اس لئے اسکا نام نہ لیا گیا ہو۔ اس روایت میں مصنف ایک اور اعتراض بھی کرنا چاہتا ہے کہ یہاں مزنیہ کا نام فاطمہ بتایا گیا ہے جبکہ طبقات ابن سعد کی روایت میں اسکا نام مہیرہ بتایا گیا ہے۔ جو با عرض ہے کہ ہم نے مسند کی مذکورہ بالا روایت پر اعتماد کر لیا ہے رہا ابن سعد کی روایت مہیرہ سے تو اسکی سند یوں ہے ”أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عَاصِمٍ بْنُ يَزِيدَ بْنِ نَعِيمٍ بْنِ هَزَالٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ“ اس میں محمد بن عمر واقد اسلمی مدنی الواقدی ہے۔ تقریب التہذیب میں ہے ”مَشْرُوكٌ مَعَ سَعَةِ عَلِيٍّ“ اپنی وسعت علم کے باوجود متروک ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۲۳ طبع فاروقی لاہور) (50) میزان الاعتدال میں ذہبی لکھتے ہیں ”اِسْتَقْرَأَ الْاِجْمَاعُ عَلَيَّ وَهِيَ الْوَأَقِدِي“ واقدی کے کنزور ہونے پر اجماع قائم ہو گیا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۲۶۶ ج ۳ طبع بیروت) (51) پھر واقدی نے جس راوی سے روایت کی اسکا نام هشام بن عاصم ہے۔ اس نام کا راوی اسماء رجال کی کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ لہذا یہ مجہول العین ہے اور مجہول العین کی روایت معتبر نہیں

اپنے آپ پر چار بار یہ گواہی دی کہ اس نے ایک عورت سے حرام کا ارتکاب کیا۔ ان دونوں روایتوں میں فرق یہ ہے کہ مصنف عبدالرزاق کے الفاظ کے مطابق اس نے ایک آزاد عورت سے حرام کے ارتکاب کا چار بار اقرار کیا جبکہ ابوداؤد میں وہی مصنف ابن عبدالرزاق کی روایت ہے اور اسمیں یہ ہے کہ اسلمی نے کسی عورت سے زنا کا چار بار اقرار کیا تو ابوداؤد کی روایت میں آزاد عورت کے لفظ نہیں ہیں جبکہ وہاں بھی مصنف عبدالرزاق ہی کی روایت ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ مصنف عبدالرزاق غیر متداول کتاب ہے اگرچہ وہ اب چھپ کر سامنے آگئی ہے لیکن وہ (محدثین کے ہاتھوں مسلسل پڑھی جانے والی) متداول کتاب نہیں ہے جبکہ سنن ابی داؤد متداول کتاب ہے اور علماء کا قاعدہ ہے کہ اصل اعتماد متداول پر ہوتا ہے غیر متداول پر نہیں۔ اب جب ایک ہی حدیث کے بارے میں متداول اور غیر متداول لکرا گئیں تو اعتماد اس متن پر نہیں ہوگا جو آج کل چھپا ہے بلکہ اس متن پر ہوگا جو سینکڑوں سال سے محدثین کے مطالعہ میں آ رہا ہے جسکے کئی نسخے اطراف عالم میں مع متعدد شروح کے موجود ہیں جب اسمیں حرہ کا لفظ نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ یہاں لفظ حرہ کا پایا جانا باطل اور بے اصل ہے اصل میں بات صرف اتنی ہے کہ وہ صرف ایک عورت سے حرام کا مرتکب ہوا تھا وہ حرہ تھی یا کینز تھی اسکا یہاں بیان نہیں ہے کسی نے بعد میں ملا دیا ہے غالباً نسخے کو کہیں سے دیکھ چاٹ گئی ہوگی اور لفظ امراة سے (جو ابوداؤد کی روایت میں ہے) تھوڑا سا باقی رہا ہوگا جسے کسی مصحح نے حرہ لکھ دیا لہذا اسکا کوئی اعتبار نہیں۔

مسند احمد کی روایت کا جائزہ:

مصنف نے مسند احمد کا ایک اور حوالہ یہ دیا ہے کہ معاذ نے ہزال کی باندی

یہ روایت ضعیف ہے اور بخاری مسلم کی ان روایات کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو پہلے گزری ہیں لہذا اس مزنہ کا باندی ہونا مسلم ہے اور اسمیں کوئی اختلاف نہیں اور اسکا ایک ہی نام ہے اور وہ فاطمہ ہے اور وہ ایک ہی عورت ہے۔ اسکے خلاف مصنف کچھ بھی ثابت نہیں کر سکے۔ لہذا یہ بات سفید جھوٹ ٹھہری کہ حضرت ماعز نے اس طرح کئی عورتوں سے کیا تھا اور وہ پکڑے گئے تھے، انصاف شرط ہے،

خلاصہ یہ کہ ماعز کے مقدمہ میں نہ تو کئی عورتوں کا ثبوت ہوتا ہے نہ پکڑے جانے کا اور نہ انکے عادی مجرم ہونے کا اس لئے سزائے رجم ہر اس شخص کو دی جائے گی جو محض جرم زنا کا مرتکب ہو۔ عادی ہو یا اتفاقی، فریقین کی خوشی سے ہو یا کسی ایک پر جبر کیا گیا ہو۔ البتہ جس عورت سے زنا بالجبر کا ارتکاب کیا گیا اس پر حدیث کی تصریح کے مطابق کوئی سزا نہیں اگر کسی مرد پر جبر کیا جائے تو یہ بات فیصلہ کن انداز میں کہیں بیان نہیں ہوئی۔ البتہ قابل غور ضرور ہے کیونکہ مصر کے وزیر کی اہلیہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس فعل کے ارتکاب پر جبر کیا تھا اگرچہ یوسف علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسکے جبر سے بچنے کے لئے دروازے کھول دیئے اور وہ اس جبر سے بچ نکلے۔

عادی اور اتفاقی جرم کی سزا:

یاد رہے کہ شریعت میں عادی اور اتفاقی زنا کا فرق نہ کیا جانا واضح ہے تاہم خود مصنف کو بھی یہ تسلیم ہے کہ عادی اور اتفاقی مجرموں کی سزا کا فرق انصاف کے بنیادی تقاضوں کے خلاف ہے اور غلط ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۵۶ عنوان نتائج بحث نمبر ۲۳) دفعہ نمبر ۹ عادی مجرموں کے لئے اتفاقی مجرموں کی بہ نسبت کم سزا تجویز کرتی

ہوتی۔ نخبۃ الفکر میں ہے ”وَلَا يُقْبَلُ الْمُتَّبِعُ وَلَوْ أَنَّهُمْ بَلَفِظَ التَّعْدِيلِ عَلَى الْأَصَحِّ فَإِنَّ سَمِيَّ وَالْفَرْدَ وَاحِدًا عَنْهُ فَمَجْهُوْلُ الْعَيْنِ“ یعنی بہم رواہ کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی (جب تک اسکا نام نہ بتایا جائے) اگر محدث نے نام لئے بغیر یہ کہا ہو کہ مجھے ایک ثقہ شخص نے خبر دی اصح قول پر (کہ محدث کے اپنی طرف سے بہم کو ثقہ کہنے کے بارے میں یہی ہے کہ حدیث قبول نہ کی جائے) اسکے بعد شرح نخبہ میں اسی صفحہ پر مجہول العین کے متعلق لکھا۔

”فَإِنَّ سَمِيَّ الرَّاَوِيَّ وَالْفَرْدَ وَاحِدًا بِالرَّوَايَةِ عَنْهُ“ فَهُوَ مَجْهُوْلُ الْعَيْنِ كَالْمُتَّبِعِ إِلَّا أَنْ يُوثِّقَهُ غَيْرٌ مِنَ الْفَرْدِ عَنْهُ عَلَى الْأَصَحِّ وَكَذَا مِنَ الْفَرْدِ عَنْهُ إِذَا كَانَ مَتَابِعًا لِلذَّكَ.

(شرح نخبۃ الفکر ص ۸۶ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان) (52)

اگر سند میں راوی کا نام لیا گیا ہو اور کوئی ایک اس سے روایت کرنے میں منفرد ہو تو وہ راوی جس سے فقط ایک نے روایت کی مجہول العین ہے اور اسکا حکم بہم کا ہے۔ (یعنی اس کی حدیث کو بھی قبول نہ کیا جائے گا) مگر اس حالت میں کہ اس ایک راوی کے علاوہ کوئی دوسرا اس کو ثقہ کہہ دے یا وہی شخص جس نے روایت کی ہے اگر وہ جرح و توثیق کا اہل ہو اور اسے ثقہ کہہ دے تو بھی وہ روایت مقبول ہوگی۔ (شرح نخبۃ الفکر ص ۸۶ طبع فاروقی ملتان) زیر بحث روایت میں کسی نے ہشام بن عمامہ کی توثیق نہیں کی اس لئے یہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔

علاوہ ازیں اس میں لفظ مہیرہ نام نہیں بلکہ وصف ہے۔ مہیرہ مہروالی کو کہتے ہیں یعنی بڑے مہروالی تو یہ اسکا نام نہ ہوا۔ تاہم مہیرہ نام ہو یا وصف بہر حال ابن سعد کی

اگر ہم نے ایسا کر دیا تو ان کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا جائے گا۔ مدینہ میں رہے تو ہلاک ہو جائیں گے باہر نکلنے کے بعد ہاتھ لگ جائیں تو قتل کر دیئے جائے گے۔

بہر حال ان آیات میں کوئی حکم جاری نہیں کیا گیا بلکہ حکم جاری کرنے کی دھمکی دی گئی اور بس۔ ان آیات کو جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے کسی حکم کے ناندھ ہونے کی دلیل بنانا بالکل غلط ہے۔

اب آئیے ان تفسیری عبارات کی جانب جو مصنف نے ان آیات کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابن جوزی اور زحسری معزلی کے حوالے سے دی ہیں۔

ابن جوزی کا حوالہ جھوٹا نکلا:

مصنف نے جن آیات (صفحہ نمبر ۱۲۹ پر جہاں نمبر ۶۲ تا ۵۹ لکھا ہے) کے تحت ابن جوزی کی تفسیر کا حوالہ دیا ہے یہ تفسیر ان آیات کے تحت بالکل نہیں بلکہ اس سے پہلے آیت نمبر ۵۸ کے تحت پائی گئی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ مصنف نے مکمل تفصیل نقل نہیں کی لہذا بات کو واضح کرنے کے لئے پوری آیت اور پھر اسکے بعد ابن جوزی کی تفسیر کے الفاظ پیش کئے جاتے ہیں۔ (فوٹو سٹیٹ کا عکس آخر میں موجود ہے)

”وَالَّذِينَ يُؤَدُّونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا كَتَبْنَا لَهُمْ
اِحْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِنَّمَا مُبِينًا. (۵۸)

اور جو لوگ مؤمنین اور مؤمنات کو انکے کسی کام کی جزاء کے بغیر ایذا پہنچاتے ہیں انہوں نے اپنے آپ پر بہتان اور کھلا گناہ لا دیا۔

ابوالفرج ابن جوزی اس کے تحت لکھتے ہیں فِئْسَى سَبَبٍ نُّزُولِهَا اَرْبَعَةٌ

ہے جو انصاف کے بنیادی تقاضوں کے خلاف ہے اور غلط ہے۔

مصنف کے دیگر غلط حوالے:

اس سلسلے میں اس امر کا ذکر بھی ضروری ہے کہ مصنف نے ص ۱۳۰ پر سورۃ احزاب کی آیات نمبر 59 تا نمبر 62 يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ سے آخر تک چار آیات کے بارے میں دو غلط حوالے دیئے ہیں۔ پہلا حوالہ ابن جوزی کی زاد المسیر سے ہے مصنف لکھتے ہیں ”یہ ان زنا کاروں کے سلسلے میں اتری ہے جو مدینہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے تھے اور جب رات میں عورتیں قضاے حاجت کے لئے نکلتیں تو وہ ان کے پیچھے لگ جاتے کسی عورت کو دیکھ لیتے تو اسکے پاس جاتے اور اس سے چھیڑ خانی کرتے“

(ص ۱۳۰ کتاب حدود آرڈیننس)

دوسرا غلط حوالہ جار اللہ زحسری معزلی کی کتاب تفسیر کشاف کا ہے مصنف لکھتے ہیں ”ان زنا کاروں کے سلسلے میں اتری ہے جو عورتوں کی گھات میں رہتے تھے، ان کا پیچھا کرتے تھے، باوجودیکہ وہ اس سے متنفر ہوتی تھیں“

(ص ۱۳۱ کتاب حدود آرڈیننس)

ان کتابوں کی حیثیت کیا ہے اس سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی ہم نے جب اصل کتابوں کو دیکھا تو ان میں یہ عبارت ان آیات کے تحت موجود نہ تھیں بلکہ اس سے قبل کسی اور آیت کے تحت تھیں جو سزائے قتل کیلئے نہیں بلکہ پردہ کے حکم کیلئے ہیں۔ حالانکہ منقولہ عبارات ان ہی آیات کے تحت ہوتیں جو مصنف نے دعویٰ کیا تو پھر بھی اس سے سزائے قتل ثابت نہ ہوتی تھی کیونکہ ان آیات کا مطلب صرف اتنا ہے کہ اگر وہ باز نہ آئے۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ ہم آپ کو انہی ان کے خلاف مسلط کر دیں گے اور

معلوم نہیں ہوتا تھا تو ان میں سے مسلمان عورتوں نے اپنے خاوندوں کو اسکے اس سلوک کی شکایت کی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو گناہ گار بنایا ہے۔ یہ تفسیری قول سدی کا ہے۔ (لیکن یہاں ان پر جرم کا حکم آیت میں نہیں بلکہ کوئی بھی دنیا کی سزا سچی کہ مستقبل میں نفاذ کی دھمکی کے طور پر بھی نہیں)۔

اس کے علاوہ دو اور تفسیری قول بھی ہیں کہ تیسرا قول تو یہ ہے کہ ام المؤمنین عائشہ پر بہتان باندھنے والے شخص کے خلاف نازل ہوئی۔ (آیت میں لفظ بہتان اسی قول کی تائید کرتا ہے) یہ تیسرا ضحاک کا قول ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ کچھ منافقوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچائی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی یہ قول مقاتل کا ہے۔

اس سے آگے ابن جوزی نے کہا ”وَمَعْنَى الْآيَةِ يَرْمُونَهُمْ بِمَا لَيْسَ فِيهِمْ“ یعنی مفسرین کے مطابق یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں ہے جو مسلمانوں پر خلاف واقعہ الزام لگائیں۔ (زاد المسیر ص ۲۲۳، ۲۲۴ جز نمبر ۶ طبع حقانیہ پشاور) (53)

ابن جوزی کی تصریح سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آیت کی تفسیر میں صرف وہی اقوال معتبر ہیں جن میں کسی بہتان کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ قول ثانی میں خواتین کو ایذا پہنچانے کا ذکر تو ہے بہتان لگانے کا نہیں اسی طرح یہ قول ابن جوزی کے نزدیک رد ہو گیا دوسری وجہ اس قول کے رد ہونے کی یہ ہے کہ یہ قول سدی کا ہے جس کا نام محمد بن مروان ہے اور اسے سدی صغیر کہتے ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ محدثین نے اسے ترک کر دیا اور بعض محدثین نے اسے کذب سے متهم کیا ہے۔ بخاری نے کہا البتہ اس

اقوال ”اول انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا کہ وہ اپنے بدن کے بعض حصے کھولے ہوئے بن ٹھن کر باہر پھر رہی تھی تو آپ نے اس کے اس ظاہر ہونے والے ناقابل اظہار بدن کو کسی کپڑے وغیرہ سے چھپا دیا تو اس لڑکی نے جا کر گھر والوں کو شکایت لگائی کہ حضرت عمر نے اسکے بدن کی زینت کے ظاہر ہونے میں رکاوٹ ڈال دی تو اسکے گھر والوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایذا پہنچائی جس پر یہ آیت نازل ہوئی یہ تفسیر حضرت عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کی۔

دوسرا تفسیری قول یہ ہے کہ اِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الزُّنَاةِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَمْشُوْنَ فِيْ طَرِيقِ الْمَدِيْنَةِ يَتَّبِعُوْنَ النِّسَاءَ اِذَا بَرَزْنَ بِاللَّيْلِ لِقَضَاءِ حَوَائِجِهِنَّ فَيَرُوْنَ الْمَرْأَةَ فَيَذَنُوْنَ مِنْهَا فَيَغْمِزُوْنَهَا وَاِنَّهَا كَانُوْا يُوْدُوْنَ الْاِمَاءَ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ تَكُنِ الْاِمَةُ تُعْرَفُ مِنَ الْحُرَّةِ فَشَكُوْنَ ذٰلِكَ اِلَى اَزْوَاجِهِنَّ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَالَهُ الشُّدِّيُّ.

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت ان زانیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مدینہ کی گلیوں میں پھرتے رہتے تھے مدینہ کی عورتیں جب رات کو اپنی قضائے حاجت کے لئے (اس زمانے میں ابھی گھروں میں لیٹرین نہیں بنائے گئے تھے) باہر جاتی تھیں تو وہ لوگ ان خواتین کا پیچھا کرتے تھے جب وہ کسی عورت کو اکیلے دیکھتے تو اسے قریب جا کر ہاتھ لگاتے یا اسکے بدن پر چنگلی لے لیتے تھے۔ وہ ایذا تو صرف کنیزوں کو پہنچاتے۔ لیکن رات کے اندھیرے میں کنیز اور حرہ کا فرق

منافقین اور وہ لوگ جن کے دل میں بیماری ہے اور جو مدینہ میں (انواہین پھیلا کر) مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کیلئے ان کے دل دہلاتے ہیں تو ہم ان پر آپ کو مسلط کر دیں گے پھر وہ آپ کے ساتھ (مدینہ کی) اس سرزمین میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑا (عرصہ) وہ اس حالت میں ہونگے کہ ان پر لعنت کی ہوئی ہوگی۔ جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور جن جن کو قتل کئے جائیں گے یہ اللہ کا دستور ہے ان سے پہلے لوگوں کے بارے میں اور تم اللہ کے اس دستور میں تبدیلی ہرگز نہ پاؤ گے۔“

اس آیت میں تین قسم کے مجرموں کا ذکر ہے پہلے نمبر پر منافقوں کا۔ ان کے بارے میں ابن جوزی لکھتے ہیں اگر منافق اپنے نفاق سے باز نہ آئے اور دوسرے نمبر پر ان لوگوں کا ذکر ہے جنکے دلوں میں بیماری ہے۔ ابن جوزی لکھتے ہیں بیماری سے مراد فسق و فجور ہے اور ان لوگوں سے مراد زانی ہیں۔ تیسرے نمبر پر ان لوگوں کا ذکر ہے جو مدینہ شریف میں انواہین پھیلا کر مسلمانوں میں کافروں کا رعب بیٹھاتے تھے اور مسلمانوں کا دل دہلاتے تھے۔ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ان کا دل دہلانا جھوٹ اور باطل کلام کے سبب ہوتا تھا کہتے تھے دشمن تم پر پہنچ گیا کبھی کہتے تھے کہ حضور ﷺ کی قیادت کے بغیر جو افواج باہر گئی تھیں وہ قتل ہو گئیں اور انہیں شکست ہو گئی۔ آگے ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ”لَنْ نُغْرِبَنَّكَ بِهِنَّ“ کا معنی ہے ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے بایں طور کہ آپ کو قتال کا حکم دے دیں گے (یعنی اگر وہ باز نہ آئے) آیت نمبر ۷۳ کے تحت ابن جوزی لکھتے ہیں مفسرین نے کہا کہ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ جو سورہ توبہ (کی آیت نمبر ۷۳) اور سورہ تحریم کی آیت (نمبر ۹) ہے نازل فرما کر اللہ نے اپنے نبی کو ان پر مسلط کر دیا تو آپ نے ایک جمعہ کے دن فرمایا اے فلاں مسجد سے نکل

سے حدیث نہیں لکھی جاتی (البتہ کا معنی قطعاً، یقیناً) ابن معین نے کہا ثقہ نہیں احمد نے کہا میں نے اسے چھوڑ دیا ابن عدی نے کہا اس کی روایت کا ضعیف ہونا واضح امر ہے“ (میزان الاعتدال ص ۳۱، ۳۲ جز ۴ طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ بل) (54)۔ جبکہ اس سب کچھ کے باوجود اس آیت یا اسکی تفسیر میں کسی سزا کا کوئی ذکر نہیں۔

ابن جوزی اور کشاف سے مصنف کی پیش کردہ عبارت آیت نمبر ۵۸ کے تحت ہے آیت نمبر ۵۹ کے تحت نہیں۔ آیت نمبر ۵۹ اسکے بعد ہے اور اسکے تحت یہ عبارت نہیں لہذا مصنف کا دعویٰ اور حوالہ غلط ظہر آیت نمبر ۵۹ یہ ہے ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزُوجَكَّ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُذْنِبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ الْخ“ اسے نبی آپ اپنی گھر والیوں، اپنی بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے فرمائیں کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) وہ اوپر اوڑھنے کی اپنی چادروں سے کچھ حصہ اپنے (سر سے نیچے چہرہ کے) اوپر جھکا لیا کریں.....

ابن جوزی لکھتے ہیں اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ رات کے وقت خواتین باہر نکلتیں تو فاسق لوگ انہیں ایذا پہنچاتے جب کسی عورت کا قناع (سر، منہ چھپا ہوا) دیکھتے تو اسے کچھ نہ کہتے اور کہتے یہ آزاد عورت ہے جب بغیر قناع (پردہ) کے دیکھتے تو کہتے کثیر ہے تو اسے ایذا پہنچاتے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کی تفسیر بھی سدی سے منقول ہے۔ (زاد المسیر ص ۲۲۲ ج ۶ طبع حقانیہ پشاور) (55) یہ تفسیر ضعیف ہے جیسا کہ اوپر گزرا تاہم مصنف نے یہ آیت لکھی مگر اسکی تفسیر نہیں لکھی شاید اس لئے کہ اس سے پردہ کی راہ نکلے گی جو زیر غور کتاب کو چھاپنے والی دوسن فاؤنڈیشن کو پسند نہیں۔ اس سے اگلی آیت نمبر ۶۰ یہ ہے کہ ”اگر باز نہ آئے

عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر بہتان باندھنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسکے بعد ہے ”وَقِيلَ فِي الزُّنَاةِ كَانُوا يَتَّبِعُونَ النِّسَاءَ وَهُنَّ كَارِهَاتٌ“ یعنی یہ آیت ان زنا کاروں کے بارے میں اتری جو عورتوں (کی گھات میں رہتے تھے اور ان) کا پیچھا کرتے تھے باوجودیکہ وہ اس کام سے متنفر ہوتی تھیں۔ پھر زخشری نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آیت نمبر ۶۰ ”الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ“ کی تفسیر مختار کے طور پر سب سے پہلے یہ لکھا کہ قَوْمٌ كَانُوا فِيهِمْ ضِعْفٌ اِيْمَانٍ وَقَلَّةٌ نُبَاتٍ عَلَيْهِ“ یعنی یہ وہ قوم تھی جن میں ایمان کی کمزوری پائی جاتی تھی اور ایمان پر ان کا ٹھہراؤ کم تھا اور آگے لکھا قِيلَ وَهُمْ الزُّنَاةُ وَاهْلُ الْفُجُورِ“ اور کہا گیا کہ بیمار دل والوں سے مراد زانی اور فاسق و فاجر لوگ ہیں، لیکن یہاں اس قول کو لفظ قِيلَ سے نقل کیا اور پہلے قول کو قِيلَ کے بغیر۔ جب اس طرح کی صورت حال ہو تو قِيلَ ضعف کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی ابن جوزی کی طرح زخشری کے نزدیک بھی آیت نمبر ۶۰ میں فِئْتِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ سے زانیوں اور فاسقوں کو مراد لینا صحیح نہیں۔

یاد رہے کہ زاد المسیر اور کشاف کے حوالوں پر تنقید کی وجہ یہ نہیں کہ یہ عبارت اس کتاب میں نہیں ہے بلکہ یہ وجہ ہے کہ یہ عبارت کسی اور آیت کے تحت ہے اور جس آیت کے تحت ہے اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہیں ہوتا۔

الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ کی تفسیر سے ایک شبہ کا ازالہ:

شاید کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ اگرچہ مصنف نے جو عبارت پیش کی وہ جس آیت کے تحت ہے اسکی بجائے دوسری آیت کا حوالہ پیش کر کے غلطی کی لیکن مصنف نے جو آیات پیش کی ہیں تو ان میں سے ایک آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ”اگر

جاؤ! اس لئے کہ تم منافق ہو اور اے فلاں تم بھی کھڑے ہو جاؤ کہ تم منافق ہو۔ (یاد رہے کہ سورہ تحریم کا ترتیب نزول سے نمبر ۱۰ ہے جبکہ سورہ احزاب کا ترتیب نزول نمبر ۹۰ ہے اور توبہ کا ترتیب نزول نمبر ۱۱۳ ہے)

ثابت ہوا کہ ان آیات کی تفسیر میں مصنف کے نقل کردہ الفاظ نہیں ہیں کہ ”یہ ان زنا کاروں کے سلسلے میں اتری ہے جو مدینہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے تھے اور جب رات میں عورتیں قضائے حاجت کے لئے نکلتیں تو وہ انکے پیچھے لگ جاتے کسی عورت کو دیکھ لیتے تو اس کے پاس جاتے اور اس سے چھیڑ خانی کرتے“ (ص ۱۳۰) لہذا مصنف کا یہ حوالہ بھی جھوٹا ثابت ہوا۔

زخشری کا حوالہ جھوٹا نکلا:

زخشری معتزلی المذہب نے بھی اپنی تفسیر کشاف میں مصنف کی پیش کردہ آیات کی تفسیر (ص ۵۵۰ ج ۲ طبع مصر ۱۹۳۸ء) (56) میں یہ جملہ (کہ یہ آیات ۶۲۵۵۹ ان زنا کاروں کے سلسلے میں اتری ہیں جو عورتوں کی گھات میں رہتے تھے اور ان کا پیچھا کرتے تھے باوجودیکہ وہ اس سے متنفر ہوتی تھیں) نہیں لکھا جسے مصنف نے ص ۱۳۰، ص ۱۳۱ پر زخشری کے حوالے سے لکھا ہے بلکہ اس سے قبل کشاف کے ص ۵۳۹ پر آیت نمبر ۵۸ ”وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْخ“ کے تحت دیا ہے اور وہ بھی اس طرح سے کہ اس سلسلے میں کئی قول نقل کئے اور اس میں آخری قول قِيلَ کے ساتھ یہی دیا چنانچہ کلمات قرآنیہ ”بَغْيٍ مَا اُكْتَسَبُوا“ کے تحت لکھتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذا پہنچانے والے منافقین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت (ام المؤمنین)

منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینے والوں کے دل دہلانے کی افواہیں اڑاتے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے“ اس آیت کی تفسیر میں متعدد کتب تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ **فَإِنِّي قُلُّوْهُمْ مَوْضِعٌ** سے مراد اس جگہ زنا کار ہیں تو مصنف کی بات ثابت ہو گئی۔

اس شبہ کے حل میں ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ اس آیت میں کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی بلکہ یہ دھمکی دی گئی ہے کہ اگر وہ باز نہ آئے تو ہم انکی سزا کے بارے میں حکم شرعی نازل کریں گے۔ پھر بعد میں دوسری آیات میں ان کے خلاف سزائیں اتریں۔ چنانچہ زانیوں کے بارے میں پہلے یہ آیت اتری **فَاَجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ** ”ان دو میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو“ پھر اسکے بعد سورۃ نساء کی آیت **فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ** نازل ہوئی اس آیت کی رو سے زانی غلاموں اور کنیروں کو بھی سو کے آدھے یعنی پچاس کوڑوں کا مستحق قرار دیا گیا۔ پھر اسکے بعد **فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ نازل ہوئی جس کے پیش نظر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو رجم کرایا تو مسلمانوں پر بھی وہ حکم نافذ کر دیا۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ سورۃ احزاب جسکے نازل ہونے کی ترتیب نمبر 90 اور اسکے بعد سورۃ نور جس کی نزولی ترتیب کا نمبر 102 ہے اسکے بعد سورۃ نساء اور اسکے بعد سورۃ مائدہ کی آیات **فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ** اور **يُحْكَمُ بِهِ النَّبِيُّونَ الَّذِينَ اَسْلَمُوا** نازل ہوئی۔**

لہذا سورۃ احزاب کی آیات جن میں سزا مقرر نہیں تھی، سورۃ نور کی آیت حد زنا سے وہ منسوخ ہو گئیں اور اس میں آزاد اور مملوک کا جو واضح فرق نہیں تھا وہ منسوخ ہو گیا۔ سورۃ نساء کی مذکورہ آیت سے سورۃ نور کی آیت میں شادی شدہ اور

غیر شادی شدہ کا فرق نہیں سمجھا جاتا تھا وہ **فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ** سے منسوخ ہو گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور فعل سے مسلمانوں پر حد رجم کو نافذ کر کے **فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ** اور **يُحْكَمُ بِهِ النَّبِيُّونَ** کی تشریح مکمل فرمادی۔ اب آپ چاہیں تو اس منسوخ کے لفظ کی بجائے یہ کہہ دیں حد کا نافذ نہ ہونا ایک وقت تک تھا پھر اس کا وقت سورۃ نور کی آیت سے انتہاء کو پہنچا۔ پھر آزاد، غلام سب کے لئے سو کوڑوں کا حکم **فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ** سے انتہاء کو پہنچا اور غلاموں، کنیروں کیلئے پچاس کوڑے قرار پائے۔ پھر شیب کیلئے سورۃ مائدہ کی آیات سے رجم کا حکم مسلمانوں پر نافذ ہونے کے بعد سورۃ نور سے کوڑوں کا حکم مخصوص عنہ ٹھہرا۔ یا یوں کہہ دیں کہ سورۃ نور کی آیت جمل تھی اور سورۃ نساء اور سورۃ مائدہ کی آیت نے اسکی تفصیل کر کے اس کا بیان کر دیا۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ لفظ تنخ پر ہمیں اصرار نہیں بلکہ مقصد اسکے معانی میں سے مذکورہ بالا معانی ہیں۔

غیر محصنہ کو رجم: (ایک اور جھوٹا دعویٰ)

مصنف نے یہ کہا کہ.....

”بے شوہر خاتون کے اعتراف زنا پر اسے رجم

کیا گیا“ (حدود آرڈیننس ص ۱۳۵)

تبصرہ:

مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ یہ واقعہ کہاں ہے کس کتاب میں ہے؟ حوالہ دیئے بغیر ایک ایسی بات کہنا جس کا فقہاء امت میں کوئی بھی قائل نہیں اسے جھوٹ کا نام نہ دیا جائے تو کیا کہا جائے؟ ہم نے اس صفحہ سے پہلے صفحات پر بھی دیکھا کہ شاید

مصنف اس طرح کے واقعہ کا پہلے حوالہ دے چکا ہو۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ مصنف نے اس سے قبل مسلمانوں پر حد زنا کے تین واقعات لکھے ہیں۔

۱- حضرت ماعز کا واقعہ جس پر ہم تنقید کر چکے ہیں۔

۲- ایک لڑکا ایک شخص کے ہاں اجرت پر کام کرتا تھا وہ اسکی بیوی سے زنا کا مرتکب ہوا تو یہ دوسرا واقعہ بھی باقاعدہ شوہر دار عورت کا ہوا۔

۳- مصنف لکھتے ہیں رجم کا تیسرا واقعہ عامد یہ ہے کہ جس میں ایک عورت حمل ظاہر ہونے پر آکر دربار رسالت میں اعتراف گناہ کرتی ہے۔ اسے بار بار واپس بھیجا جاتا ہے آخر وضع حمل اور مدت رضاعت کے خاتمے پر اسکے اصرار پر اسے رجم کر دیا جاتا ہے۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۳۴)

اگرچہ مصنف نے یہاں یہ دعویٰ تو نہیں کیا لیکن ہو سکتا ہے کہ مصنف نے یہ تیسرا واقعہ غیر شادی شدہ عورت کا سمجھا ہو شاید اس لئے اس میں یہ نہیں بتایا کہ وہ عورت محض یعنی شادی شدہ تھی۔ ہمارے باور کر لینے کی وجہ یہ بھی ہے کہ مذکورہ بالا حوالے سے اگلی سطر میں مصنف نے بزعم خویش یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں زنا کے جرم میں جن افراد کو رجم کیا گیا ان کی کل تعداد پانچ تھی ایک یہودی اور یہودیہ کو انکے مذہبی قانون کے مطابق رجم کیا گیا، ماعز اسلمی کو رجم کیا گیا، عامد یہودیہ کو رجم کیا گیا، جس عورت نے اپنے ملازم سے زنا کیا تھا اسے رجم کیا گیا۔

(حدود آرڈیننس ص ۱۳۴)

لیکن یہ بات حقیقت کے خلاف ہے کہ عامد یہودیہ غیر شادی شدہ تھی بلکہ ثابت ہے کہ وہ شوہر والی تھی دیکھئے سنن کبریٰ بیہقی (ص ۲۲۹ جلد ۸) (۵۷) میں روایت ہے.....

”قَالَتْ إِنَّهَا حُبِّلَىٰ مِنَ الزَّانَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَيْبَ أَنْتِ؟ قَالَتْ نَعَمْ“ یعنی عامد یہ نے آکر کہا کہ وہ زنا سے حاملہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو شیبہ ہے؟ (یعنی شوہر والی ہو چکی ہے) وہ بولی ہاں! تو ثابت ہوا کہ مصنف کا یہ کہنا کہ ”ایک بے شوہر والی عورت کو بھی رجم کیا گیا“ جھوٹا حوالہ ہے۔

یہودی قاتل کو رجم کرنا ثابت نہیں:

اس سلسلے میں مصنف نے ص ۱۳۵ پر ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ”ایک یہودی کی طرف سے ایک مسلمان لڑکی کا پتھر سے سر پھوڑنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے رجم کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے“ یہ بات بھی غلط ہے جسکا جواب ہم پہلے دے آئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلم شریف میں یہ واقعہ حضرت انس سے تین شخص روایت کر رہے ہیں سب سے پہلے امام مسلم نے جو روایت بیان کی وہ ہشام بن زید کی ہے اس میں یہ ہے کہ پتھر سے سر پھوڑنے کی سزا پتھر سے سر پھوڑنا تجویز فرمائی۔ بعد ازاں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک دوسرے شخص ابو قلابہ نے روایت کی انہیں یہ لفظ ہے کہ پتھر سے سر پھوڑنے کی سزا رجم فرما کر دی۔ اسکے بعد امام مسلم پھر ایک حدیث لائے جو حضرت انس سے قنادہ نے روایت کی انہیں بھی یہ الفاظ ہیں کہ سر پھوڑنے کی سزا سر پھوڑنے سے دی گئی۔

اصول حدیث کے طریقہ پر دو ثقہ راویوں کی ایک ثقہ راوی مخالفت کرے تو دو ثقہ کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے لہذا رجم کا لفظ مرجوح ٹھہرے گا اور مرجوح رد کر دیا جاتا ہے۔ علم الاسناد کے طور پر جس حدیث میں رجم کا لفظ ہے اسکا راوی عبدالرزاق

بن ہام ہے جو معمر سے یہ حدیث روایت کر رہا ہے۔ عبدالرزاق بہت اچھے آدمی ہیں، بہت بزرگ آدمی ہیں اور حضرت معمر بھی بہت اچھے اور بہت بزرگ آدمی ہیں تاہم دارقطنی کہتے ہیں کہ عبدالرزاق معمر سے احادیث کی روایت میں غیر ارادی طور پر خطا کر بیٹھتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ص ۶۱۰ جلد ثانی طبع دار الفکر بیروت) (58)

ہمارے اس حوالے سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ حضرت انس سے دیگر دوراویوں کی حدیث ہی دراصل ثابت ہے نہ کہ یہ حدیث جس میں رجم کا ذکر آیا ہے، یہ عبدالرزاق کی خطا ہے۔

دریائے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح یہودی نے قتل کیا تھا بطور قصاص اسی طرح اسے قتل کیا جائے اور ”وَالْجُرُوحُ قِصَاصٌ“ چونکہ تورات کا حکم تھا اور اس یہودی کے پتھر مارنے سے وہ لڑکی فوراً نہیں مری بلکہ اسے زندہ حالت میں سرکار کے پاس لایا گیا مختلف لوگوں کے نام پر اس نے سر کے اشارے سے ہاں یا نہ کی یہودی کو جب پکڑ کر اس سے اقرار کرایا گیا تو اس نے اقرار کیا کہ اس نے لڑکی کو ایک پتھر مار کر اس کا سر پھوڑ دیا اب اس نے تو پتھر سے سر پھوڑا تھا فوراً ختم نہیں کر دیا یہاں تک کہ وہ لڑکی آہستہ آہستہ خون نکلنے سے فوت ہوگئی۔ لہذا قرین قیاس بھی یہی ہے کہ اسے بھی ایک پتھر مار کر سر پھوڑ دیا ہو اور وہ آہستہ آہستہ خون نکلنے سے بالآخر مر گیا ہونے سے کہ اس وقت تک بے شمار پتھر مارتے رہیں جب تک کہ وہ مرنے جائے۔ جیسا کہ رجم زانی میں ہوتا ہے۔

حد اور قصاص میں فرق ہے:

پھر بہر صورت کچھ بھی ہو یہ قصاص کا معاملہ ہے جو حق العبد میں سے ہوتا ہے۔ حد کا معاملہ نہیں جو حقوق اللہ میں سے ہوتا ہے اور نہ یہ ایسی تعزیر ہے جسکے معاف

کرنے کا حاکم کو حق ہو۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ زنا میں الْمُحْصِنِ أَوْ الْمُحْصِنَةِ کے سوا کسی حد اور کسی تعزیر میں رجم کرانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں لہذا مصنف کا اس روایت کو پیش کرنا موضوع سے فرار کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

چوری کی حد میں رجم کا رد:

مصنف نے ایک شوشہ یہ چھوڑا ہے کہ چوری کے مجرم کو بھی رجم کیا گیا جیسا کہ وہ ص ۱۳۵ پر لکھتے ہیں۔

”ایک شخص چار بار چوری کے جرم میں سزایاب ہونے کے بعد پانچویں بار اسی جرم میں پکڑا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے قتل کر دو حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ ہم نے اسے پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا۔“

حوالہ میں مصنف کی علمی خیانت:

مصنف نے جس کتاب کا حوالہ دیا یعنی نسائی شریف کا اسمیں امام نسائی نے خود لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ چنانچہ نسائی لکھتے ہیں قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ (سنن نسائی ص ۲۶۱ جلد ثانی) (59) وَمُضْعَبُ بْنُ نَابِتٍ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي نَسَائِي خُودِيہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر (یعنی سند کے اعتبار سے ناپسندیدہ ہے یہ لفظ انتہائی درجہ کی ضعیف حدیث کے لئے بولا جاتا ہے) اور مصعب بن ثابت راوی جو اس حدیث کی سند میں ہے لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ وہ حدیث میں ضعیف ہے۔

جواب:

جواباً عرض ہے کہ ہم نے مصنف کی بیان کردہ سابقہ تفصیل پڑھی ہیں ان میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ چار گواہوں کی زنا پر گواہی کے بعد حضور ﷺ نے کسی ایک محسن مرد یا عورت کو رجم نہ کیا ہو یا کسی چار بار اقرار کرنے والے شخص کو جبکہ وہ محسن بھی ہو آپ ﷺ نے رجم نہ کرایا ہو اگر ایسا ہوتا تو مصنف یہاں اپنی روایت کے مطابق اپنی کتاب کے سابقہ صفحات کے حوالہ جات ضرور دیتے جب کہ ایسا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ ثابت ہوا یہ بھی جھوٹ ہے۔

نتیجہ بحث:

ثابت ہو گیا کہ زنا بالرضا کا مرتکب خواہ مرد ہو یا عورت اگر محسن ہو تو چار مرد گواہوں کی گواہی سے جرم ثابت ہونے کے بعد اسے رجم کیا جائے گا۔ اور اگر وہ مرد یا عورت محسن نہیں تو اسے چار مرد گواہوں کی گواہی سے جرم ثابت ہونے پر کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ کیونکہ نصف سزا غلاموں اور کنیزوں کے لئے ہے جو کہ ہمارے علم کے مطابق ہمارے ملک میں نہیں پائے جاتے۔

اگر گواہ نہ ہوں اور مجرم خود چار بار اقرار کرے تو بھی مذکورہ بالا سزاؤں کا وہ اپنی حالت کے مطابق مستحق ہوگا۔ اور اگر زنا بالجبر ہو اور وہ گواہوں یا مجرم کے چار بار اقرار سے ثابت ہو تو اسکی بھی اسی طرح سزا ہے کہ محسن یعنی شادی شدہ کو موت بذریعہ رجم اور غیر محسن کو کوڑوں کی سزا دی جائے۔ غیر عادی مجرم کو بھی وہی سزا دی جائے گی جو عادی مجرم کے لئے ہے قرآن و حدیث میں اسکا کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ خود مصنف نے بھی ص ۲۵۶ پر اس فرق کو انصاف کے بنیادی تقاضوں کے خلاف کہہ کر غلط قرار دیا

ثابت ہوا کہ یہ حوالہ مصنف کی علمی خیانت ہے پھر یہ کہ اگر یہ حدیث ثابت ہے تو مصنف کو مطالبہ کرنا چاہئے کہ پانچویں بار چور کی سزا رجم کے ذریعے قتل ہونا چاہئے۔ کیا وہ یہ مطالبہ کرنا پسند کریں گے؟ جب کہ وہ اپنی اس کتاب میں چوروں کو چھڑانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔

مصنف کا بے ربط استدلال:

مصنف کا مقصد تو یہ تھا کہ رجم کی سزا بطور حد زنا بالجبر والے کے لئے ثابت ہے اور کسی کے لئے ثابت نہیں۔ حتیٰ کہ زنا بالرضا کے لئے بھی یہ سزا ثابت نہیں۔ لیکن مصنف اسکے ثبوت میں کوئی ایسی دلیل تو نہیں لاسکے جس سے یہ ثابت ہو کہ زنا بالرضا میں محسن اور محسنہ پر رجم نہیں البتہ بزعم خود یہ ثبوت لا رہے ہیں کہ بعض دوسرے جرائم پر رجم کیا گیا۔ ایک چور کو رجم کیا گیا ایک قاتل کو رجم کیا گیا۔ لگتا ہے مصنف عقل و استدلال سے واقف نہیں، سیدھی بات ہے کہ ہمارے نزدیک تو چور اور قاتل پر رجم ثابت نہیں۔ تو بھائی اگر تمہارے نزدیک چور اور قاتل پر بھی رجم ثابت ہے تو اسے بھی رجم کرو یہ تو رجم کا دائرہ اور بڑھ گیا ہے ختم تو نہیں ہوا۔ چور اور قاتل کو رجم کرانے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ زنا بالرضا والے فریقین پر جبکہ وہ محسن ہوں رجم لازم نہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ یہاں پہنچ کر مصنف عقل و استدلال کے راستے کو گم کر بیٹھے ہیں اور اپنی منزل سے دور کہیں بھٹک رہے ہیں۔

مصنف کا آخری وار اور جھوٹا حوالہ:

رجم کے بارے میں مصنف نے آخری وار یہ کیا ہے کہ ”کئی ایک واقعات میں شادی شدہ زانی کو سزا نہیں دی گئی جسکی تفصیل پیچھے گزر چکی۔“

اور جب بعض حدود میں انکا اختلاف ہے تو اس سلسلے میں بیشتر فقہاء کو اپنے زمانے میں اپنے ہم زمان فقیہ یا اپنے سے زماناً مقدم فقیہ کے اختلاف کا علم ہوتا تھا لیکن اسکے باوجود وہ جس مسئلے میں نفاذ حد کا قول کرتے تھے اس سے رجوع نہیں کرتے تھے ورنہ وہ یہ کہتے کہ دوسرے فقیہ کے اختلاف کی وجہ سے اب وہ حد نافذ نہیں ہو سکتی۔

چاروں متداول مذاہب کے ائمہ فقہاء نے حدود کے بارے میں جو اختلاف کئے وہ قرآن و حدیث سمجھنے کے بارے میں ہیں بغیر اسکے محض اپنی طرف سے کسی فقیہ نے کسی حد کا قول نہیں کیا۔ لیکن قرآن و حدیث کی تشریح میں اختلاف کے باوجود ہر فقیہ اپنے قول کو مانتا ہے اور اسکے متبعین فقہاء اسکو نافذ کرتے ہیں تو چاروں فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نفاذ حدود کے بارے میں نکاح کے ماسوا اختلاف شک کا فائدہ نہیں دیتا ایسا شک جس سے حد کو معاف کیا جاسکتا ہو۔ ہاں یہ کہا ہے کہ اگر کسی نے نکاح (نا جائز) کے بعد قربت کی اور اس کے جواز و عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہو تو صرف ایسے نکاح پر حد مل جائے گی۔ اس لئے نکاح کے بغیر جماع کے بارے میں مصنف کا یہ قول باجماع فقہاء مردود ہے۔

کتاب و سنت معیار:

مصنف لکھتے ہیں ”کسی ایک فقہی مذہب کو معیار قرار دینا درست نہیں جبکہ حدود آرڈیننس کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اقوال فقہاء سے بھی متعارض ہے جو پاکستانی دستور کے دفعہ ۲۲۷ کے قانون کے بھی خلاف ہے جس میں صرف کتاب و سنت کو معیار قرار دیا ہے۔“

شاید انہیں یاد نہیں رہا کہ وہ ص ۲۳۸ پر کیا کہہ آئے ہیں؟

چار گواہ کیوں ضروری ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”لَوْ لَا جَاءَ وَاعَلَيْهِ بِأَرْبَعَةٍ شَهَدَاءَ فَإِذَا لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكٰذِبُونَ. (النور ۱۳) (بہتان باندھنے والے) اپنے بہتان پر چار مرد گواہ کیوں نہیں لائے پس جب وہ گواہ نہ لائے تو (جان لو کہ) وہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ کچھ غنڈے مزاج کے نوجوان عورتوں کی عصمت سے کھیلیں گے وہ اگر چاہتا تو وہ ایک عورت کی گواہی کو ثبوت قرار دے دیتا یا باقی مالی جرائم اور قصاص کی طرح دوسروں کی گواہی کو کافی قرار دیتا۔ اس نے خون ناحق میں تو دوسروں کی گواہی کافی رکھی لیکن زنا میں چار مردوں کی گواہی رکھی اس لئے کہ وہ اپنی حکمت سے اس امر پر پردہ ڈالنا چاہتا تھا اس بناء پر دو مرد یا ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی یا سرے سے گواہی کو ختم کر دینا اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف اور تمام امت کے اجماع کے بھی خلاف ہے۔ حیرت ہے کہ ایک طرف تو مطالبہ ہے کہ حد زنا ختم ہو دوسری طرف گواہی کو ختم کرنے کا خیال ہے جو اس حد کے نفاذ پر خود اللہ تعالیٰ نے بند باندھا ہے۔

فقہاء کا اختلاف اور نفاذ حد:

مصنف کے کلام کا اس مقام پر خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء کا اختلاف شک کا فائدہ دیتا ہے اور شک کی وجہ سے حدود مل جاتی ہیں لہذا ایسی حدود کو ختم ہو جانا چاہئے۔
تو اسکے جواب میں عرض ہے کہ فقہاء کا اختلاف سب حدود میں ثابت نہیں

پاکستان کی اکثریت کا مذہب اور جمہوریت کا تقاضا:

ہمارے دانشوروں کا قدم کہیں جمتا نہیں کبھی تو وہ کہتے ہیں کہ اسلام کو جمہوریت کے مقابل کھڑا نہ کرو بس جمہوریت چلنی چاہئے اور اسلام ختم لیکن کبھی جمہوریت سے بھی جواب دے دیتے ہیں جیسا کہ مصنف نے یہاں طریقہ اختیار کیا ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ پاکستان میں اسلام پر عمل کرنے والوں کی نوے فیصد اکثریت حنفی فقہ کی پیروکار ہے باقی تینوں فقہوں کے ماننے والے پاکستان میں شاید ایک لاکھ میں سے ایک ہوں اسی طرح فقہ جعفریہ والے حضرات جو ہیں ان کے تقریباً ۸۰ فیصد مسائل فقہ حنفی سے ملتے ہیں بالخصوص حدود کے بارے میں ایک دو مسائل کے سوا ان کا کوئی اختلاف نہیں۔ رہے وہ حضرات جو اہلحدیث کے نام سے اپنے آپ کو یاد کرتے ہیں ان کے متعلق یہ غلط فہمی نکال دی جائے کہ وہ شافعی یا حنبلی فقہ کے پیروکار ہیں بلکہ وہ کسی فقہ کے بیحد پیروکار نہیں ہیں نہ ہی وہ اپنے ہم مسلک علماء میں سے کسی فقیہ کی کوئی فقہی تصانیف سامنے لاتے ہیں نہ کسی ایسی فقہی کتاب کو جو انکے کبھی کسی بڑے نے لکھی تھی لفظ بہ لفظ تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک آدمی قرآن و احادیث شریفہ سے خود ہی مسائل سمجھنے کا دعوے دار ہے۔ اس وقت ہمارا مقصد ان کے طریقہ کار پر تنقید ہرگز نہیں بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ انسانی عقلیں ہمیشہ سے مختلف چلی آرہی ہیں اور حدیث میں بھی بظاہر اختلاف پایا جاتا ہے اس وجہ سے ان کا ہر فرد تقریباً ہر دوسرے فرد سے کوئی نہ کوئی فقہی اختلاف رکھتا ہے تو اس طرح وہ ایک متعین مذہب نہ ہوا اور اسکے متعین مذہب ہونے کا دعویٰ کر بھی لیا جائے تو پھر بھی پاکستان کا جمہور حنفی ہیں جن میں صوفیاء کرام کے متعین جنہیں کچھ طبقوں نے بریلوی کا

نام دے رکھا ہے اور دیگر حنفی حضرات مدرسہ دیوبند کی نسبت سے دیوبندی کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور انکے ساتھ شیعہ حضرات کو ملا لیا جائے تو باقی مذاہب ان کا پانچ فیصد بھی مشکل ہونگے پھر ان میں سے اسماعیلی اور بوہرہ حضرات کی اپنی کوئی فقہ نہیں۔ بوہرہ حضرات کا ایک حصہ اور اسماعیلی آغا خانی حضرات صرف باطن قرآن کو ماننے ہیں جو انکے امام کی شکل میں تبدیل ہوتا رہتا ہے اس لئے ان کا تعزیرات سے کیا تعلق ہے؟ اسماعیلی بوہروں کا ایک مقتدر فرقہ یہاں کے سنی علماء کی فقہ پر عمل کرتا ہے جو حنفی ہیں۔ لے دے کہ باقی اہلحدیث رہ جاتے ہیں حدود کے مسئلے میں اگر کچھ اختلاف ہے تو ان کا اور یہ نعرہ بھی ان کا ہے کہ کسی ایک فقہی مذہب کو معیار قرار نہ دیا جائے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف اہل حدیث کا مذہب نافذ کیا جائے۔ تو پچانوے فیصد کے مذہب کو مسترد کر کے پانچ فیصد عوام کے مذہب کو کیوں نافذ کیا جاسکتا ہے؟ حکومت ملک کے اہل اسلام کے اکثریتی طبقہ کو ان کے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دینے کی بجائے اپنا مذہب ٹھوستی ہے وہ چاہتی ہے کہ یہاں پر علی گڑھ کے پائلو لوگوں کا مذہب (پرویزیت) جاری کر دیا جائے ورنہ مذہب اہل حدیث ہی سہی۔ حکومت کا یہ طرز نہ صرف جمہوریت کے خلاف ہے بلکہ دستور پاکستان میں دی گئی مذہبی آزادی اور بنیادی انسانی حقوق کے بھی خلاف ہے۔

دستور کی دفعہ نمبر ۲۲ کو بھی تبدیل کیا جائے:

جب اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے نافذ کردہ حدود کے مسائل پر نظر ثانی کی جاسکتی ہے تو دفعہ ۲۲ پر بھی نظر ثانی کیوں نہیں کی جاسکتی۔ جسے اہل حدیث حضرات کی طرف سے ملک کی حنفی مسلمان اکثریت کے استیصال کا ذریعہ بنایا گیا اور

سزائے موت کی صورت میں اسکا کوئی ایک طریقہ متعین ہونا چاہئے لہذا اسے تبدیل کر دیا جائے۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۷۷)

یہاں پر دو امر قابل غور ہیں کیا گولی مارنا رجم میں شامل نہیں ہو سکتا یعنی کیا رجم صرف پتھر مارنے کا نام ہے ڈھیلے، ٹھیکری، ڈنڈے، ایشٹیں، ہڈیاں وغیرہ ماری جا سکتی ہیں یا نہیں؟ (۲) یہ کہ کیا گولی مارنا کتاب و سنت کے خلاف ہے؟ (۳) گولی اقراری جرم پر ماری جائے گی یا صرف گواہوں سے ثابت ہونے پر۔

اس سلسلے میں گزارش ہے سنن ابی داؤد (جلد دوم) (60) میں صفحہ ۲۵۰ پر ہے نعیم بن ہزال کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن انیس نے اونٹ کی چنڈی کی ہڈی ماعز کو کھینچ ماری تو اسے قتل کر دیا اسی طرح کی ایک حدیث مسند امام احمد جلد ۵ میں ص ۲۱۷ (61) پر بھی ہے۔

اور مسلم شریف جلد ثانی ص ۶۷ پر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت میں یہ مضمون ہے۔ قَالَ فَرَمَيْنَاهُ بِالْعِظَامِ وَالْمَدْرِ وَالْخَزْفِ قَالَ فَاشْتَدَّ وَاشْتَدَّ دُنَا خَلْفَهُ حَتَّى آتَى عَرْضَ الْحَرَّةِ فَانْتَصَبَ لَنَا فَرَمَيْنَاهُ بِجَلَا مِيدِ الْحَرَّةِ يَغْنِي الْحِجَارَةَ، یعنی ہم نے اسے ہڈیوں سے اور مٹی کے ڈھیلوں اور ٹھیکریوں سے مارا تو وہ بھاگ نکلا تو ہم بھی اسکے پیچھے دوڑ پڑے یہاں تک کہ وہ حرہ کی وادی میں پہنچ گیا تو ہم نے اسے حرہ کے بڑے بڑے پتھر اٹھا کر مارے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ (مسلم شریف ص ۶۷ جلد ۲ نور محمد اصح المطابع طبع کراچی) (62)

علامہ نووی فرماتے ہیں هَذَا دَلِيلٌ لِمَا تَفَقَّ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ أَنَّ الرَّجْمَ يَحْضُلُ بِالْحَجَرِ أَوِ الْمَدْرِ أَوِ الْعِظَامِ أَوِ الْخَزْفِ أَوْ الْحَشْبِ وَغَيْرِ ذَلِكَ

حنفی فقہ کو قانون سے نکال دیا گیا۔

معاشرے کے مسائل کو سلجھانے کے لئے اگر نرمی کی ضرورت ہے تو پھر امام ابوحنیفہ کی فقہ کو ہی اس ملک میں نافذ کیا جائے۔ لہذا دستور کی دفعہ نمبر ۲۲ میں ترمیم کر کے اسکو اس طرح لکھا جائے تاکہ اسلام کا دستور کتاب و سنت، اجماع اور فقہ حنفی کی روشنی میں مرتب کیا جائے ماسوائے ان امور کے جس میں پاکستان کے اندر بسنے والے کسی مسلمان مسلک کا وہ فرد جسکا حنفی مذہب سے اختلاف پہلے سے آ رہا ہو کہ اس پر نفاذ اسکے مذہب کے مطابق ہوگا۔ ہاں اگر وہ پکڑے جانے کے بعد مذہب تبدیل کرے تو پھر اسے اکثریتی دستور کے مطابق ہی سزا دی جائے۔ اور اسی دستور ہی کے مطابق دیگر قوانین نافذ کئے جائیں۔ البتہ یہ بات قابل غور ہے کہ فریاد اور استغاثہ تو مدعی کرتا ہے اور انصاف کرنے والے عمل کریں مدعا علیہ کے مذہب پر تو مدعی کی دادی کیونکر ہوگی؟

گولی سے رجم جائز ہے:

مصنف:

مصنف نے ص ۱۷۵ سے ۱۷۷ تک یہ کہا ہے کہ رجم کی سزا میں گولی مار کر ہلاک کرنا غلط دفعہ ہے چنانچہ ص ۱۷۷ پر لکھا کہ مذکورہ دفعہ (یعنی دفعہ نمبر ۱۷۷) کی رو سے (کہ) سنگساری کے دوران گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے گا (جس) کے نتیجے میں جہاں ایک شخص کو جان بچانے کا شریعت نے جو موقعہ دیا ہے وہ اس سے چھین لینے کے مترادف ہے وہاں یہ دفعہ قرآن و سنت کے صریح اور واضح احکام کے خلاف ہے۔

ہے کہ ”هَلَّا تَرَ كُفْمُوهُ لَعَلَّهُ أَنْ يُتُوبَ فَيُتُوبَ اللَّهُ عَلَيْهِ“ (سنن ابی داؤد ص ۲۵۰ ج ۲ (64) کیوں نہ تم نے اسے چھوڑ دیا وہ توبہ کرتا تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت سے رجوع فرماتا۔

لیکن اسی ابوداؤد میں ایک اور روایت حضرت جابر سے آئی ہے وہ ”لَعَلَّهُ أَنْ يُتُوبَ“ کو روایت نہیں کرتے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کیوں تم نے اسے چھوڑ دیا اور اسے میرے پاس لے آئے ”لَيْسَتْ شَيْبَةً رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مِنْهُ“ تو رسول اللہ ﷺ اس سے تفصیل پوچھتے۔ (ابوداؤد ص ۲۵۱ جلد ثانی) (65)

حدیثوں کے اختلاف کے پیش نظر فقہاء میں اختلاف ہے کہ اقرار کرنے والا اگر بھاگ نکلے تو اس کا اقرار ختم ہو گیا یا باقی ہے؟ حنفیہ کہتے ہیں اسے بھاگنے دیا جائے شافعیہ حنبلیہ کا بھی یہی قول ہے۔ جب کہ ابن ابی سلیمان اور ابو ثور اور حنفی یہ کہتے ہیں کہ اقرار کے بعد رجوع قبول نہیں کیا جائے گا امام مالک سے ایک روایت یہی ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول اس طرح ہے۔ (نیل الاوطار ص ۱۱۶ ج ۷ طبع مصر) (66)

اگر آپ یہ مانتے ہیں کہ فقہاء کے اختلاف میں کوئی رائے نہیں دینی تو پھر یہاں اقرار سے بھاگنے والے کو مہلت نہیں ملنی چاہیے۔ خصوصاً کہ اسکے بھاگنے کے باوجود صحابہ نے اسے مار ڈالا تو رسول اللہ ﷺ نے اسکی دیت نہیں دلوائی اور اگر اختلاف کی کوئی بات نہیں تو پھر یہ مان لو کہ یہ حنفیوں کا قول ہے اور حنفی فقہ حجت ہے لہذا معترف کو گولی نہ ماری جائے تاکہ اگر وہ بھاگنا چاہے تو بھاگ نکلے۔

دفعہ ۲۲ میں ترمیم کی ضرورت:

تو دستور کی اس دفعہ میں جو گولی مارنے کے متعلق ہے یہ ترمیم کی جائے کہ

مِمَّا يَحْضُلُ بِهِ الْقَتْلُ وَلَا تَصْعَيْنُ الْأَحْجَازُ“ (نووی شرح مسلم ص ۶۷ جلد ثانی طبع نور محمد اصحح الطالبع کراچی) (62) ”یہ دلیل ہے اس مسئلہ کی جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ رجم کرنا پتھر، ڈھیلے، ہڈی، پٹھیکری، لکڑی اور اسکے علاوہ ہر اس چیز سے ہو سکتا ہے جس سے قتل واقع ہو جائے پتھروں سے مارنا متعین نہیں۔“

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف پتھر مارنا ضروری نہیں جو چیز دور سے مار دی جائے اور وہ مر جائے رجم زنا کی سزا میں وہ کافی ہے۔ مزید یہ کہ آج کل کے دور میں کہ مسلمانوں کی حکومتیں اسلام کے بارے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر رہی ہیں یہ زیادہ بہتر ہے کہ کچھ چھوٹے پتھر مارنے کے بعد جسکی پہل وہ کریں گے جس پر پہل ضروری ہے پھر گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے تو کتاب اللہ کا بنیادی مقصد بھی پورا ہوگا اور غیر مسلموں کی طرف سے حکومت پر اعتراضات کی وہ شدت بھی نہ رہے گی۔

مصنف نے یہاں یہ بھی کہا ہے کہ گولی کا مارنا کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ گزارش ہے کہ مصنف نے ایسی کوئی دلیل نہیں دی جس میں یہ ہو کہ شادی شدہ زانی کو گولی نہ مارو۔ ہاں مصنف کی یہ بات قابل غور ہے کہ اقراری مجرم کو بھاگنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ ماعز اقراری مجرم تھے وہ جب بھاگے تو ایک صحابی نے جیسا کہ اوپر گزرا انہیں ہڈی مار کر اور بعض دوسرے صحابہ نے بڑے بڑے پتھر مار کر موت کی نیند سلا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا هَلَّا تَرَ كُفْمُوهُ تم نے اسے کیوں نہ چھوڑ دیا اسکو حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۶۲ ج ۱) (63)

جبکہ ابوداؤد شریف میں نعیم بن ہزال سے یہ بھی روایت ہے اس میں یہ

دنیا بھر میں جرائم کی کچھ نہ کچھ سزائیں مقرر ہیں لیکن جرائم ختم ہونے کا نام نہیں لیتے۔ اب اگر جرائم بڑھتے ہیں تو ہر ملک سزائیں سختی کرتا ہے نرمی نہیں کرتا لہذا بین الاقوامی دستور کے مطابق ان سزائوں میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔

مزید یہ کہ یہ تو بتایا گیا ہے کہ مقدمات کا اندراج زیادہ ہوا ہے یہ نہیں بتایا گیا کہ اس عرصے میں کتنے آدمیوں پر شرعی حدود نافذ کی گئیں؟ کتنے غیر محسن مردوں کو زنا بالرضا پر سو کوڑے لگائے گئے؟ اگر یہ سزائیں کسی کو نہیں دی گئیں جیسا کہ ظاہر ہے تو عورتوں کو سو کوڑے لگائے گئے؟ اگر یہ سزائیں کسی کو نہیں دی تو نتیجہ کا چارٹ کس لئے؟ علاوہ ازیں مقدمہ کے اندراج سے لیکر نفاذ حد کے ذمہ داروں (ججز) تک کوئی بھی شخص شاید ہی ایک باخبر عالم ہو بلکہ شاید ہی کسی کو عربی آتی ہو جب کہ اصل اسلامی قانون کی کتابیں عربی زبان میں ہیں، اسکا نفاذ انگلش زبان میں لکھا گیا جسے عربی دان حضرات کی اکثریت سمجھتی نہیں۔ اس طرح سے اسلامی قوانین کے نفاذ میں دو طرفہ رکاوٹ ڈالی گئی انگریزی میں کچھ باتیں اپنی طرف سے لکھ دی گئیں اور عربی جاننے والوں کے علم میں نہیں لائی گئیں دوسری طرف عملی نفاذ کے وقت جن لوگوں کے ہاتھ میں نفاذ دیا گیا وہ ذی علم نہیں تھے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج تک کسی ایک شخص کے متعلق بھی یہ معلوم نہیں کہ اسے رجم کیا گیا ہو یا اسے سو کوڑے لگائے گئے ہوں۔ تو قصور نظام چلانے والوں اور نافذ کرنے والوں کا ہوا اور ڈالا جا رہا ہے اسے اسلامی قانون پر یہ بات بالکل غلط ہے کسی ڈاکٹر کا علاج اس کے لکھے ہوئے نسخے کو چاٹ لینے سے نہیں ہوتا

اگر مجرم کا جرم گواہوں سے ثابت ہوا ہے تو اسے گولی ماری جاسکتی ہے لیکن اس کے اپنے چار بار اقرار سے جرم ثابت ہوا ہے تو اسے گولی نہیں ماری جاسکتی لیکن اس کے ساتھ دفعہ نمبر ۲۲۷ میں ترمیم لازمی ہو جائے گی۔ اگر آپ ملک کی اکثریتی فقہ حنفیہ کو وضع دستور کا ذریعہ قرار نہیں دیتے تو پھر یہ ترمیم دفعہ ۲۲۷ سے نکل کر باطل ہو جائے گی اس لئے پہلے اس دفعہ کو تبدیل کرنا ضروری ہے جیسا کہ ہم پہلے اس ترمیم کی عبارت بیان کر چکے۔

رجم میں گولی مارنے کو مکمل ختم کرنا خلاف اسلام ہے۔ یاد رہے کہ یہ رعایت صرف اقراری مجرم کے لئے ہے گواہی سے ثبوت کے بعد نہیں۔ لہذا مصنف کا یہ کہنا کہ اس دفعہ کو مکمل ختم کر دیا جائے خلاف اسلام ہے۔

نفاذ حد ثمرات کی روشنی میں:

اس سلسلے میں یہ کہا جا رہا ہے کہ ہر سال حدود کے مقدمات بڑھ رہے ہیں اس لئے حدود کا کوئی فائدہ نہیں جو اب اعراض ہے کہ

حدود کا نفاذ تورات سے شروع ہوا ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے قریب دو ہزار برس پہلے لیکن وہ اتنی بڑھ گئیں کہ یہودیوں کو یہ ضرورت پیش ہوئی کہ اسمبلی کے زور پر توراہ کے حکم میں ترمیم کر دیں اس لئے کہ روز بروز بڑے بڑے لوگ زنا میں زیادہ سے زیادہ مبتلا ہو رہے تھے لیکن رسول کریم ﷺ نے اس ترمیم کو اللہ کی طرف سے مسترد کر دیا اور محسنہ پر رجم نافذ کیا اور کوڑے بھی غیر شادی شدہ مرد کو لگوائے۔ ثابت ہوا کہ جرائم کی کثرت ہونے کے باوجود حد کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

حدود آرڈیننس میں توبہ:

مصنف ص ۳۳۹ پر لکھتے ہیں کہ حدود آرڈیننس میں توبہ کو اس کا قانونی مقام دیا جائے۔

تبصرہ:

بدائع الصنائع ص ۹۶/۷ میں ہے وَمِنْهَا تَوْبَةُ الْقَاطِعِ قَبْلَ أَنْ يُقْتَلَ عَلَيْهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى الْأَلْدِينُ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْبُرُوا وَعَلَيْهِمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ أَيْ رَجَعُوا عَمَّا فَعَلُوا فَنَدِمُوا عَلَى ذَلِكَ وَعَزَمُوا عَلَى أَنْ لَا يَفْعَلُوا مِثْلَهُ فِي الْمُسْتَقْبَلِ فَذَلَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ الشَّرِيفَةُ عَلَى أَنْ قَاطِعِ الطَّرِيقِ إِذَا تَابَ قَبْلَ أَنْ يُطْفَرَ بِهِ يَسْقُطُ عَنْهُ الْحَدُّ وَتَوْبَتُهُ بِرِدِّ الْمَالِ (باقی اصل عبارت کا عکس آخر میں ہے)

یعنی رہن کی توبہ سے ساری حدیں معاف نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے راہزن پکڑے جانے سے پہلے اگر توبہ کرے تو اسکی توبہ قبول ہو جاتی ہے لیکن توبہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے مال چھینا ہو تو وہ مال اسکے مالک کو واپس کرے اور آئندہ کے لئے یہ ارادہ کر لے کہ وہ ایسا نہیں کریگا اور اللہ کے حضور میں توبہ کرنے کے علاوہ وہ اس توبہ کا اظہار بھی کرے تو اس سے ہاتھ پاؤں کاٹنے کی سزا اور قتل کی حد منقطع ہو جائے گی اور اگر اس نے مال چھینا اور قتل دونوں جرم کئے ہوں تو پھر بھی اس پر حد قطع یا قتل بعد التوبہ نافذ نہیں ہوگی البتہ مقتول کے ورثاء کو اذروئے قصاص اسکے قتل کرنے کا حق ہوگا اور اگر اس نے نہ مال چھینا نہ قتل کیا صرف ڈرایا پھر وہ اپنے فعل پر نادم ہوا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرے تو یہ توبہ ہے ایسا شخص حاکم اعلیٰ کے پاس راضی خوشی حاضر ہو کر اسکے سامنے توبہ کرے گا اور اسکی قید ساقط ہو جائے گی اس

بلکہ اسکے استعمال کرنے میں ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ حدود کے مقدمہ کا اندراج غلط طریقے سے کیا جاتا

ہے اس لئے طریقہ اندراج میں ترمیم ہونی چاہیے۔

طریقہ اندراج میں ترمیم ہونی چاہئے:

اور وہ ترمیم اس طرح ہو کہ جب کوئی کسی پر زنا کا الزام لگائے تو اسے کہا جائے کہ وہ چار گواہ پیش کرے اگر چہ وہ خود بھی گواہوں میں شامل ہو اور وہ گواہی اس طرح ہونی چاہیے جس طرح قانون میں اسکی تفصیل دی گئی ہے اگر مقدمہ درج کرانے میں وہ چار گواہ پیش نہیں کرتا تو پھر مدعا علیہ کو نہ پکڑا جائے اور اگر وہ گواہ لاتا ہے تو پھر فوراً مدعا علیہ کو پکڑ کر جج کے رو برو پیش کیا جائے اور اگر وہاں پر چاروں گواہوں نے ایسی گواہی دی تو ملزم کو حد لگانے کے لئے بند کر دیا جائے لیکن اگر چار میں سے کوئی ایک گواہ بھی شہادت کی حد کو پورا نہیں کرتا اور جس طرح کی تفصیل بتانا ضروری ہے نہیں بتاتا یا تین گواہ ہوں تو باقی سب کو حد قذف لگائی جائے اور الزام علیہ کو نہ پکڑا جائے۔ اور اگر انکی تعداد پوری ہو مگر وہ فسق کی وجہ سے معیار شہادت پر پورے نہیں اترتے تو قاذف مقذوف اور گواہ کسی پر کوئی حد نہ لگے گی۔

جیسا کہ فقہاء حنفیہ نے فرمایا! وَإِنْ عَجَزَ عَنِ الْبَيِّنَةِ لِلْحَالِ وَاسْتَأْجَلَ لِإِحْضَارِ شُهُودِهِ فِي الْمَضْرِبِ يُؤْجَلُ إِلَى قِيَامِ الْمَجْلِسِ فَإِنْ عَجَزَ حُدُّ وَلَا يُكْفَلُ لِيَذْهَبَ لِطَلْبِهِمْ بَلْ يُحْبَسُ وَيَقَالُ إِلَيْهِمْ مَنْ يُحْضِرُهُمْ وَتَوَاقُمَ أَرْبَعَةٌ فَسَاقَا أَنَّهُ كَمَا قَالَ ذُرِّي الْحَدِّ عَنِ الْقَادِفِ وَالْمَقْدُوفِ وَالشُّهُودِ. (در مختار مع رد المحتار ص ۱۹۳، ۱۹۲ ج ۳) (67)

طرح اگر محاربہ کے علاوہ وہ محض چوری کرے اور پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرے اور مال اسکے مالک کو واپس کر دے تو اسکے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ بخلاف باقی حدود کے کہ وہ توبہ سے ساقط نہیں ہوتیں۔

(بدائع الصنائع ص ۹۶ جلد ۷ طبع ایچ ایم سعید کراچی) (68)

ردالمحتار میں ہے کہ محاربہ کی سزا میں توبہ سے حد صرف اس وقت معاف ہوگی جب مال حق داروں کو واپس کرے ورنہ اس کی توبہ اسی طرح قبول نہیں جس طرح باقی حدود میں توبہ قبول نہیں۔ اگرچہ ایک قول میں محاربہ کی سزا میں توبہ کے بعد بغیر ادائیگی مال بھی حد نہ لگے گی کہ یہ بات حد محاربہ کی خصوصیت ہے باقی حدود میں اس طرح نہیں۔ (ردالمحتار ۲۳۵/۲۳۳ ج ۳) (69)

لہذا یہ ترمیم ہونی چاہیے کہ زہرنی کے مجرم جو شہر سے باہر لوگوں کا سڑکوں پر سفر کرنا محال کر دیتے ہیں۔ ایسے مجرم اگر پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لیں تو محاربہ کی حدود کے بارے میں انکی توبہ قبول ہوگی لیکن دوسرے جرائم ان سے معاف نہیں ہونگے۔ مال چھینا ہے تو مالکوں کو دینا ہوگا اور اگر قتل کیا ہے تو اسکا قصاص ورثہ کو دے گا یا وہ معاف کریں یا دیت لیں یہ وارثوں پر ہے ورنہ اگر وارث دیت لینے یا معاف کرنے پر نہیں آتے تو قصاص لازمی ہے۔ لیکن دیگر حدود [زنا، قذف وغیرہ] (سوائے چوری کے) توبہ سے معاف نہ ہونگے۔

مصنف کا ایک اور غلط حوالہ:

مصنف:

مصنف نے یہاں پر لکھا ہے کہ ”بعض فقہاء کے نزدیک اگر گرفتاری سے

پہلے توبہ کر لی جائے تو حدود ساقط ہو جائیں گی لیکن گرفتاری اور عدالتی کارروائی کے آغاز کے بعد توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوگی جبکہ بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک توبہ اور اصلاح سے ہر صورت میں حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔

تبصرہ:

مصنف نے ص ۵۰ پر اس عبارت کے حوالہ کے لئے ۹ نمبر دیا ہے وہاں پر جن کتابوں کا نام دیا ہے ان میں سے ایک بدائع الصنائع ہے جسکے صفحہ نمبر ۹۶ کا مصنف نے حوالہ دیا وہاں پر ہم نے دیکھا تو مصنف کی دی ہوئی دونوں مشقوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں بلکہ وہاں یہ ہے کہ محاربہ اور چوری کے ماسوا کوئی حد بھی توبہ سے معاف نہ ہوگی چاہے وہ گرفتاری سے پہلے بھی کرے اور یہاں عدالتی کارروائی کا ذکر ہی نہیں۔ یہ مصنف کی حوالے کیلئے دوسری غلط بیانی ہے۔ رہا یہ امر کہ مرتد کی توبہ قبول ہو جاتی ہے یہ ٹھیک ہے لیکن مرتد کا جرم محاربہ کے ذیل میں آتا ہے اس لئے اسکی توبہ قبول ہے۔ لیکن وہ اگر پکڑے جانے کے بعد توبہ کرے تو اسکی توبہ دوسرے دلائل سے قبول ہے اور وہ یہ کہ رسول کریم ﷺ نے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کی توبہ اسکے قبضے میں آجانے کے بعد قبول کر لی۔ مرتد کی توبہ بعد اخذ بھی قبول ہوگی ماسوائے اس مرتد کے جو گستاخی رسالت کے سبب مرتد ہوا پکڑے جانے کے بعد اسکی توبہ کے قبول ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ محققین کا فتویٰ اس بات پر ہے کہ قاضی اس کی توبہ کی وجہ سے اس کا قتل معاف نہیں کرے گا۔

لہذا جن حدود میں توبہ کی گنجائش ہے پکڑے جانے سے قبل ان میں توبہ کا دروازہ کھلا رکھا جائے جن میں گنجائش نہیں ان میں توبہ کا بہانہ قبول نہ کیا جائے۔

دفعہ ۲۲ میں ترمیم کی جائے:

یاد رہے کہ رجم سے غیر مسلم کو مستثنیٰ اس وقت قرار دیا جاسکتا ہے کہ جب صرف کتاب و سنت یا اتفاق فقہاء کی قید سے ہٹ کر حنفی مذہب کو قانون کی اساس مان لیا جائے۔ لہذا پہلے دفعہ نمبر ۲۲ میں ترمیم کر کے اجماع اور فقہ حنفیہ کو شامل کریں پھر اسکے بعد غیر مسلم کو رجم سے مستثنیٰ کر سکتے ہیں ورنہ قانون میں ٹکراؤ پیدا ہو جائے گا۔

زنا میں کوڑوں کی سزا:

زنا میں کوڑوں کی سزا بطور حد قرآن عظیم سے ثابت ہے اسکو نہ ماننا کفر ہے بلکہ سو کی بجائے ننانوے کوڑے ماننا اور ایک کا انکار کرنا بھی کفر ہے تاہم کافروں کے بارے میں بھی یہ سزا نافذ ہے جس میں قدرے تفصیل ہے۔ ہدایہ میں ہے جب غیر مسلم ملک کا باشندہ ہمارے ملک میں امان سے داخل ہو پھر وہ ہمارے ملک کی قومیت رکھنے والی کافرہ (ذمیہ) سے زنا کرے یا کوئی غیر مسلم ملک کی باشندہ عورت ہمارے ملک میں آئی اور مسلم ملک کے ذمی نے اس سے زنا کیا تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں غیر مسلم ملک کے باشندے مرد اور عورت دونوں کو حد زنا کوڑے نہ لگائے جائیں اور مسلم ممالک کے غیر مسلم باشندوں کو مرد ہوں یا عورت حد زنا نافذ کی جائے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غیر مسلم ملک کا غیر مسلم باشندہ مسلم ملک کی غیر مسلمہ سے زنا کرے تو دونوں پر حد نہیں اور اگر مسلم ملک کا غیر مسلم باشندہ کسی حربیہ سے زنا کرے تو ذمی پر حد ہے اور حربیہ پر نہیں اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں ہر ایک پر حد ہے جس طرح ذمی نے ہمارے قوانین کو قبول کیا اسی طرح غیر مسلم ملک کے غیر مسلم

رہی حد ارتداد جب وہ گستاخی رسالت کی وجہ سے نہ ہو تو اسکی کوئی سزا بھی پاکستان میں نافذ نہیں تو آپس میں ترمیم کی کوشش کرنا بے معنی ہے اور گستاخی رسالت کے ارتداد میں توبہ قبول نہیں۔ ہمارے جمہور علماء کا یہی فیصلہ ہے یہاں تک کہ ہمارے علماء کے علاوہ اجماع علماء کے پیشوا علامہ ابن تیمیہ نے بھی الصارم المسلمول میں یہی لکھا ہے۔

حد زنا سے غیر مسلموں کا استثناء:

مصنف لکھتے ہیں کہ اس سے غیر مسلموں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

(حدود آرڈیننس ص ۲۳۹)

تبصرہ!

غیر مسلموں پر حد:

حد زنا چونکہ دو قسم پر ہے رجم اور محض کوڑے۔ حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ رجم سے غیر مسلم مستثنیٰ ہونگے کوڑوں سے نہیں۔ چنانچہ بدائع الصنائع ص ۳۸ ج ۷ میں ہے اَلدَّمِيُّ الْعَاقِلُ الْمَبْلُغُ الْحُرُّ الْقَيْبُ إِذَا زَنَى لَا يُرْجَمُ فِي ظَاهِرِ السُّنَنِ وَإِيَّاهُ بَلَّ يُجْلَدُ“ یعنی وہ غیر مسلم جو اسلامی ملک کی قومیت رکھتا ہے اور وہ عاقل بالغ آزاد شادی شدہ ہو جب وہ زنا کرے تو اسے رجم نہیں کیا جائے گا بلکہ کوڑے لگائے جائیں گے۔ مذہب حنفیہ کی معتدہ کتب ظاہر الروایۃ میں یہ لکھا ہوا ہے آگے چل کر یہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دو یہودیوں کو رجم کیا تھا اور زنا ہر دین میں حرام ہے لہذا انہیں رجم کیا جائے گا۔ (بدائع الصنائع ص ۳۸ جلد ۷ طبع کراچی) (70)

نہ سمجھا جائے تو بڑی مشکل پیدا ہو جائے گی جو ان لڑکے چوریاں کریں گے، ڈاکے ماریں گے، لوگوں کو قتل کریں گے، دہشت گردی کریں گے، لیکن انہیں اس لئے سزا نہیں دی جائے گی کہ ان کی عمر ۱۹ برس نہیں ہے۔ اس سلسلے میں پہلے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ بلوغ کی ماہیت عمر نہیں بلکہ اسکی ماہیت بچہ جننے کے قابل ہونا ہے اور اسکا ہتھ دراصل حمل ہو جانے سے لگتا ہے کہ وہ لڑکی بھی بالغ ہے جسکو حمل ہو گیا اور وہ لڑکا بھی جو اسکے قریب گیا۔ اسی طرح عورت کو ماہواری آئی اور ہر مہینے مقررہ وقت پر آئی تو بھی اسکے بالغ ہونے کا یقین ہو گیا۔ مرد اگر اپنے انزال یا احتلام کا اقرار کرتا ہے تو بھی اسکے بالغ ہونے کا یقین ہو گیا۔ ان مسائل پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ نہیں معلوم کہ مصنف نے اس سے چشم پوشی کس نیت سے کی ہے۔ جب کہ وہ اتفاق فقہاء کا بڑا انحراف لگاتے ہیں۔

بلوغ کی کم سے کم عمر مرد میں بارہ سال اور عورت میں نو سال کے اختتام کے بعد شروع ہو سکتی ہے اگر کوئی علامت نہ پائی جائے اور اس عمر میں وہ اپنے بلوغ کا اقرار کریں تو بھی وہ بالغ قرار دیئے جائیں گے۔ اگر وہ اقرار بھی نہ کریں اور علامت بھی نہ ہو تو پھر کتنی مدت پر انہیں بالغ سمجھا جائے اس سلسلے میں حنفیہ کے دو قول ہیں۔ پندرہ سال اور اٹھارہ سال مرد کے لئے۔ عورت کے لئے سترہ سال اور ایک قول یہ ہے کہ لڑکا ہو یا لڑکی جب پندرہ برس کے ہو جائیں اگر چہ کوئی علامت اور اقرار نہ ہو وہ بالغ قرار پائیں گے۔ اس پر حنفیہ کا فتویٰ ہے یہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ سے ایک روایت اس طرح آئی ہے۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور یہ حدیث پاک کے مطابق ہے۔

باشندے نے ہمارے قوانین کو قبول کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں قتل کی سزا قصاص اور قذف کی حد بالاتفاق اسے معاف نہیں ہوگی تو اسی طرح یہ بھی اسے معاف نہیں ہوگی۔ (ہدایہ اولین ص ۳۹۷ طبع مجبائی دہلی) (71)

خلاصہ یہ کہ صرف حد زنا سے غیر مسلم غیر ملکی باشندوں کو مستثنیٰ قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اس کے لئے کسی نئے اجتہاد کی ضرورت نہیں بلکہ حنفی فقہ پر عمل کافی ہے جس کے لئے دفعہ ۲۲۷ میں ترمیم ضروری ہے۔

حدود کے لئے بلوغ کی عمر:

مصنف:

مصنف لکھتے ہیں کہ آرڈیننس میں بلوغ کا تعلق حد زنا سے ہے مالی تصرفات سے نہیں ہے۔ اس میں اتنی عمر کا تعین کرنا چاہیے جو تمام فقہاء کے نزدیک قطعی طور پر بلوغ کی عمر ہو اور وہ انیس سال ہے۔ (حدود آرڈیننس ص ۲۳۹)

تبصرہ!

فقہاء کرام نے اس میں تو اختلاف کیا ہے کہ بلوغت کی عمر کیا ہے پندرہ سال، اٹھارہ سال، یا انیس سال۔ لیکن انہیں کسی کا اختلاف نہیں کہ بلوغت ثابت ہونے کے بعد وہ صرف مالی امور میں نہیں بلکہ نکاح، طلاق، بلکہ جنگ و جہاد، حدود و قصاص میں بھی بالغ قرار پائے گا۔ مصنف کا یہ فرق تمام فقہاء کے خلاف ہے کہ حدود آرڈیننس میں زیادہ عمر ہونی چاہئے اور مالی امور میں کم جیسا کہ مصنف کی عبارت سے ظاہر ہے اور اگر یہ قرار دیا جائے کہ ۱۹ سال سے کم میں کسی امر میں بھی اسے بالغ

جلد بازی کیوں؟

جب یہ کہا جاتا ہے کہ حدود آرڈیننس جلدی میں نافذ کیا گیا تو اس میں ترمیم کرنے کے لئے (اگر نیت کی خرابی شامل نہیں تو) دوبارہ جلد بازی نہ کی جائے۔ بلکہ ایک حد کی دفعات کو پہلے طے کر لیا جائے۔ پھر دوسری پھر تیسری پھر چوتھی کل چار پانچ تو حدیں ہیں اگر ہم ہر ایک کے لئے دو دو مہینے دے دیں اور ہر مہینے جو کچھ تیار ہوا ہے اس پر غور کیا جائے تو تمام حدود پر نظر ثانی ہو سکتی ہے۔

حدِ قذف

حدِ قذف کا دائرہ کار:

یہاں مصنف نے سب سے پہلے جو بات کی ہے وہ یہ ہے کہ.....

مصنف:

”حدِ قذف صرف حق اللہ نہیں بلکہ بندے کا حق بھی

اس سے متعلق ہے“ (حدود آرڈیننس ص ۱۹۴)

فقہاء کا اختلاف بیان کر لینے کے بعد آگے چل کر مصنف لکھتے ہیں کہ

”مذکورہ بالا اختلاف میں اس امر پر اتفاق ہے کہ

قذف بندے کا حق بھی ہے خواہ خالص بندے کا

حق ہو یا اللہ (تعالیٰ) اور بندے دونوں کے حقوق

کا امتزاج ہو لیکن جب یہ امر ثابت ہے کہ قذف

بندے کا حق بھی ہے تو اس سے غیر مسلموں کا

(عالمگیری ص ۶۱ جلد ۵ طبع کوئٹہ، ہدایہ اخیرین ص ۳۵۸ طبع پنجابی دہلی) (72)

صحیح بخاری ص ۵۸۸ جلد ثانی طبع کراچی (73) میں ہے حضرت

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہوا اس وقت

میری عمر چودہ برس تھی آپ نے مجھے جہاد میں شرکت کی اجازت نہ دی دوسرے

سال ایک اور جنگ کے موقع پر جبکہ میری عمر پندرہ برس ہو چکی تھی آپ ﷺ نے

مجھے جنگ کی اجازت دی۔

ثابت ہوا کہ اس سن میں لڑکا اپنی خوشی سے شہید ہونے اور جنگ کرنے کی

صلاحیت حاصل کر لیتا ہے لہذا حد کے لئے آخری عمر کے طور پر اسی کا اعتبار کیا جاتا

چاہیے لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ہونا چاہیے کہ سابقہ علامات کو بھی حد عمر کی تعریف میں

شامل کیا جائے جو اول عمر بلوغ کو ظاہر کرتی ہیں۔

تتمہ:

اسی طرح باقی امور پر بھی غور کیا جاسکتا ہے لیکن پہلے دفعہ ۲۲۷ میں ترمیم

ضروری ہے۔ اسکے بغیر باقی چیزوں پر غور کرنا بے فائدہ کوشش ہوگی۔ اسی طرح

زبانی طلاق پر طلاق کا نافذ ہونا تمام فقہاء کا متفقہ ہے اور تین طلاق کا تین واقع ہونا

بھی اسلامی فقہ کے چاروں مکاتب کا متفقہ فیصلہ ہے۔ جب تک عائلی آرڈیننس میں

ترمیم کر کے زبانی طلاق کو مؤثر قرار نہیں دیا جاتا اس وقت تک حدود آرڈیننس کی دفعہ ۴

میں زنا کی تعریف پر غور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مرد زبانی طلاق دینے کے بعد عورت کو

دوسری جگہ شادی کے بعد زنا میں ملوث قرار دیتے ہیں۔

مرد پر کیا گیا ہے یا عورت پر جبکہ ص ۷۲ کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسیحیوں کے خلاف ایک زیادتی ہے۔

یہ تضاد بیانی شاید اس لئے کی گئی ہے کہ اگر آئندہ چل کر مسیحی مرد یہ کہیں کہ ہمیں اپنی بیوی کے جھوٹے الزام سے اسلام کا تحفظ مل رہا تھا تم اس کے خلاف کیوں بولے؟ تو مصنف ص ۱۹۴، ص ۱۹۵ کی عبارت سامنے لائیں گے کہ میں تو کہتا ہوں کہ ایسی خاتون پر حد قذف لگنی چاہیے۔ اور اگر کہیں پر مسیحی عورتوں سے مصنف کا سامنا ہو جائے اور وہ اعتراض کریں تم نے ہمیں سزا کیوں دلوائی؟ تو مصنف یہ فرمائیں گے میں تو ص ۷۲ پر کہہ آیا ہوں کہ یہ خواتین کی مجبوری ہے لہذا میں نے تو حد قذف کے قانون کی مخالفت کی تھی۔ اس طرح یہ مصنف دونوں طبقوں میں ہر دلعزیز ہو سکیں گے۔

جھوٹا الزام لگانا مسیحی مردوں پر بھی ظلم ہے:

ہمارا موقف یہ کہ 1869 کا یہ قانون مسیحی حکومت نے مسیحیوں کے لئے بنایا تھا۔ کیونکہ مسیحی مذہب میں طلاق دینا اور طلاق لینا دونوں مذہبی جرم ہیں اور تہمت لگانا کوئی جرم نہیں اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا جس کے مطابق اگر کوئی مسیحی عورت کسی دوسرے خاوند کے پاس بسنا چاہتی ہے یا اسے اپنے پیارے ڈاگ کے ساتھ خلوت کے اوقات میں خاوند کا درآنا تکلیف دیتا ہے (حالانکہ اسکی اصل تکلیف خاوند کو ہوتی ہے) تو اس عورت کو یہ حق دیا گیا کہ وہ خاوند پر کسی غیر عورت سے ان کے مذہب کے طور پر ناروا تعلقات کا الزام لگائے۔ اس سے عیسائی مردوں پر جو زیادتی ہوئی کہ بیوی بھی لگنی اور جھوٹی تہمت بھی لگنی اس زیادتی کا کوئی مداوا نہیں کیا گیا۔

استثناء درست نہیں“ (حدود آرڈیننس ص ۱۹۵)

تبصرہ:

ہمیں مصنف کی اس بات سے اتفاق ہے کہ غیر مسلموں کا استثناء درست نہیں لیکن اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۷۲ کی عبارت کو ملانے سے مصنف کا کھلا تضاد سامنے آتا ہے۔

مصنف کی تضاد بیانی:

لکھتے ہیں.....

”بالخصوص عیسائیوں کے قانون طلاق 1869 کی دفعہ نمبر 10 کے مطابق کوئی بھی مسیحی خاتون اگر طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اسے شوہر پر نہ صرف زنا کا الزام لگانا پڑتا ہے بلکہ اسے ثابت بھی کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں حدود کے قوانین کا غیر مسلموں پر اطلاق ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ عیسائیوں کے طلاق کے ہر مقدمہ میں ایک فریق کو حد زنا یا حد قذف کی سزا کا سامنا کرنا ہوگا“ (حدود آرڈیننس ص ۷۲)

تبصرہ:

ص ۱۹۴، ص ۱۹۵ کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غیر مسلموں پر حد قذف لگنی چاہیے آئیں اس بات کا کوئی فرق نہیں کہ قذف مسلم پر کیا گیا ہے یا غیر مسلم پر

دونوں استثناء غلط ہیں:

ہمیں اس حد تک مصنف کی بات سے اتفاق ہے کہ دونوں استثنیٰ کو آرڈیننس سے نکال دینا لازم ہے کیونکہ یہ استثنیٰ کتاب و سنت کے برخلاف کسی خود ساختہ قانون یا نام نہاد اجتہاد کا نتیجہ ہیں جو کتاب و سنت کی ان نصوص کے خلاف ہیں جو مصنف نے یہاں پیش کی ہیں۔

لیکن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے اور اس سلسلے میں طاقت کے ذریعے سے بھی برائی کو روکا جاسکتا ہے بایں وجہ اگر کوئی شخص اپنی محرمات میں سے کسی کے ساتھ بلکہ غیر محرمہ کے ساتھ بھی کسی مرد کو زنا کرتے ہوئے پکڑے تو اسے قتل کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ عین مصروفیت کی حالت میں قتل کرے اور یہ کہ اگر عورت کے راضی ہونے کے آثار بھی پائے جاتے ہیں تو اسکو ساتھ ہی قتل کر دے۔ (رد المحتار علی درمختار ص ۱۹۷ جلد ۳ طبع کوئٹہ، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۷ جلد ۲ طبع کوئٹہ، فتح القدیر ص ۱۱۳ جلد ۵ طبع بیروت) (74)

اس صورت میں اگر مقدمہ بیچ کے پاس جاتا ہے تو قاتل کو الزام لگائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ اس صورت میں واقعاتی ثبوت اور قرآن کافی ہونگے اگرچہ گواہ نہ ہوں۔

ہمارا مطلب یہ ہے کہ اگر شہادت کے علاوہ دیگر قرآن اور ثبوت کافی سمجھے جاتے ہیں تو اس مسئلہ میں جہاں فقہاء کی تصریحات ہیں انہیں ضرور کام میں لایا جائے اور آرڈیننس کے استثناء میں اسے شامل کیا جائے۔ اور اگر گواہ ہی ضروری ہیں تو پھر ہر جگہ واقعاتی ثبوت کی نفی کر دی جائے۔ اور صرف گواہوں کو ضروری قرار دیا جائے۔

اسلام اپنی ریاست کے باشندوں کو خواہ وہ مسیحی ہی کیوں نہ ہوں اس طرح کی زیادتی سے تحفظ دیتا ہے۔ واضح ہو گیا کہ قذف کا قانون بین الاقوامی انصاف کے عین مطابق ہے۔ لہذا مسیحی حکومت کے بنائے ہوئے اس ظالمانہ قانون طلاق کی دفعہ نمبر 10 کو ختم کیا جائے نہ کہ اسلامی حکومت کا تھوڑا سا ترمیم نہ رہے۔

آرڈیننس کے دفعہ نمبر 3 میں ترمیم:

مصنف نے قذف آرڈیننس کے دفعہ نمبر 3 کے بارے میں یہ کہا ہے کہ

مصنف:

اس آرڈیننس میں دو امر مستثنیٰ کر دیئے گئے ہیں جبکہ ان کا استثناء درست نہیں۔

۱- حقیقت پر مبنی اتہام جس کے لگائے جانے یا شائع کئے جانے کا تقاضا مفاد عامہ کرتا ہو۔

۲- مجاز شخص کے سامنے نیک نیتی سے عائد کیا گیا الزام ماسوائے ان صورتوں کے جو بعد ازیں مذکور ہیں یہ ”قذف“ نہیں ہے۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۹۵، ۱۹۶)

آگے چل کر مصنف لکھتے ہیں

”قرآن و سنت اور فقہ اسلامی میں سے کسی نے بھی نیت کی شرط عائد نہیں کی اس لئے یہ شرط قرآن و سنت کے خلاف ہے۔“ (حدود آرڈیننس ص ۱۹۷)

مصنف کا تضاد:

مصنف لکھتے ہیں!

”البتہ حنفیہ کے نزدیک اگر گواہ فاسق ہوں تو ان کی گواہی تو قابل قبول نہیں ہوگی لیکن قذف کرنے والا حد قذف سے بچ جائے گا۔ بہر حال یہ استثناء اسلامی تعلیمات کی رو سے غلط ہے اسے تبدیل کر دیا جائے“
(حدود آرڈیننس ص ۲۰۰، ص ۲۰۱)

تبصرہ!

پہلے جملے میں مصنف یہ لکھتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک اگر گواہ فاسق ہوں تو ان کی گواہی تو قبول نہیں ہوگی لیکن قذف کرنے والا حد قذف سے بچ جائے گا۔ یعنی ملک میں اکثریتی اسلامی فقہ کا یہ فیصلہ ہے۔

دوسرے جملے میں یہ کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے یہ غلط ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حنفیہ اسلام پر نہیں یا پھر یہ مقصد ہے کہ ان فقہائے اسلام (حنفیہ) کے نزدیک یہ استثناء صحیح ہے۔ جو پاکستان کے ہر صوبے میں رہنے والے سنی مسلمانوں کی اکثریت کے مقتدا ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان، عراق، ترکی کے باشندوں کی سنی اکثریت کے مسلمہ مقتدا، باقی تمام اسلامی ممالک میں بھی انہیں اسلامی فقہاء کے مسلمہ عناصر کی حیثیت حاصل ہے۔ اس صورت میں اس حکم کو اسلامی تعلیمات کی رو سے غلط کہنا واضح تضاد کی نشاندہی کرتا ہے۔

علاوہ ازیں مصنف ایک طرف یہ کہتے ہیں کہ فقہائے اسلام کا جس حد پر

مصنف:

”نیز اس استثناء کی رو سے عدالت کے سامنے اگر چار سے کم تعداد میں افراد کسی کے خلاف ارتکابِ زنا کی گواہی دیں یا چار افراد گواہی دیں لیکن ان میں بعض قابل اعتماد نہ ہوں تو گواہوں پر حد قذف جاری نہیں ہوگی جبکہ یہ قانون درست نہیں“
(حدود آرڈیننس ص ۲۰۰)

تبصرہ!

چار گواہوں میں سے ایک فاسق ہو تو حد جاری نہ ہوگی:

مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ یہ قانون کیوں درست نہیں لہذا مصنف کی بات بلا دلیل ہونے کی وجہ سے قابل رد ہو جاتی ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”لَوْ لَا جَاءَ وَا عَلَيْهِ بَارِعَةً شَهَدَاءُ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكٰذِبُونَ“ اس آیت کی رو سے اگر چار مرد گواہ نہ ہوں بلکہ تین ہوں تو انہیں جھوٹی تہمت لگانے والا قرار دیا جائے گا اور اگر مقدمہ مطالبہ کرے تو انہیں قذف کی حد لگے گی۔ البتہ چار ہوں اور ان میں سے ایک فاسق ہو اور وہ چاروں صریحاً زنا کی گواہی دیں تو پھر کسی پر حد نہیں لگے گی۔ مقدمہ پر اس لئے کہ گواہوں کی اہلیت میں بوجہ فاسق ہونے کے نقصان پایا گیا۔ اور گواہوں پر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے چار گواہ فرمائے تھے وہ تعداد پوری ہوگئی اس لئے فقہ کی کتابوں میں ہے قاذف اور گواہوں کو اس صورت میں حد نہیں لگے گی۔

(رد المحتار و در مختار ص ۱۹۳ جلد ۳، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۵ جلد ۲ طبع کوئٹہ) (75)

اتفاق نہ ہو وہ حد نافذ نہ کی جائے۔ مگر یہاں آکر وہ ایک غیر متفق قول پر حد نافذ کرنے پر مصر ہیں جبکہ حد نافذ کرنے کا قول ملک کی اکثریت کے مسلمہ فقہی مذہب کے خلاف ہونا انہیں خود بھی تسلیم ہے۔

حنفیہ کے موقف کی وضاحت قرآن کی روشنی میں:

قرآن مجید میں ہے۔ ”وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِإِثْبَاتٍ فَاجْلِدُوهُمْ لَمَنْ يَنْصُرَهُمْ جُلْدَةٌ“ جو لوگ محضت کو تہمت لگاتے ہیں پھر نہ لائے وہ اس پر چار مرد گواہ تو انہیں اسی کوڑے مارو“ (پ ۱۸ سورہ نورا آیت نمبر ۴)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اسی کوڑوں کی سزا اس وقت ارشاد فرمائی ہے جب چار گواہ پورے نہ ہوں۔ جب چار فاسقوں نے یا کچھ عادل اور کچھ فاسقوں نے گواہی دے دی تو اس صورت میں اسی کوڑوں کی سزا (حد قذف) کا موقع نہ رہا۔

اب رہا یہ امر کہ اگر چار گواہ پورے ہو گئے ہیں تو پھر اس شخص کو حد کیوں نہیں لگائی جاتی جس پر ان چار فاسق گواہوں نے گواہی دی ہے۔

تو گزارش ہے کہ یہ گواہی ناقص ہے اللہ تعالیٰ نے فاسق کی خبر کو غیر معتد قرار دیا ہے اور بلا تحقیق اسکی خبر کے ماننے سے بھی منع فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے ”يُنَاقِضُ الَّذِينَ آمَنُوا وَإِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِبَعْهَالِهِ الْآيَاتِ“ (پ ۲۶ سورہ الحجرات ۲) ”اے ایمان والو اگر تمہارے پاس فاسق کوئی اہم خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو بے علمی میں نقصان پہنچا بیٹھو“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فاسق کی اس خبر پر یقین نہ کرنے کو کہا ہے جبکہ اس خبر کو سچا ماننے سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ تو زیر غور مقام میں اگر

حد نافذ کی جائے تو اس سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے اس لئے اس امر میں فاسق کی شہادت غیر معتبر ٹھہرے گی۔ اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ چار کا عدد پورا نہ ہونے کی وجہ سے قاذف کو حد نہ لگائی جائے اور اس احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ چار گواہوں میں بعض یا کل کے فاسق ہونے کی وجہ سے اس شخص پر بھی حد نافذ نہ کی جائے جسکے خلاف گواہی دینے والے چار گواہوں میں کوئی ایک فاسق ہے۔ یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فاسق کی خبر میں شک کا اثبات فرمایا ہے شہادت میں نہیں۔ اس لئے یا تو فاسق کی خبر کو شہادت نہ کہو پھر قاذف کو حد قذف لگاؤ یا پھر اسکو شہادت کہتے ہو تو مشہود علیہ (زانی) پر حد نافذ کرو کیونکہ ناقص شہادت کا قرآن وحدیث میں وجود نہیں پایا جاتا۔

اسکے جواب میں عرض ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ”فَإِنْ عَشَرَ عَلَىٰ الْفِتْنَةِ اسْتَحَقُّوا الْعَذَابَ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ اسْتَحَقُّوا الْعَذَابَ اسْتِحْقَاقًا إِنَّهُمَا عَلَىٰ عَدْوِيٍّ مُّبِينٍ“ (سورہ المائدہ ۷۰ پ ۷)

پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں (گواہ) مرتکب ہوئے ہیں کسی گناہ کے تو دوسرے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے ہو جائیں ان لوگوں میں سے جن کا حق پہلے گواہوں نے ضائع کیا تو وہ اللہ کی قسم اٹھائیں کہ ان کی گواہی سے ہماری گواہی زیادہ ٹھیک ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا (اگر ہم ایسا کریں تو) اس وقت ہم ظالموں میں سے ہوں گے۔

اس آیت کریمہ میں رد ہونے والی شہادت کو بھی اللہ نے شہادت قرار دیا۔ اسی طرح دوسری آیت میں ہے۔

قاذف کی گواہی:

اس سلسلے میں دفعہ نمبر 7 (2) میں ہے کوئی شخص قاذف مستوجب حد جرم کے لئے سزایاب ہو چکا ہو اسکی گواہی کسی عدالت میں قابل سماعت نہیں ہوگی۔
(حدود آرڈیننس ص ۲۰۵)

قاذف اور فاسق کی گواہی کا رد کیوں؟

قرآن مجید میں ہے کہ زنا کی تہمت لگانے والے اگر چار گواہ قائم نہ کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے مارو "وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ"
(سورہ نور آیت نمبر ۳ پ ۱۸)
اس آیت سے معلوم ہوا کہ قاذف کی گواہی کبھی قبول نہیں ہوگی اور یہ کہ قاذف فاسق ہے ثابت ہوا کہ فاسق کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

اعتراضات کا خلاصہ:

گواہی کے لئے مسلمان مرد اور عورت کی شرط عائد کرنا آئین کے آرٹیکل 25 کے خلاف ہے جسمیں پاکستان کے شہریوں کو برابر حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔ (حدود آرڈیننس ص ۲۰۵)

تبصرہ!

زنا کی شہادت میں چار مسلمان مردوں کی گواہی قرآن مجید سے ثابت ہے "لَوْ لَا جَاءَ وَاعَلَيْهِ بِأَرْبَعَةٍ شَهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشَّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ" (سورہ نور آیت نمبر ۱۳ پ ۱۸)

"فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِإِيْنِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ" (سورہ الانعام ۱۵۰ پ ۸) پھر اگر وہ (یہ جھوٹی) گواہی دیں تو (اے مخاطب) ان کے ساتھ تو گواہی نہ دینا اور ان کی نفسانی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔
اس آیت میں کافروں اور مشرکوں کی شرکانہ کافرانہ شہادت کو شہادت قرار دیا ہے۔ ثابت ہوا کہ جس طرح شہادت مقبولہ ہوتی ہے اسی طرح "شہادت مردودہ" بھی عربی زبان میں شہادت کہلاتی ہے لہذا فاسق کی شہادت مردود ہونے کے باوجود شہادت کہلائے گی۔ اس لئے خبر اور شہادت کے فرق کا اعتراض باطل قرار پایا۔
مصنف کا دوسرا تضاد:

شہادت کے ذیل میں ص ۲۰۵ پر مصنف نے کہا.....

۲۔ تزکیہ الشہود کے بارے میں جو شرائط ہیں کہ گواہ عادل ہوں اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والے ہوں" الخ (حدود آرڈیننس ص ۲۰۵)

ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ زنا کے معاملے میں فاسق مردوں کی گواہی قبول کر لی جائے لیکن یہاں حنفیہ کے قول کا رد کر رہے ہیں کہ چار فاسق گواہوں سے اگر گواہی دلوائی گئی تو تہمت لگانے والے اور گواہوں میں سے کسی پر حد قذف نہیں لگے گی اور یہ کھلا تضاد ہے۔

” (بہتان باندھنے والے) اپنے بہتان پر چار گواہ کیوں نہ لائے پس جب وہ گواہ نہ لاسکے تو (جان لو کہ) وہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں“

اس آیت میں چار گواہ پورے نہ کرنے کی شکل میں دعویٰ کرنے والوں اور گواہوں سب کو جھوٹا قرار دیا گیا۔ عربی زبان میں چار کے لئے اربع اور اربعہ کے لفظ دونوں آتے ہیں جبکہ ہر ایک کا استعمال جدا ہے۔ جب محدود یعنی تیز موٹ ہو تو تمیز یعنی اسم عدد اربع آئے گا اور جب تیز یعنی محدود نہ ہو تو پھر اسم کا تمیز اسم عدد موٹ یعنی ۴ کے ساتھ اربعہ آئے گا۔ (الفوائد الفیاضیہ شرح کافیر ص ۲۳۲ طبع حقانیہ ملتان) (76)

یہاں ۴ کے ساتھ ہے۔ تو ثابت ہوا کہ شہداء موٹ نہیں بلکہ مذکر ہونے لازمی ہیں۔ یہاں موٹ کی گواہی کی اجازت دینا عربی زبان اور اسکی گرائمر سے ناواقفی کی بناء پر ہے۔

گواہ کیلئے مسلمان ہونے کی شرط کیوں:

اب رہا یہ امر کہ اس آیت میں فقط چار مرد گواہوں کا ذکر ہے تو مسلمان کی شرط کہاں سے لگائی گئی؟ گزارش ہے کہ جب مقدمہ غیر مسلموں کا ہو تو آئیں انہیں سے گواہ ہونا انصاف کا تقاضا ہے بلکہ اگر مسیحی کیتھولک مسیحی پروٹسٹنٹ کی گواہی رد کرتے ہیں یا ہندو لوگ سکھوں کی گواہی نہیں مانتے تو انہیں یہ رعایت حاصل ہونی چاہئے لیکن اگر مسلمان پر قابل حد جرم کی گواہی دینی ہو تو اس پر غیر مسلم کو گواہ مان لینا انصاف کے تقاضوں کے منافی ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ دستور پاکستان میں کہا گیا ہے تمام پاکستان کے باشندے

برابر ہیں تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ ہم یہ دیکھنے کے لئے نہیں بیٹھے کہ اسلام کے کون سے قانون کو بدل کر پاکستان کے دستور کے موافق کیا جائے بلکہ ہم اس پر غور کر رہے ہیں کہ پاکستان کے کون سے قانون کو بدل کر اسلام کے مطابق کرنا ہے لہذا ہر وہ قانون جو اسلامک لاء سے ٹکرائے اسے بدل دیا جائے۔

رہا مسلمانوں کے لئے مسلمان گواہ ہونے کی شرط تو وہ قرآن مجید کی ایک اور آیت سے معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”تمہاری عورتوں میں سے اسے مسلمانو! جو فاحشہ کی مرتکب ہوتی ہیں ان پر چار مرد گواہ اپنوں میں سے یعنی مسلمانوں میں سے حاصل کرو اگر وہ گواہی دے دیں تو انہیں گھر کے کمروں میں بند رکھو، حتیٰ کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی اور راہ نکال دے“

(سورہ نساء آیت نمبر ۱۵ اپ ۴)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں پر ثبوت فاحشہ کی گواہی کے لئے مسلمان مرد گواہ ہونا ضروری ہیں۔

حد سرقہ

سب سے اہم اعتراض جو اس میں کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ صرف اس چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے جس نے بار بار چوری کی ہو اور اسکا عادی چور ہونا ثابت ہو دیکھئے مصنف لکھتے ہیں۔

مصنف:

چوری اور بدکاری کی سزا کے ذکر میں قرآن حکیم کا اسلوب دوسری سزاؤں

اسے سارق اور زانی نہیں کہا جائے گا“
 شاہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص
 اگر سچ بولنے کی عادت بنا لے تو اسے صادق کہتے ہیں
 ایک بار سچ بولنے والے کو یہ تو کہیں گے کہ اس نے سچ
 بولا لیکن اس پر صادق کا اطلاق نہیں ہوگا اسی طرح
 سارق اور زانی وہ افراد کہلائیں گے جو ان جرائم کے
 عادی مجرم ہوں۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۶/۱۵)

انور شاہ کشمیری کی عبارت پر تبصرہ:

یہ دعویٰ ایسا ہے جس پر نہ قرآن مجید سے کوئی دلیل پیش کی گئی نہ حدیث
 شریف سے نہ فقہاء کے اتفاق سے یہاں تک کہ چاروں ائمہ فقہاء میں سے کسی ایک
 فقیہ کا اختلافی قول بھی پیش نہیں کیا گیا۔ لے دے کر ایک دیوبندی عالم مولوی انور علی
 کشمیری صاحب کی ایک عبارت پیش کی گئی ہے لیکن وہ بھی اس لئے حجت نہیں کہ
 ۱۔ ”فیض الباری“ کشمیری صاحب کی اپنی کتاب نہیں بلکہ ان کے
 ایک شاگرد ”بدر عالم میرٹھی“ نے ان کے ملفوظات جمع کئے ہیں الفاظ بدر عالم میرٹھی
 کے ہونگے کیونکہ آئیں انکی یادداشت کا دخل ہے۔

۲۔ یہ کہ مذکورہ قول اگر ان سے ثابت مان بھی لیا جائے تو وہ حدسرقہ
 اور حدزنا کے بارے میں نہیں بلکہ کسی اور چیز کے بارے میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ
 دیوبندی مولانا انور علی شاہ صاحب نے بھی یہ کہیں نہیں کہا کہ پہلی دفعہ چوری یا زنا کے

کے اسلوب بیان سے مختلف ہے ان دونوں سزاؤں میں السارق، السارقة،
 الزانی اور الزانية کے الفاظ یعنی اسم فاعل کے صیغے استعمال کئے ہیں جب کہ باقی
 سزاؤں کا اسلوب بیان اس سے مختلف ہے کیا اس میں کوئی خاص حکمت پوشیدہ ہے؟
 سارق اور زانی کس کو کہیں گے؟

مولانا انور شاہ کشمیری صحیح بخاری کی شرح فیض الباری میں فرماتے ہیں.....

(عربی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

میں (شاہ صاحب) کہتا ہوں ایسے شخص کو (یعنی گناہ
 کبیرہ کے مرتکب کو) کافر نہیں کہتے کیوں کہ جس شخص
 سے ایک بار کسی فعل کا ارتکاب ہوا ہو اور اس نے بار
 بار وہ کام نہ کیا ہو تو عرف میں اس پر اسم فاعل کا
 اطلاق لسانی لطافت کے خلاف ہے اگرچہ عقلاً جائز
 ہے ہاں اگر کسی نے بار بار کوئی کام کیا حتیٰ کہ وہ اس کی
 صفت بن گیا تو اس پر اسم فاعل کا اطلاق لسانی
 لطافت کے مطابق درست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہا
 جاتا ہے کہ فعل محض واقعہ کے اظہار کے لئے ہوتا ہے
 جس نے کسی شخص کو ایک بار مارا، اس کے بارے میں
 یہ کہنا تو درست ہے کہ اس نے مارا لیکن یہ نہیں کہا
 جائے گا کہ فلاں ضارب (مارنے والا) ہے اسی
 طرح اگر کسی شخص نے بار بار فعل کا ارتکاب نہیں کیا تو

فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام نے کئی بار اللہ کے اذن سے پرندے بنائے اور اللہ کے اذن سے مردے زندہ کئے تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ ”تَخْلُقُ اور تُخَيِّبُ“ کے کلمے فرمائے جو دونوں فعل ہیں۔

پتا چلا کہ فعل عادت کے لئے بھی آیا کرتا ہے اور اسم فاعل ایک بار کے لئے بھی آتا ہے لہذا قرآن مجید کی رو سے انور شاہ صاحب کی بات غلط ٹھہری۔

علاوہ ازیں عربی گرامر کی رو سے اسم فاعل حدوث کے لئے آتا ہے اور صفت مشبہ دوام اور استمرار کے لئے۔ (کتب فن ملاحظہ ہوں۔ الفوائد الفیسیا یہ شرح کافہ ص ۲۶۳ تا ۲۶۹ طبع دارالحدیث ملتان) (77)

یعنی جب پرانی عادت ہو تو صفت مشبہ بروزن فعلیل وغیرہ لائیں گے اور نئے سرے سے کام کیا ہو تو پہلی دفعہ سے اس کیلئے اسم فاعل بروزن فاعل آئے گا۔

پیش کردہ حدیث کا جواب:

علاوہ ازیں وہ حدیث کہ ”زانی بوقت زنا مومن نہیں رہتا“ اہل سنت کے نزدیک زجر کیلئے اور ایمان کامل کی نفی پر موقوف ہے۔ اہل سنت سے کوئی عالم اس کا قائل نہیں کہ دوسری تیسری بار زنا یا چوری کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے یا ایمان سے نکل جاتا ہے اگر کشمیری صاحب کو بھی سنی عقیدہ معلوم ہوگا تو وہ ایسا نہیں کہہ سکتے۔ کتب عقائد اہل سنت میں ہے۔ (یعنی شرح عقائد ص ۸۲ تا ۸۳) (78)

کہ ”کفر کے ماسوا کوئی کبیرہ مومن کو ایمان سے نہیں نکالتا“

”نبی ﷺ نے قریش کی عورت کا غزوہ فتح مکہ کے بعد چوری پر ہاتھ کٹوایا یہ لوگ نئے مسلمان ہوئے تھے“۔ واضح ہے کہ چوری بھی پہلی بار ثابت ہوئی لیکن حد

مرتکب کو حد نہیں لگے گی۔

۳۔ یہ کہ گرامر کی کسی کتاب میں یہ تحریر نہیں کہ فعل صرف ایک دفعہ کو ظاہر کرتا ہے اور اسم فاعل ہمیشہ عادت کو ظاہر کرتا ہے۔ بلکہ قرآن مجید اس بات کی تردید کر رہا ہے اور عربی گرامر کی کتابیں بھی۔

دیکھئے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام بار بار مردوں کو جلاتے اور مٹی سے پرندے بناتے تھے لیکن قرآن مجید میں ان کے بارے میں فعل آیا ہے اسم فاعل نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِأُذُنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِأُذُنِي وَتَبْرِي الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِأُذُنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِأُذُنِي“ (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۱۰ پ ۷)

”اور جب تم بناتے تھے مٹی سے پرندے کی سی صورت میرے حکم سے پھر اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی اور تم اچھا کرتے تھے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے اذن سے اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے (قبروں سے) نکالتے تھے“

جبکہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے ”إِنِّي خَالِقٌ، بَشَرًا مِّن طِينٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۝“ (سورہ ص آیت نمبر ۷۱، ۷۲، ۷۳) ”بیشک میں مٹی سے بشر بنانے والا ہوں تو جب میں اسے درست کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی (خاص) روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا“ (القرآن)۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ میں گارے سے آدم علیہ السلام کو بنایا وہاں ”خالق“ اسم فاعل کا کلمہ

حدِ حرابہ

مصنف:

آرڈیننس میں حرابہ کی تعریف نامکمل ہے اور ڈاکے کے علاوہ فساد فی الارض کی دوسری صورتیں مثلاً بغاوت، دہشت گردی، آتش زنی، زنا بالجبر، پھانسیوں کے ذریعے اجتماعی آبروریزی کے فیصلے، خواتین کو برہنہ کر کے بازاروں میں گھمانا، کاروباری، انخوا اور برده فردشی وغیرہ تمام ایسے جرائم ہیں جو حرابہ میں شامل ہیں لیکن ان کو نظر انداز کر دیا گیا ہے لہذا حرابہ کی از سر نو مکمل اور جامع تعریف کی جائے“
(حدود آرڈیننس ص ۲۳۳)

مصنف کی تضاد بیانی:

مصنف نے اس جگہ بغاوت اور دہشت گردی کو زنا بالجبر کی طرح حرابہ میں شامل کر دیا لیکن اس سے قبل مصنف یہ لکھ چکے ہیں کہ
”اس امر کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ حکومت کی بے اعتدالیوں پر معمولی تنقید کے نتیجے میں لوگوں کو تہہ تیغ کر دیا جاتا تھا“ (حدود آرڈیننس ص ۲۳۱)

یعنی مصنف ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ حکومت کی بے اعتدالیوں پر تنقید محاربہ نہیں اور ایسے لوگوں کا قتل جائز نہیں اور دوسری طرف وہ بغاوت اور دہشت گردی کو محاربہ میں شامل کر رہے ہیں حالانکہ آج بھی حکومتیں اور خصوصاً ڈکٹیٹر حکمران تنقید کو برداشت نہیں کرتے۔ بغاوت اور دہشت گردی کے مقدمات قائم کر دیتے ہیں لہذا

معاف نہیں کی گئی۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری ص ۱۰۰۳ جلد دوم

..... عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّتُهُمُ الْمَرْأَةُ الْمَخْرُومِيَّةُ الَّتِي سَبَرَتْ قَالُوا مَنْ يُكَلِّمُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ يُجْتَرِي عَلَيْهِ إِلَّا أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حَبَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَشْفَعُ فِي حَدِّ مَنْ حُدِّدَ اللَّهُ ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيفُ تَرَكَوهُ وَإِذَا سَرَقَ الضَّعِيفُ فِيهِمْ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحُدُودَ وَآيَمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعُ مُحَمَّدٌ يَدَيَّهَا،

اور بخاری کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں ”فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الْفُتْحِ“

(صحیح بخاری ص ۱۰۰۳ ج دوم حاشیہ نمبر ۸ طبع اصح المطابع کراچی) (79)

قرآن کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذمہ لگائی ”وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ“ (سورۃ النحل آیت ۲۳ پ ۱۳) اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا کہ آپ لوگوں کو صاف صاف بتادیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا اور تاکہ وہ فکر سے کام لیں (النحل ۲۳)۔

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی تفسیر کے خلاف ہر تفسیر گمراہ کن اور دیوار پر مارنے کے قابل ہے۔ تو ثابت ہوا کہ کوئی ایک بار بھی چوری کرے تو حد نافذ کرنا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔

بغاوت کو محاربہ میں داخل کرنا یہ ظالم حکمرانوں کو کھل کھیلنے کی اجازت دینا ہے۔ لہذا یہ اسلام کے خلاف ہے۔ اسی طرح وہشت گردی کی کوئی تعریف بھی نہیں کی گئی حکمران جسکو چاہتے ہیں وہشت گرد قرار دے دیتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۱- مصنف:

لکھتے ہیں ”فقہاء نے ان تمام لوگوں کو محارب قرار دیا ہے جو طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قتل، ڈاکہ، زنا بالجبر کا ارتکاب کریں“ (حدود آرڈیننس ص ۲۳۱) تبصرہ:

یہاں ہم نے جن امور پر غور کرنا ہے وہ یہ ہیں۔

- ۱- زنا بالجبر کے حرابہ میں داخل ہونے سے اس کے ثبوت کیلئے گواہی کی نفی۔
- ۲- کتاب و سنت اور اجماع فقہاء سے اسکے حرابہ میں شمار ہونے کا ثبوت۔
- ۳- بالفرض اگر زنا بالجبر محاربہ ہو تو رجم ہو سکے گا۔

۱- جیسا کہ ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ مصنف نے حرابہ کے لئے گواہوں کی شرط کو ختم کر دیا اب اگر کوئی قتل ہو جائے تو گواہوں کی ضرورت نہیں جسکو مرضی آئے پکڑ کر قتل کر دیں۔ علاوہ ازیں قتل اور طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قتل، میں آخر کیا فرق ہے؟ قتل عمد طاقت کے مظاہرے کے بغیر کہاں ہوتا ہے۔ لہذا پھر تو ہر قتل کو محاربہ میں داخل کر دیا جائے۔ نیز جب پولیس سے قاتل نہیں پکڑے جائیں گے تو پھر بھی کسی نہ کسی کو ضرور قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ مصنف محاربہ میں گواہی کی ضرورت نہیں مانتے۔ اسی طرح جبر میں اگر زانی نہیں پکڑا جائے گا تو عورت جس کا چاہے گی نام لے کر اسے

رجم کرادے گی ورنہ پولیس تو ہے ہی۔ جس کے گلے میں مرضی آئے رجم کا پھندا ڈال دے گی۔ کیوں کہ گواہ کی ضرورت جو ختم کر دی جائے گی۔

۲- ہم دلائل سے ثابت کر آئے ہیں کہ زنا بالجبر کو قرآن مجید، حدیث شریف، اقوال صحابہ اور اجماع فقہاء میں کہیں بھی محاربہ قرار نہیں دیا گیا۔ لہذا زنا بالجبر کو محاربہ قرار دینا یہ جھوٹ ہے۔ سوائے مالکیہ کے کہ انہوں نے طاقت کے ذریعے اغواء کو محاربہ شمار کیا لیکن یہ انکا انفرادی قول ہے اجماع نہیں۔ پھر کتاب و سنت ان کی مطابقت بھی نہیں کرتی اور فقہاء کی اکثریت بھی ان کے خلاف ہے۔

۳- یہ کہ انہوں نے یہ تصریح بھی نہیں کی کہ زنا بالجبر محاربہ ہونے کی وجہ سے شہادت کا محتاج نہیں رہتا ورنہ ہی انہوں نے یہ کہا کہ محاربہ کے کسی مجرم کو پانچویں سزا رجم دی جائے گی۔ لہذا یہ ان کے خلاف بھی جھوٹ ہوا۔ جبکہ مصنف زنا بالجبر پر رجم کی سزا تجویز کرتے ہیں۔

مصنف کی ایک اور تضاد بیانی:

مصنف لکھتے ہیں

فقہ کی تمام متداول کتابوں میں حرابہ کو ڈاکہ ڈالنے کے ساتھ مختص کر دیا گیا ہے اور دوسرے جرائم میں طاقت کے کھلم کھلا استعمال کو حرابہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ (حدود آرڈیننس ص ۲۳۱)

تبصرہ:

جبکہ اس سے پہلے پیرے میں مصنف اس سے نقل لکھ آئے ہیں کہ ”فقہاء

بیان کی کہ جو شخص مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے اس کو قتل کر دیا جائے۔ فقہاء کو یہ امر آیت حرابہ سے معلوم ہوا اس لئے انہوں نے دو حکم بیان کئے۔ (۱) فساد فی الارض کہ ڈاکہ ہے۔ اور (۲) کفر، خصوصاً اسلام لانے کے بعد ہو۔ ان دونوں قوانین کو فقہاء نے بیان کیا ہے۔ اگر اکیلا آدمی کسی کو عداً قتل کرتا ہے اور ہتھیار سے ہی کرتا ہے تو وہ بھی جبراً ہے لیکن اسے حرابہ قرار نہیں دیا گیا قتل قرار دیا گیا۔

اگر کوئی ایک یا دو شخص کلا شکوف یا ریو اور لے کر کسی عورت سے زنا بالجبر کرتے ہیں تو وہ زنا بھی ہوگا اور جبر بھی ہوگا لیکن وہ محاربہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کسی فقیہ نے آج تک بغیر اجتماعی حملے کے محض جبری زنا کی شکل کو محاربہ قرار نہیں دیا اور قرآن و حدیث میں پائی جانے والی نصوص کے خلاف ہر اجتہاد شیطانی اجتہاد ہے جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے بغاوت ہے۔

جبر میں گواہوں کی ضرورت:

رہا یہ امر کہ جبر کی حالت میں گواہ کہاں سے لائے جائیں اسکو فقہاء نے علیحدہ سے بیان کیا ہے کہ ایسے شخص کو مصروف پا کر کوئی آدمی قتل کر دے تو اس پر قصاص نہیں یہ آدمی کوئی مرد بھی ہو سکتا ہے اور کوئی عورت بھی اور خود وہ بھی جس پر جبر کیا گیا۔ (رد المحتار علی در مختار ص ۱۹۷ جلد ۳ طبع کوئٹہ، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۷ جلد ۲ طبع رشیدیہ کوئٹہ، فتح القدر ص ۱۱۳ جلد ۵ طبع بیروت) (80)

رہا گواہ نہ ملنے کا عذر تو اگر کسی آدمی کو اکیلے پا کر قتل کر دیا گیا ہو جب تک وہ اقرار نہ کرے اسکے قاتل کو بھی تو قتل نہیں کیا جاسکتا۔ تو اسکا کیا حل ہے؟ کیا بغیر گواہوں کے کسی کو قتل کیا جاسکتا ہے کہ یہ قاتل ہے۔ ہمارے سابقہ قانون میں بیان

نے ان تمام لوگوں کو محارب قرار دیا ہے جو طاقت کا مظاہرہ کر کے قتل، ڈاکہ اور زنا بالجبر کا ارتکاب کریں، کیا یہ صریح تضاد نہیں۔ ان میں سے ایک ضرور جھوٹ ہے اور وہ ہے زنا بالجبر کو اس میں شامل کرنا۔

کیا فقہاء نے محاربہ صرف ڈاکہ کو قرار دیا؟

اس سلسلے میں قابل غور امر یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ فرما کر محاربہ کی سزا متعین فرمائی ”الْمَاجِرَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا“ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ جُنْجُنْ جُنْجُنْ قتل کئے جائیں“ (سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۳)

یعنی وہ لوگ اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کرتے ہوں۔ اللہ اور اسکے رسول سے جنگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان نہ لانا ہے اس لئے ایمان لانے کے بعد مرتد ہونا اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے جنگ قرار پائی۔

ایک دوسری آیت میں ایسی مسجد تعمیر کرنے والوں کی مذمت کی گئی جو اس مسجد میں اس شخص کو چھپانا چاہتے تھے جو کافر تھا اور باہر سے جنگ کرنے والوں کا ایک دستہ لا کر مدینہ شریف میں چھپ کر رہنا چاہتا تھا کہ کسی وقت وہ رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر سکے۔ تو یہاں بھی کافر ہونا اللہ اور رسول سے جنگ قرار پائی۔ حالانکہ نہ ابھی وہ آیا تھا نہ اس نے جنگ کی تھی جبکہ قرآن مجید نے ”مَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلِ“ فرمایا کہ یہ بیان کر دیا کہ وہ آئندہ محارب نہیں بلکہ گزشتہ زمانے میں محارب ہو چکا ہے۔ تو یہاں بھی کفر محارب بت قرار پایا اس لئے تمام فقہاء نے یہ بات علیحدہ سے

نزاعی کو جو مقتول مرنے سے قبل دیتا ہے اہمیت دی گئی لیکن یہ مالکی فقہ کا ایک حکم ہے جسے سابقین فقہاء نے قبول نہیں کیا۔ (نیل الاوطار ص ۳۳۲ ج ۲ طبع مصر) (81) اور مالکیوں نے بھی اس سے ڈائریکٹ قصاص لازم نہیں کیا بلکہ قسامہ لازم کی ہے۔ لہذا بیان نزاعی کا یہ قانون کتاب و سنت کے خلاف ٹھہرا ”تو پتا چلا کہ فقہاء کی اکثریت صرف مظلوم کے قول پر کسی شخص سے بغیر اس کے خلاف گواہی کے قصاص لینے کی حمایت نہیں کرتی۔ کیونکہ قتل بہت بڑا جرم ہے تو زنا بالجبر بھی اسی طرح ہوگا“ کہ گواہی ضروری ہوگی۔

حد سکر

مصنف:

فقہائے حجاز اور محدثین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ شراب کسی بھی چیز سے بنائی جائے اگر اسکی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے تو کم مقدار کا استعمال بھی حرام ہے اس ضمن میں فقہائے حجاز اور محدثین کا نقطہ نظر زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے ”مَا سَكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ“ جس کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اسکی کم مقدار بھی حرام ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ”جس مشروب کا ایک پیالہ نشہ آور ہے اسکا ایک چلو بھی حرام ہے“۔ لہذا یہ رائے صائب معلوم ہوتی ہے کہ ہر نشہ آور شے کو حرام قرار دیا جائے خواہ اس میں خمر کا اطلاق ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو کیونکہ خمر کی حرمت کا مقصد عقل کا تحفظ ہے پس جس مشروب سے عقل انسانی تھل ہو جاتی ہو اسکو حرام قرار دینا مقاصد شریعت کے عین مطابق ہے۔ (حدود آرڈیننس ص ۲۳۰)

تبصرہ:

مصنف کی اس بات سے ہم اختلاف نہیں کرتے۔

استعمال خمر پر دی جانے والی سزا حد ہے یا تعزیر؟

مصنف:

انتاع نشیات آرڈیننس کی دفعہ ۲ (و) میں حد کی تعریف یہ کی گئی ہے ”حد سے مراد ایسی سزا ہے جس کا تعین قرآن پاک یا سنت میں ہو اور“ (حدود آرڈیننس ۲۳۰)

تبصرہ:

یہ تعریف صحیح ہے مصنف نے جو اس پر اعتراضات کئے وہ باطل ہیں۔ مصنف نے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ قرآن مجید میں اسکی کوئی سزا مذکور نہیں۔ جواباً عرض ہے کہ تعریف میں قرآن یا سنت کہا گیا ہے اس لئے اعتراض میں قرآن مجید کا ذکر بے معنی ہے۔

مصنف:

اس کے بعد مصنف نے یہ کہا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے شرابی کو مار پیٹ کرنے کا حکم دیا کسی نے جوتے مارے کسی نے تھپڑ کسی نے کھجور کی شانیں وغیرہ کسی نے کیا“ (ملخصاً حدود آرڈیننس ۲۳۱)

تبصرہ:

اس سے بھی آرڈیننس کی تعریف پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ آرڈیننس میں

روایت کیا اور ابن حبان اور حاکم نے بھی حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا لیکن نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت معاویہ سے بھی روایت کیا۔ تاہم حضرت ابوہریرہ کی روایت کے آخر میں یہ ہے کہ ”اگر چوتھی بار شراب پیئے تو اسے قتل کر دو“

ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے امام بخاری سے روایت کیا کہ حضرت معاویہ سے جو حضرت ابوصالح نے روایت کی وہ زیادہ صحیح ہے اس روایت سے جو ابی ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ”ابن حبان نے انہیں ابوصالح کے واسطے حضرت ابوسعید خدری سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے یعنی جس میں چوتھی بار قتل کا ذکر نہیں۔ اور حاکم اور امام احمد بن حنبل نے شہر بن حریش اور اسحاق کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عمرو کا ایک قول نقل کیا ہے کہ میرے پاس ایسا شخص لاؤ جس نے چار بار شراب پی ہو تو میں اسکی گردن اڑا دوں گا۔ اس بارے میں حاکم اور طبرانی نے حضرت جریر سے بھی حدیث لی ہیں۔ علاوہ ازیں طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی روایت کی ہے اور شریح بن اوس سے بھی حاکم اور طبرانی نے روایت کی ہے۔ نیز حاکم نے عمرو بن شریح سے انہوں نے اپنے باپ شریح سے بھی روایت کی ہے۔ ابوداؤد میں بھی اسکی مانند آیا ہے لیکن انہیں یہ ہے کہ پانچویں بار پئے تو اسے قتل کر دو۔ یہ حدیث ابو غطفیف سے ہے اور اسے غطفیب بھی کہتے ہیں اور بزار نے مسند بزار میں یہ حدیث بیان کی ہے۔ نسائی نے عبدالرحمن بن ابی نعیم کے واسطے سے حضرت ابن عمر اور دیگر کئی اصحاب رسول ﷺ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے حضرت معاویہ کی روایت کے ہم معنی حدیث بیان کی ہے یعنی آئیں چوتھی یا پانچویں بار قتل کا

برائے تعریف یہ کہا گیا ہے کہ سزا کا تعین کتاب و سنت سے ہو اور یہاں مصنف نے جو حدیث پیش کی ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ سرکار نے اس جرم کو لائق سزا قرار دے دیا تو تعریف سچی ہوگی۔ کہ اس جرم پر مجملاً سزا کا تعین ہو گیا اگرچہ سزا کی مقدار کا تعین باقی ہے۔

اب رہا یہ امر کہ کچھ لوگوں نے اسے تعزیر کہا ہے تو یہ ان کی اصطلاح کا فرق ہے۔ ورنہ اس معنی میں تمام فقہاء متفق ہیں کہ شراب پینے والے کو سزا ضروری جائے گی۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ حاکم کی مرضی ہے سزا دے یا نہ دے۔ لہذا اس اختلاف کے باوجود تعزیر کے قائلین کی مراد یہ ہرگز نہیں کہ حکومت اسے معاف کر سکتی ہے۔ مصنف نے یہاں پر یہ بھی کہا ہے کہ شرب خمر کے مرتکب کو کوئی سزا نہیں دی۔

(حدود آرڈیننس ص ۲۴۱)

لیکن مصنف نے اسکا کوئی حوالہ نہیں دیا اس لئے اس بات کی کوئی حقیقت نہیں۔ بفرض محال اگر کہیں یہ حوالہ نکل بھی آئے تو اس سے مراد نفاذ حد سے پہلے کا کوئی واقعہ ہوگا۔ کیونکہ شرب خمر پر سزا کا حکم نبی کریم ﷺ کی کئی قوی اور فعلی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں ہے ”مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَأَجْلِدُوهُ“ جس نے شراب پی اسکو کوڑوں سے مارو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”الدرایۃ“ میں فرمایا کہ حدیث میں ہے ”مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَأَجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فَأَجْلِدُوهُ“ ”جو شخص شراب پیے اسکو کوڑے لگاؤ دوبارہ ایسا کرے تو دوبارہ کوڑے لگاؤ“

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے

النَّاسَ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ أَخَفَّ الْخُلُودَ فَمَا يَنْفَعُ فَمَرَّ بِهِ عُمَرُ

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی تو آپ نے اسے دو شاخوں سے اندازاً چالیس بار مارا اور ابو بکر صدیق نے بھی ایسے ہی کیا جب حضرت عمر کا دور آیا تو آپ نے دوسرے لوگوں سے مشورہ فرمایا تو حضرت عبدالرحمن نے فرمایا اسے تمام حدوں سے کم تر حد جو اسی (۸۰) ہے اس کے مطابق بتادو تو حضرت عمر نے اسی کا حکم دے دیا۔

(مسلم شریف ص ۱۷ جلد ۲ طبع اصح المطابع کراچی) (83)

ایک اور روایت میں حضرت انس بن مالک سے ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی تو آپ نے اسے دو شاخوں سے چالیس کی مقدار مارا پھر ابو بکر ﷺ نے اسی کی مثل کیا۔ پھر حضرت عمر ﷺ کا دور آیا تو انہوں نے اس میں مشورہ کیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف ﷺ نے فرمایا سب سے ہلکی حد اسی (۸۰) ہے تو حضرت عمر نے اسی طرح کیا۔ (سنن کبریٰ ص ۳۶۹ جلد ۸ طبع نثر النہ ملتان) (84)

اس دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر ﷺ بھی اسی طرح دو شاخوں سے چالیس بار مروایا کرتے تھے۔

اس سلسلے میں صحابہ کرام کے اجماع کا بھی ذکر آئے گا۔ حضرت عمر ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو سب نے فرمایا کہ اسے اسی کوڑے لگائے جائیں ان مشورہ دینے والے صحابہ میں حضرت علی ﷺ بھی شامل تھے۔ (موطأ امام مالک ص ۶۹۴ طبع میر محمد کراچی، سنن کبریٰ بیہقی ص ۳۲۱ جلد ۸ طبع نثر النہ ملتان) (85)

یاد رہے کہ اجماع شریعت کے ظاہر کرنے والا ہے یعنی صحابہ نے جو اس حکم پر اتفاق کیا تو اس لئے کیا کہ ان کے نزدیک یہ امر حدیث شریف سے ثابت تھا اگرچہ

ذکر نہیں تاہم نسائی نے حضرت جابر سے بھی روایت لی ہے وہ بھی اسی کے مثل ہے۔ لیکن اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ پھر ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی آپ ﷺ نے اسے کوڑے لگائے اور قتل نہیں کیا تو اس سے مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ قتل کی حد اٹھالی گئی ہے۔ بزار نے بھی اس حدیث کو بیان کیا اور اس میں چوتھی بار کوڑے کھانے والے کا نام نعیمان ذکر کیا گیا۔ ابو داؤد نے قیس بن ذویب سے روایت کی کہ ایک شخص کو لایا گیا اس نے چوتھی بار شراب پی تھی آپ ﷺ نے اسے کوڑے مارے تو قتل کا حکم اٹھالیا گیا تو اس کے بعد قتل کا حکم رخصت قرار پایا۔ (یعنی حاکم چاہے تو بطور تعزیر شرابی کو چوتھی بار قتل کی سزا دے سکتا ہے) سفیان نے فرمایا کہ زہری نے منصور بن معتمر اور مخول بن راشد سے کہا عراق والوں کے پاس اس حدیث کے پہنچانے کے لئے وفد بن کر چلے جاؤ۔

”الدراہم لتخریج احادیث الہدیہ“

”للعلامہ الحافظ ابن حجر عسقلانی“

”ص ۵۲۷ ج ۲ طبع شرکت علیہ ملتان“ (82)

اس حدیث کے بعد یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کوڑے لگانا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ کتنے کوڑے لگائے جائیں؟ حنفیہ اسی (۸۰) کوڑوں کے قائل ہیں جبکہ شافعیہ چالیس (۴۰) کوڑے کہتے ہیں۔ حدیث میں رسول کریم ﷺ سے اسی (۸۰) کا عدد ثابت ہے۔

جیسا کہ صحیح مسلم ص ۱۷ جلد ثانی میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے

”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَجَلَدَهُ بِحَجْرَيْنِ نَحْوِ أَرْبَعِينَ قَالَ وَقَعَلَهُ أَبُو بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ اسْتَشَارَ

ایک ایک کر کے مارتا یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ تھا اس فیصلے کی بنیاد میں اور میرے دیگر ساتھی صحابہ کرام ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے شراب پینے کی سزا کے بارے میں مشورہ فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ”اسے اسی کوڑے لگاؤ! کیونکہ جب وہ خرپے گا تو نشہ میں آئے گا۔ نشہ میں آئے گا تو بک بک کرے گا بکنے پہ آئے گا تو بہتان باندھے گا۔ (راوی کہتے ہیں بہتان کے لئے افسوس یا اس سے ملتا جلتا کوئی لفظ بولا تھا) تو حضرت عمر ؓ نے شراب پینے میں اسی کوڑوں کی حد لگائی“

(موظا امام مالک ص ۶۹۴ طبع میر محمد کراچی، سنن کبریٰ بیہقی ص ۳۶۱ ج ۸ طبع نشر السنہ ملتان) اسی طرح حضرت علی ؓ سے روایت ہے ”جَلَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْخَمْرِ وَأَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ وَكَمَلَهَا عُمَرُ ثَمَانِينَ وَكُلُّ سُنَّةٍ“ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر ؓ نے چالیس کوڑے شراب پینے پر لگوائے تھے اور حضرت عمر ؓ نے اسے پورے اسی (۸۰) بنا دیا اور ان دونوں میں سے ہر ایک سنت ہے“

(ابوداؤد ص ۶۱۵ جز ثانی طبع دار الحدیث ملتان) (86)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علی ؓ نے فرمایا ”جَلَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ“ (یعنی شراب کی حد میں) نبی کریم ﷺ نے چالیس کوڑے لگوائے۔ (ابوداؤد جلد ثانی ص ۲۵۹) (87)

اسکی تائید حضرت انس ؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شراب کے بارے میں جو توں اور کھجور کی شاخوں سے چالیس دفعہ مارا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم ص ۱۷۱ جلد دوم طبع کراچی)

وہ حدیث اتنا زیادہ مشہور نہ تھی کہ عام امت میں سے اکثریت کو اسکی خبر ہو۔ لہذا اسی کوڑے رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق ؓ سے ثابت یعنی دو کوڑوں سے چالیس بار مارا تو اسی ہوئے اور اجتماع بھی صحابہ کا اسی پر قرار پایا۔

حد شراب کا نفاذ اور سیدنا حضرت علی ؓ

مصنف:

حضرت علی ؓ کو جنہیں رسول ﷺ نے صحابہ کرام میں سب سے بڑا قانون دان اور قاضی قرار دیا تھا۔ شراب نوشی میں دی جانے والی سزا کے حد ہونے کے بارے میں اطمینان نہیں تھا چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

”میں کسی پر بھی حد قائم کروں اور وہ مر جائے تو مجھے اس کے بارے میں قلق نہیں ہوگا بجز شرابی کے اگر وہ مر گیا تو مجھے دیت دینا ہوگی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی سنت قرار نہیں دیا“

حدیث کے الفاظ ہیں

”لَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهُ“ (حدود آرزوینس ص ۲۴۲)

تبصرہ:

ہم عرض کریں گے کہ حضرت علی ؓ کے فرمان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شراب کی کوئی سزا نہیں بلکہ ان کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اسی (۸۰) کوڑے علیحدہ علیحدہ

حضرت علیؓ خود بھی شراب کی حد لگوا کر تے تھے چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں یہ موجود ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت علیؓ کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ ولید بن عقبہ کو کوڑے ماریں تو حضرت علیؓ نے اسے اسی (۸۰) کوڑے مارے (صحیح بخاری ص ۵۲۲ ج اول) (89) بعض دوسری روایتوں میں چالیس کا لفظ بھی ہے لیکن وہ ہمارے خلاف نہیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی دو شاخوں سے چالیس بار مارا تھا۔
(صحیح مسلم ص ۱۷ جلد دوم) (90)

چنانچہ بیہقی کی روایت میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو شراب کی حد میں چالیس کوڑے لگوائے ایسے کوڑے کے ساتھ جسکی دو طرفیں تھیں تو اس روایت کا بھی یہی مطلب ہوگا۔ تو حضرت علیؓ نے جس طرح ولید بن عقبہ کو حد لگائی اسکو چالیس کہنا بھی صحیح ہے اور اسی (۸۰) بھی۔ چنانچہ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس نجاشی نام کے ایک شخص کو لایا گیا جس نے رمضان شریف میں شراب پی کر روزہ توڑ دیا آپ نے اسکو اسی کوڑے مارے (پھر اسے قید خانہ میں ڈال دیا) پھر اسے دوسرے دن نکال کر بیس کوڑے اور مارے اور فرمایا کہ یہ بیس میں نے تجھے اس لئے مارے ہیں کہ تم نے اللہ تعالیٰ پر جرات کی اور رمضان کے مہینے میں روزہ توڑا۔ (بیہقی سنن کبریٰ ص ۳۲۱ جلد ۸ طبع مئتان) (91)

الغرض حضرت علی رضی اللہ عنہ شراب کی حد میں چالیس اور اسی دونوں کو حد کہہ رہے ہیں اور خود بھی اسی کوڑے مروا رہے ہیں اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ وہ اسے حد نہیں مانتے اور اسلام کے خلاف بغاوت سمجھتے ہیں۔ بات صرف اتنی لگتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو شاخوں یا دو کوڑوں کو ملا کر چالیس بار مارتے تھے ظاہر ہے وہ دو

شاخیں پتی ہوتی تھیں جب اسی بار مارا گیا تو کوڑا ایک کر دیا گیا اور اسکی موٹائی میں کچھ اضافہ ہو گیا حضرت علیؓ اس اضافہ کو جائز سمجھتے تھے لیکن چونکہ انہوں نے یہ فیصلہ خود کیا تھا کہ اسی کوڑے لگنے چاہئیں اس لئے وہ تو اضاہا ایسا کہتے تھے اگر ناجائز سمجھتے تو حد لگاتے ہی کیوں؟ حضرت علیؓ نے خود اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ حد انہوں نے مقرر کرائی ہے۔ فرمایا کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جو کسی حد کے نفاذ کے دوران فوت ہو جائے اور مجھے اپنے جی میں اسکی کچھ کھٹک محسوس ہو۔ سوائے اسکے جو حد میں مر جائے ”فَانَّهُ شَيْءٌ أَحَدُنَا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَنْ مَاتَ مِنْهُ فَدَيْتُهُ إِمَّا قَالَ فِي بَيْتِ الْمَالِ وَإِمَّا قَالَ عَلِيٌّ عَاقِلَةُ الْإِمَامِ أَشْكُ بِغَيْبِ الشَّافِعِيِّ“ (بیہقی سنن کبریٰ ص ۳۲۲ جلد ۸ طبع مئتان) (92)

یعنی امام شافعی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کوئی بھی شخص جو کسی حد کے دوران مر جائے تو مجھے اسکی طرف سے اپنے جی میں کوئی کھٹک محسوس نہ ہوگی سوائے اس کے جو شراب کی حد میں فوت ہو جائے کیونکہ یہ ایسی بات ہے جسے ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خود ایجاد کیا تو جو اس سے مر جائے اسکی دیت یا تو بیت المال سے ادا ہوگی یا حاکم اعلیٰ کی عاقلہ ادا کرے گی۔ (امام شافعی فرماتے ہیں ان دو میں سے کوئی سا کلمہ تھا) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اظہار سے واضح ہو گیا کہ یہ فیصلہ انہوں نے دیا ہے اور خود ہی وہ حد لگا رہے ہیں۔

حضرت علیؓ پر ممکنہ اعتراض کا جواب:

شاید کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرے کہ پھر وہ کیوں ایسا کام

اس میں نہیں پائی گئی وہ ٹھیک ٹھاک بول رہا تھا۔ اس لئے اس پر نشے کا حکم نہیں لگتا تھا تو رسول اللہ ﷺ اس پر کیسے حد نافذ فرماتے؟ ہاں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر نشے کا اثر اسکے چلنے میں اور اسکے ہاتھ پاؤں کی حرکات میں ظاہر ہو تو حد لگے گی۔ لیکن انکے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی چیز پیتا ثابت ہو جائے پھر اسکے بعد اسکی حرکات و سکنات میں خلل آجائے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے جو پیا وہ نشہ تھا لیکن یہ صرف اس وقت ہوگا جبکہ کوئی مشروب بلا جبر واکراہ پینے پر گواہ موجود ہوں ورنہ چال ڈھال میں توازن کا برقرار نہ رکھنا بخارمرگی اور کئی چیزوں سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس پر حد نہیں لگتی۔ یہ بات ہم نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب کی تشریح میں کہی ہے ورنہ یہاں ملک میں حنفی مذہب کی اکثریت ہے ان پر کسی غیر حنفی کے قانون کو نافذ کرنا ظلم عظیم ہے۔

کرتے تھے جس سے ان پر دیت لازم آتی؟ تو گزارش ہے کہ اس وقت کے کوڑے اس قدر خوفناک نہیں تھے کہ سو کوڑے کھانے کی وجہ سے کسی کی موت واقع ہو جاتی اس لئے بفرض محال یہ فرمایا۔

ایک اور اعتراض کا جواب:

مصنف:

ابن عباس کی روایت ہے کہ ایک شخص شراب کے نشے میں مدہوش لڑکھڑا رہا تھا کہ لوگوں نے اسے پکڑ لیا کہ رسول ﷺ کے پاس لے چلیں۔ جب وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے پہنچا تو بھاگ کر اندر چلا گیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے لپٹ گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ نے تسم فرمایا اور فرمایا اچھا اس نے ایسا کیا ہے؟ پھر آپ نے اسے کچھ نہیں کہا۔ (حدود آرڈیننس ص ۲۴۱)

تبصرہ:

مصنف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شرابی پر حد نہ لگوائی تو حد لگانا ضروری نہیں۔ میں عرض کروں گا کہ مصنف اگر واقعی یہ سمجھتے ہیں تو وہ علمی دنیا سے کہیں دور رہتے ہیں۔ حد کے نفاذ کیلئے ضروری ہے کہ دو آدمی اسے شراب پیتے دیکھیں یا پھر وہ نشے میں پایا جائے اور نشہ کی تعریف کیا ہے امام ابوحنیفہ نے فرمایا موجب حد نشے کی تعریف یہ ہے کہ جو شخص بالکل کوئی بات نہ سمجھ سکتا ہو نہ تھوڑی نہ زیادہ نہ اسے معلوم ہو کہ یہ مرد ہے یا عورت اور امام یوسف اور امام محمد نے فرمایا جو اول فول بکتا ہو اور اسکے کلام میں ادھر ادھر کی باتیں مل جائیں اور ان میں سے کوئی کیفیت

(1) عکس صفحہ نمبر 86 "نظام ربوبیت" ناشر ادارہ طلوع اسلام کراچی

خدا کا نازن ربوبیت جو تمام کائنات میں جاری و ساری ہے۔

و ربوبیت کسی شے کا اصل مشرور و مالک کرنا یعنی مکمل پنچ یا ناسی اس کی مضر صلاحیتوں کا پرہیز کرنا
پر مشرور و مالک کرنا

[Fulllest Development of its latent faculties

(2) عکس صفحہ نمبر 1004 "بخاری شریف جلد ثانی" طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

یعنی عن عبد اللہ قال حدثني نافع عن عبد الله قال قطع النبي صلاه في يومين قيمة ثلثة دراهم حل ثلثا
ابراهيم بن المنذر قال حدثنا ابو عمرو قال حدثنا موس بن عقیق عن نافع عن عبد الله بن عمرو قال قطع
النبي صلاه في يومين ثلثة دراهم حل ثلثا موس بن اسمعيل قال حدثنا ابو واحد

(3) عکس صفحہ نمبر 247 "سنن ابی داؤد جلد دوم" طبع کراچی

جا عن النبي صلى الله عليه وسلم باب فيمن سرق من رزق احدنا محمد بن يحيى بن فارس ثنا
عمر بن حاد بن طلحة ناسبا عن سالك بن زور بن جريد بن احمد صفوان عن صفوان بن امية
قال كنت ناسبا في المسجد على خميصية ثلثين دراهم فدخلت فاحسبها صفة فدخل الرجل فأتى
به النبي صلى الله عليه وسلم فامر به لقطع قال فأبته فقلت انقطع من اجل ثلثين دراهم انا ابعده
وانسبه ثمها قال فما كان هذا القيلان تأتي به قال بود و درواه زانك عن سالك بن يحيى بن
جعفر قال نام صفوان و درواه ط اوس مجاهد انه كان ناسبا في سارق فخر خميصية من تحت راسه فرأه
ابو سلمة بن عبد الرحمن قال فاستله من تحت راسه فاستيقظ فصيح به فخذ و رواه الزهري عن صفوان
ابن عميل الله قال فنام في المسجد فاستله من تحت راسه فاستيقظ فصيح به فخذ و رواه الزهري عن صفوان
فأمر به اهل النبي صلى الله عليه وسلم باب في لقطع على العارية اذا وجدت **حاشا**

(4) عکس صفحہ نمبر 33 "بدائع الصنائع جلد ٧" طبع کراچی

اجتمعت وفي بيان حكم الحدود (اما الاول لحرفي اللفظ عبارة عن المنع ومنه سمي البواب حدا اذا منعه الناس عن
الدخول وفي الشرع عبارة عن عقوبة مقدرة واجبة حقا لله تعالى عز شأنه بخلاف التعزير فانه ليس بمقدور قد يكون
بالضرب وقد يكون بالحبس وقد يكون بغيرهما بخلاف القصاص فانه وان كان عقوبة مقدرة ولكنه يجب حقا للعبد

(5) عکس صفحہ نمبر 205 "رد المحتار علی درمختار جلد ٣" طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

أجنبية وحضور مجلس فسق (قوله فلاعقوبه) كذا قاله في فتح القدير لكن في القنية عن مشكل الآثار أن
اقامة التعزير إلى الامام عند امتنا الثلاثة والثاني والعقوبة اليه أيضا قال الطحاوي وعندي أن العقوبة للمعنى
عليه لا للامام قال صاحب القنية ولعل ما قاله في التعزير الواجب حقا لله تعالى وما قاله الطحاوي فيها اذا جنى
على انسان اه فهذا مخالف لما في الفتح كافي البحر والنهر قلت لكن ذكر في الفتح اول الباب ان مانس
عليه من التعزير يركب وطه جارية امرأته أو المشتركة ووجب امتثال الامر فيه وما لم ينص عليه اذا رأى الامام
الصلح أو علم أنه لا يترجم الا به ووجب لانه زاجر مشروع لحقه تعالى كالحمد وما علم انه انزج بدونه لا يجب اه

(6) عکس صفحہ نمبر 409 "رد المحتار علی درمختار جلد ٣" طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

قال في الدرر من كتاب القضاء عند الكلام على قضاء القاضي بخلاف مذهب ان المراد به خلاف اصل المذهب
كالخفي اذا حكم على مذهب الشافعي وأما اذا حكم الحنفى بما ذهب اليه أبو يوسف وأحمد ونحوهما من اصحاب
الامام فليس حكما بخلاف رأيه اه فبدا أن أقوال اصحاب الامام غير خارجة عن مذهب فقد تغلوا عنها

(7) عکس صفحہ نمبر 42 جلد ٥ "فتح القدير" طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

باطل على ظاهره وهو أقرب التاويلين لندرة تسع ولوليسبب عدم كفاة من زوجت المرأة نفسها منه وقد
حكم نيب بالمهران دخل لكن في الخلاصة قال القسوي على قولهما ولعل وجهه أن تحقق الشبهة يقتضى
تحقق الظاهر ووجهه لان الشبهة لا يحالها شبهة لعل لكن حلها ليس ناسنا من وجهه والوجه العدة وثبت

(12) عکس صفحہ نمبر 205 ”رد المحتار جلد ۳“ طبع رشیدیہ کوئٹہ

علی انسان اہ فہذا عندنا من الفتح کالی البحر والنہر قلت لکن ذکر الفتح اول الایمان ما نسق
علیہ من التمزیر کاف وطہ جاریہ امر اہما والمشرک کویب استثنای الامر فیہ وما لم یخص علیہ اذا رأى الامام
المصلحتا وعلم انہ لا ینزیر الا بہ وجوب لایہ زاجر مشروع لفقہ تعالیٰ کالحسد وما علم انہ انزیر بدوہ لا یجب اہ

(13) عکس صفحہ نمبر 200 ”رد المحتار علی درمختار جلد ۳“ طبع کوئٹہ

لو کان جہرا لانه اظہار للفاحشۃ امانو کان مرافقہ بقبل وکذا ما صرحوا بہ اذ یضامن انہ لا یقبل اذا کان بعد
التعدیل کما عتمدہ المصنف وشی علیہ هناك فلو کان قبلہ قبل والظاهر ان علیہ قبولہ قبلہ انہ لیکون خبرا
بنسب الشہود لکلا یقبل القاضی شہادتهم ولذا یقبل الجرح مرامن واحد ولو کان شہادۃ لم یقبل ولهذا
لو عدلوا بعد الجرح ثبت عدالتهم وقبیل شہادتهم ولو کان الجرح مر اشہادۃ مقبولۃ لاسقطوا عن حیز
الشہادۃ ولم یبق لهم مجال التعدیل ثبت انہ اخبار لاشہادۃ ونظیرہ سؤال القاضی الرکن عن الشہود فصار
الحاصل ان الجرح المراد لا یقبل فی باب الشہادۃ اذا کان علی وجہ الشہادۃ جہرا بعد التعدیل والاقبل وامانی
باب التمزیر فانه یقبل بعد بیان سببہ ویمرحج بذلك عن کونہ مجردا (تنبیہ) سیاتی ان التمزیر یثبت
بشہادۃ الدعی مم آخرو بشہادۃ عدل اذا کان فی حقوفہ تعالیٰ لانه من باب الاخبار وظاهر کلامہ هنا انہ

(14) عکس صفحہ نمبر 194 ”رد المحتار جلد ۳“ طبع رشیدیہ کوئٹہ

الحمد الفرق بین الحمد والتعزیر ان الحمد مقدر والتعزیر مفروض الی رأى الامام وان الحدید بصر بالشہات
والتعزیر یوجب معہا وان الحد لا یجب علی السبی والتعزیر یشرع علیہ والابع ان الحد یطلق علی الذمی
والتعزیر یسمى عقوبۃ لانه لان التعزیر یشرع للتطہیر تاخریسیه ویزاد بعض التأخرین ان الحد مختص بالامام
والتعزیر یبقیہ الزوج والمولی وكل من رأى احدا یبایئ المصیبه وان الرجوع یعمل فی الحد لالی التعزیر وروانہ
بحسب الشہود علیہ حتی یسأل عن الشہود فی الحد لالی التعزیر وروان الحد لا یجوز الشفاعة فیہ وانہ لا یجوز للامام
زکواہ فہد یسقط بالتقادم بخلاف التعزیر فہی عشرۃ قلت وسببہ وغیرہا عند قولہ وهو حق العبد (قولہ)
اكثره نفعه وثلاثون سوطا) الحد یثنین بلہ حد الی غیر حد فہو من المعتدین وحد الرقیق اریسون فنقص

(8) عکس صفحہ نمبر 168 ”درمختار جلد ۳“ طبع رشیدیہ کوئٹہ

بالدعویۃ بحر (لفظ بالدعویۃ الخ یوجد فی بعض النسخ وهو غیر لازم لان أصل الکلام فیہ (قولہ شبهۃ العقد)
أی ما وجد فیہ العقد صورۃ لاحقیقۃ لان الشبہہ کما مر ما یشبہہ الثابت ویسبب ثبات فخرج ما وجد فیہ العقد
حقیقۃ ولذا قال فی التاریخانیہ واذا کان الوطہ بملک النکاح أو بملک بین والحرمۃ بعارض آخر فذلک لا یوجب
الحد نحو الحائض والنفساء والصائمۃ صوم الفرض والمحرمة ولو طوأة بشبہہ والی ظاہر منها اولیٰ منها فوطئها
فی العدة لاحد علیہ وکذا الامۃ المملوکه اذا كانت محرمة علیہ رضاعا أو مصاهرة أو لکون اختها مطلقا نکاحہ
أوی عروسۃ أمر نده فلا حد علیہ وان علم الحرمة اہ (قولہ کو طہ محرم نکحہا) ای عقد علیہا مطلق

(9) عکس صفحہ نمبر 169 ”ہامش رد المحتار جلد ۳“ طبع کوئٹہ

ہ فی الردۃ بحر (قولہ لکن فی التہستانی الخ)
وح فیہ ان التہستانی ذکر من المضمرات انہ
دعندہا وعلیہ الفتوی اہ علی ان مافی عامۃ
لکن فی التہستانی عن
المضمرات علی قولہما
الفتویٰ وحرر فی الفتح

(10) عکس صفحہ نمبر 380 ”رد المحتار جلد ثانی“ طبع کوئٹہ

شکوۃ القیبر ومعتمدہ فالحد یخول فیہ لا یوجب العدة ان علم انہا لایعبر لانه لم یقبل احد جوازہ فہو قہر قد اصلا
نال فقیل حد ایفرق بین قایدہ وباطلہ فی العدة وطلد یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنا کافی الفنیۃ وغیرہا اہ
الحاصل انہ لا فرق بیہما فی غیر العدة اما فیها فالفرق ثابت وعلی هذا فقیل قول البحر هنا نکاح المعتدۃ بما

(11) عکس صفحہ نمبر 156 ”رد المحتار علی درمختار جلد ۳“ طبع کوئٹہ

الآئی بان الزنا حرام فی جمیع الادیان والملل ظاہر فی اذا دخل دار الاسلام فاسلم قرنی وقال ظننت انہ سلال یحد ولا
یلتفت الیہ وان کان فہو اول یوم دخوله فکشف قال اذا دعی مسلم اصلی انہ لا یعمل حرمة الزنا لحد لا تتفا مشرط
الحد اہ وأقرہ فی البحر والنہر والمنع والمقدسی والشربلانی ونازع فیہ ط بما مر من جہر وہن الحرمة الثابتۃ

(15) عکس صفحہ نمبر 1027 ”بخاری شریف جلد دوم“ قدیمی کتب خانہ کراچی

ابو الحسن السعوی ولا اظن الا ذکره عن ابن عباس يا ايها الذين امنوا الرجل كان زوا النساء
كراهية الاية قال كان اذا مات الرجل كان اولياؤه احق بامراته ان شاء بعضهم تزوجها وان شاؤوا تزوجوا
وان شاؤوا لم يزوجوها فلو اخطى بها من اهلها انزلت هذه الاية في ذلك باب اذا استكرهت المرأة على
فلا دخل عليها لقوله من يكرهن فان الله من بعد اذ اكرهن عفو رحيم وقال الثالث حدثني نافع بن
صفية بنت ابي عبيد اخبرني ان عبد الله بن رقيق الامارة وقع على ليد من الغنم فاستكرهها حتى

(15) عکس صفحہ نمبر 1028 ”بخاری شریف جلد دوم“ قدیمی کتب خانہ کراچی

انقضها فجلدها عسرا ولم ينفاه ولم يجلده الوليد من اجل انه استكرهها وقال الزهري في لامة البكره
تحرير ذلك الحكم من لامة العذراء بقدر ثمنها ويجلده وليس لامة النسيب في قضاء الاية عفو ولكن
عليه حد حد ثمنها او ايمان كل خبرنا شيب قال حدثنا ابو الزناد عن الاعمش عن ابي هريرة قال قال
رسول الله انك ما تجوز اهرامه سيارة ودخل بها قربة فيها ملك من الملوك او جاز من التجارة فارسل اليه
ان ارسل اليه بما فارسل بما فقام اليها فقامت تومئا وتصلت فقالت اللهم ان كنت امتك وبرسوك

(15) عکس صفحہ نمبر 687 ”موطاء امام مالك“ طبع مير محمد کراچی

وازنت ولم تحسن فقال ان زنت فاجلدها ثم ان زنت فاجلدها ثم ان زنت فاجلدها وهاتم
ابو حوا ولو يضره قال مالك قال بن شهاب لا ادري اجد الثالثة او الرابعة قال مالك و
لضفيه الجبل مالك عن نافع ان عبد الله كان يقول على رقيق الخمس وانه استكرهه جازا من
تلك الرقيق فوقع بها فجلده من الخطاب ونفاه ولم يجلده لوليداً لانه استكرهها مالك عن

(15) عکس صفحہ نمبر 236 ”المسنن الكبير مع الجوهر النقي ج 8“ طبع نشر السنه ملتان

آخرة (أبو حنيفة) أبو حنيفة بن أحمد (م) المذكي ثم أحد من مراهق ثمانين بكرة ثمانمائة من نافع ان هذا كان
يقوم على رقيق الخمس وانه استكرهه سلاية من ذلك الرقيق فوقع بها فجلده من الخطاب وحسب الله منه ونفاه ولم يجلده
الوليد لانه استكرهها (رواه) (م) (م) بن سعد عن نافع عن صفية بنت ابي حنيفة

(16) عکس صفحہ نمبر 428، 427 ”مسند امام احمد بن حنبل“ طبع نشر السنه ملتان

٢٧٣٠٧ - حدثنا عبد الله، حدثني أبي، حدثنا محمد بن عبد الله بن الزبير قال: حدثنا اسرائيل، عن
سماك، عن علفمة بن وائل، عن ابيه قال: خرجت امرأة الى الصلاة، فلقيها رجل فجلدها ثبابة، ففقدت
حاجتها منها، وذهب، وانتهى اليها رجل فقالت له: ان الرجل فعل بي كذا وكذا، فذهب الرجل في طلبه فانتهى
اليها قوم من الأنصار فوقعوا عليها، فقالت لهم: ان رجلاً فعل بي كذا وكذا، فذهبوا في طلبه فجازوا بالرجل
الذي ذهب في طلب الرجل الذي وقع عليها، فذهبوا به الى النبي ﷺ فقالت: هو هذا، فلما امر النبي ﷺ
برجمه قال الذي وقع عليها: يا رسول الله: انا هو، فقال للمرأة: اذقي ففقدت ففر الله لك، وقال للرجل قولاً
حسناً، فقيل: يا بني الله الأترجة؟ فقال: ولقد تاب توبة لو تابها أهل المدينة لقبل بيتهم.

(16) عکس صفحہ نمبر 269 ”ترمذی جلد اول“ طبع کراچی

بأشهر والعمل على هذا الحديث عند أهل العلم من اصحابنا من قبل الله عليه وسلم وقدمهم ان ليس على المستكره حد حد
من نكحها ثم ما يصدر يوسف عن اسرائيل ثنا سماك بن حرب عن علقمة بن وائل القدي عن ابيه بن امه اخرجت على
بها فقال الله عليه وسلم تريد الصلوة فتلقها رجل فجلدها ففقدت حاجتها منها فصاحت فانطلق وتزهر رجل فقالت ان ذلك
على نكحها كذا وكذا ومترت نكحها من الماهجرين فقالت ان ذلك الرجل فعل بي كذا وكذا فانطلقوا فاجلده الرجل الذي
وقع عليها فانورها فقالت نعم هو هذا فانوا به رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما امر به ليرجم قام مصابها الذي وقع عليها فقال
رسول الله انما صاحبها فقال لها اذبي فقد غفر الله لك وقال للرجل قولاً حسناً قال رسول الله الذي وقع عليها ارجوه وقال لقد
لأتوبة لو تابها أهل المدينة لقبل بيتهم من هذا الحديث حسن فرأيت في صحيحه وعلقمة بن وائل بن حجر سمع من ابيه وهو الكرمي
بالحارين وائل وعبد الجبار بن وائل لم يسمع من ابيه يا وليك ولين تقع على البهيمة حدثنا محمد بن عبد الله بن عثمان بن

(17) عكس صفحہ نمبر 247 "تہذیب التہذیب جلد ۲" طبع ملتان

علقمة بن وائل بن حجر^(۱) الحضرمی الکندی الکوفی .

روی عن أبيه والخيرة بن شعبة وطارق بن سويد على خلاف فيه . وعنه أخوه عبد الجبار وابن أخيه سعيد بن عبد الجبار وعبد الملك بن عمير وعمرو بن مرة وسماك ابن حرب وإسماعيل بن مسالم وسامع بن مطر وعلمة بن كهيل وموسى بن عمير المنبيري وقيس بن سليم المنبيري وأبو عمر المائذي . ذكره ابن حبان في الثقات . قلت : ذكره ابن سعد في الطبقة الثالثة من أهل الكوفة وقال كان ثقة قليل الحديث وحسن المسكري عن ابن مغيث أنه قال علقمة بن وائل عن أبيه مرسل .

(17) عكس صفحہ نمبر 108 "ميزان الاعتدال، جلد ۳" طبع بیروت

۵۷۶۱ — علقمة بن وائل [م ، عو] بن حجر . صدوق ، إلا أن يحيى بن معين يقول فيه : روايته عن أبيه مرسله

(18) عكس صفحہ نمبر 204 "تہذیب التہذیب، جلد ۲" طبع نشر السنہ لاہور

سماك^(۱) بن حرب بن أوس بن خالد بن زوار بن معاوية بن حارثة المذحلي البكري أبو المقيرة الكوفي .

روی عن جابر بن سمرة والسمان بن بشير وأوس بن مالك والضحاک بن قيس وثلبة بن الحكم وعبد الله بن الزبير وطارق بن شهاب وإبراهيم الخعفي وثقف بن طرفة وجعفر بن أبي ثور وسعيد بن جبیر وشعبي وعكرمة وعلقمة بن وائل وأشيته محمد بن حرب ومصعب بن سعد ومعاوية بن قرة وموسى بن طلحة بن عبيد الله وحذافة وعنه شعبة سعيد وإسماعيل بن أبي حاتم والأعمش ومعاوية بن أبي هند وحمام بن سلمة وشعبة وشعبي وشريك وأبو الأحوص وشعبي بن صالح ورائدة وزهير بن معاوية وإسحاق بن إبراهيم بن طهمان وشيبان بن عبد الرحمن الشمري ومالك بن مغول وأبو عوانة وغيرهم . قال حماد بن سلمة عنه أمرت ثمانين من الصحابة وقال عبد الرزاق عن ثنوي منسقب لسماك حديث وقال صالح بن أحمد عن أبيه سماك أصح حديثاً من عبد الله بن عمر وقال أبو طالب بن أحمد مشغوب الحديث . وقال ابن أبي حاتم عن ابن مغيث ثقة قال وكان ثقة بضمه وكان يقوى في التشهير عكرمة وثقته أن يقول له ابن عباس ثقة وقال ابن أبي حاتم عن ابن مغيث سئل عنه ما الذي عابه قال سمعته يحدث لم يسمع غيره بهو لغة وقال ابن عمار يقولون أنه كان يغلط ويشتبهون في حديثه وقال الثوري بضمه بن ثور الحديث إلا أنه كان في حديث عكرمة وبسما وصل الشيء وكان الثوري بضمه بعض الضمف ولم يرض به السعد وكان فصيحاً عالماً بالشمز وأيام الناس وقال أبو حاتم صدوق ثقة وهو كما قال أحمد .

(16) عكس صفحہ نمبر 446، 447 "سنن ابی داود جلد ثانی" طبع مصر

حدثنا محمد بن يحيى بن فارس، ثنا الثريابي، ثنا إسرائيل، ثنا سيبك بن حرب، عن علقمة بن وائل، عن أبيه أن امرأة خرجت على عهد النبي صلى الله عليه وسلم تريد الصلاة فلقأها رجل فجعلها^(۱) ، فقضى حاجته منها فصاحت وانطلق، فر عليها رجل فقالت: إن ذلك فعل أبي كذا وكذا، ومررت عصابة من المهاجرين فقالت: إن ذلك الرجل فعل بي كذا وكذا، فأنظفونا فأخذوا الرجل الذي ظننت أنه وقع عليها فاتواها به فقالت: نعم هو هذا، فأبوا به النبي صلى الله عليه وسلم، فلما أمر به قام صاحبها الذي وقع عليها فقال: يا رسول الله ما أنا صاحبها، فقال لها: «أذهبي فقد غفرت الله لك»، وقال للرجل قولاً حسناً [قال أبو داود: بين الرجل المأخوذ [وقال للرجل الذي وقع عليها «ارجموه» قال: «لقد نابت توبة لو تابها أهل المدينة لقبل مني» .

قال أبو داود: رواه أسباط بن نصر أيضاً عن سماك .

(17) عكس صفحہ نمبر 367 "تقريب التہذیب" طبع نولكشور لكهنؤ

علقمة (رضي ع) بن وائل بن جبريضم المهلة وسكون الجيم الحضرمي الكوفي صدوق ثقة لا إمام ليس مع مزايه

في الثقات وسبأني في ترجمة مسلم بن الحجاج انكار ابي زرعة عليه اخراجه لحديث اسباط هذا وقال الساجي في الضمراء روى احاديث لا يتابع عليها عن سهاك بن حرب

(21) عكس صفحہ نمبر 367 "تقريب التهذيب" طبع نولکشور لکھنؤ

علقة (٤١٥) بن وائل بن حجر يقيم المهلة وسكون
الجيم الحضرمي الكوفي صدوقه لا انه لم يسمع من ابيه

(21) عكس صفحہ نمبر 247 "تهذيب التهذيب جلد ٢" طبع ملتان

روى عن ابيه والغيرة بن شعبة وطارق بن سويد على خلاف فيه . وعنه اخوه عبد
الجبار وابن اخيه سعيد بن عبد الجبار وعبد الملك بن عمير وعمرو بن مرة وسهاك ابن
حرب واصماعيل بن سمسالم وجامع بن مطر وطلحة بن كهيل وموسى بن عمير الضبيري
وقيس بن سليم الضبيري وابو عمر المائذي . ذكره ابن حبان في الثقات . ذكره
ابن سعد في الطبقة الثالثة من اهل الكوفة وقال كان ثقة قلبا الحديث وحسن
العسكري عن ابن معين انه قال علقمة بن وائل عن ابيه مرسل .

(21) عكس صفحہ نمبر 108 "ميزان الاعتدال، جلد ٣" طبع بيروت

٥٧٦١ - علقمة بن وائل [م ، عو] بن حجر . صدوق ، إلا ان يحيى بن معين
يقول فيه : روايته عن ابيه مرسل

وقال بنوف بن شيبه قلت لابن المديني رواية ساك عن عكرمة فقال مضطربة وقال
ذكره بن عدي عن ابن المبارك ساك ضعيف في الحديث قال بنوف وروايت عن عكرمة

(18) عكس صفحہ نمبر 205 "تهذيب التهذيب، جلد ٢" طبع نولکشور لکھنؤ

خاصة مضطربة وهو في غير عكرمة صالح وليس من الثقات ومن سمع منه حديثاً مثل
شعبة وسفيان فحديثهم عنه صحيح مستقيم والذي قاله ابن المبارك إنما زعم أنه قيس سمع منه
بآخره وقال النسائي ليس به بأس وفي حديثه شيء . وقال صالح جزرة يصف وقال ابن
خراش في حديثه لين وقال ابن قانع مات سنة (١٣٣) . قلت : الذي سلكه المؤلف من عهد
مروان عن الثوري إنما قاله الثوري في ساك بن الفضل السبائي والساك بن حرب فالمراد
عن الثوري أنه سمعه وقال ابن حبان في الثقات يخطئه كثيراً . مات في آخر ولاية هشام
ابن عبد الملك حين ولي يوسف بن عمر على العراق .

وقال ابن أبي حاتم في الترايبيل سئل أبو زرعة هل سمع ساك من مروان شيئاً فقال لا
وقال النسائي كان رجلاً لكن فاذا انفرد بأهل لم يكن حجة لأنه كان يلحق فيلقن وقال
الجزاري في مسنده كان رجلاً مشهوراً لا أعلم له بدءاً وكان قد تغير قبل موته وقيل جرير
ابن عبد الحميد آتت غربته بيوت فأنما فرجت ولم أسأله عن شيء . قلت : قد خرف وقال
ابن عدي والساك حديث كثير مستقيم إن شاء الله وهو من كبار تابعي أهل الكوفة
واحاديثه حسنة وهو صدوق لا بأس به .

(19) عكس صفحہ نمبر 447 "سنن ابى داود، جلد ٢" طبع مصر

قال أبو داود : رواه أصباط بن نصر أيضاً عن سهاك

(20) عكس صفحہ نمبر 186 "تهذيب التهذيب، جلد اول" طبع ملتان

ويونس بن بكير وعبد الله بن صالح المجلبي وغيرهم . قال حرب قلت لاحد كيف حديثه
فقال ما ادري وكانه ضعفه وقال ابو حاتم سمعت ابا نعيم يضعفه وقال
احاديثه عامية سقط مقلوب الاسانيد . وقال النسائي ليس بالقوي . قلت : علق له
البخاري حديثاً في الاستسقاء وقد وصله الامام احمد والبيهقي في السنن الكبير وهو حديث
متكرر ارضعته في التلميح وقال البخاري في تاريخه الارسط صدوق وذكره ابن حبان

بغير الجزم، فيه مقال. وقد أوضحت أمثلة ذلك في التلخيص على ابن الصلاح، (والثاني): وهو ما سقط عن آخره من بعد التابى (هو المرسل) وصورة أن يقول التابى سواء كان كذا، أو كذا، أو كذا: قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم كذا، أو فعل كذا، أو فعل كذا، أو نحو ذلك. وإنما ذكر في قسم المردود للجهل بحال المحذوف، لأنه يحتمل أن يكون صحابيا، ويحتمل أن يكون تابعيا، وعلى الثاني يحتمل أن يكون ضعيفا، ويحتمل أن يكون ثقة، وعلى الثاني يحتمل أن يكون حمل عن صحابي، ويحتمل أن يكون حمل عن تابعي آخر، وعلى الثاني فيعود الاحتمال السابق ويتددد. أما بالجور العقلي فإلى ما لا نهاية له، وأما بالاستقراء فإلى ستة أو سبعة، وهو أكثر ما وجد من رواية بعض التابعين عن بعض.

فإن عرف من عادة التابى أنه لا يرسل إلا عن ثقة، فذهب جمهور المحدثين إلى التوقف لبقاء الاحتمال، وهو أحد قول أحد، وثانيها وهو قول المالكيين والكوفيين: يقبل مطلقا. وقال الشافعي: يقبل إن اعتضد بحجة من وجه آخر يبين الطريق الأول مستدا كان أو مرسلًا، ليرجع احتمال كون المحذوف ثقة في نفس الأمر. وقيل أبو بكر الرازي من الحنفية، وأبو الوليد الباجي من المالكية أن الرازي إذا كان يرسل عن الثقات وغيرهم، لا يقبل مرسله اتفاقا (و) القسم (الثالث): من أقسام السقط من الإسناد (إن كان بائنين فصاعدا مع التوالى فهو المعضل، وإلا) بأن كان السقط اثنين غير متوالين في موضعين مثلا (ف) هو (المنقطع) وكذا إن سقط واحد فقط، أو أكثر من اثنين لكن بشرط عدم التوالى (ثم) إن السقط من الإسناد (قد يكون واضحا) يحصل الاشتراك في معرفته.

(22) عكس صفحہ نمبر 64۶60 "زعمہ النظر" طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

الزعمه، مع احتمال أن يظهر لغيره ما خفي عليه، وانه أعلم (بهم المردود) وموجب الرد (إما أن يكون لسقط) من إسناد (أو طين) في راو. على اختلاف وجوه الطين أم من أن يكون لامر يرجع إلى ديانة الراوى، أو إلى ضطه (بالسقط إما أن يكون من مبادئ السند من) تصرف (مصنف، أو من آخره) أى الإسناد (بعد التابى أو غير ذلك.

الاول: المعلق) سواء كان الساقط واحدا، أم أكثر. ويتبين المعضل الآتي ذكره، وعموم' وخصوص من وجه، فمن حيث تصرف المعضل بأنه سقط منه آثار فصاعدا، يمتنع مع بعض صور المعلق، ومن حيث تقييد المعلق بأنه من تصرف المصنف من مبادئ السند، يفتقر عنه، إذ هو أم من ذلك. ومن صور المعلق أن يحذف جميع السند، ويقال مثلا قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم. ومنها أن يحذف إلا الصحابي، أو إلا التابى والصحابي معا. ومنها أن يحذف من حديثه ويضيفه إلى من فوقه، فإن كان من فوقه شيئا لذلك المصنف، فقد اختلف فيه، هل يسمى تليقا أو لا؟ والصحيح في هذا التفصيل، فإن عرف بالنص، أو الاستقراء أن فاعل ذلك مدلس نضى به، وإلا فتعلق.

وإنما ذكر التعليل في قسم المردود للجهل بحال المحذوف، وقد يحكم بصحته إن عرف بأن يجهى مسمى من وجه آخر، فإن قال: جميع من أحذفه ثقات. جاءت مسألة التعديل على الإبهام، وعند الجمهور لا يقبل حتى يسمى، لكن قال ابن الصلاح هنا: إن وقع الحذف في كتاب ألتزمت صحته، كالبخارى ومسلم، فما أتى فيه بالجزم، دل على أنه ثبت إسناده عنده وإنما حذف لفرض من الأغراض، وما أتى فيه

لكون الراوي مثلاً لم يعاصر من روى عنه (أو) يكون (خبياً) فلا يدركه، إلا الأئمة الخذاق المطلوبون على طرق الحديث، وعلل الأسانيد (فالأول) وهو الواضح (يدرك) بعدم التلاقق) بين الراوي وشيخه بكونه لم يدرك عصره، أو أدركه لكن لم يجتمعا؛ وليست له منه إجازة، ولا رجادة (ومن ثم احتج إلى التاريخ) لتضمنه تحريرو مواليده الرواة، ووفياتهم، وأوقات طلبهم، وارتحالهم، وقد افضح أقوام ادعوا الرواية عن شيخ، ظهر بالتاريخ كذب دعواهم (و) القسم (الثاني) وهو الحق (المخلص) بفتح اللام، سمي بذلك لكون الراوي لم يسم من حديثه، وأومر سماعه للحديث عن لم يحدته به،

(23) عكس صفحہ نمبر 30، 31 "نزہۃ النظر شرح نخبة الفكر" فاروقی کتب خانہ ملتان

على التكنة في ذلك، والله أعلم (و) خير الآحاد بقل عدل، تام الضبط متصل السند، غير معطل، ولا شاذ، هو الصحيح لذاته) وهذا أول قسم المقبول

(23) عكس صفحہ نمبر 40 "نزہۃ النظر شرح نخبة الفكر" فاروقی کتب خانہ ملتان

أحدهما، مثلاً. لا سيما إذا كان في إسناده من فيه مقال (فإن) خف الضبط) أي: قل، يقال: خف القوم خفواً: قَلُوا. والمرادُ مع بقاء الشروط المتقدمة في حد الصحيح

(23) عكس صفحہ نمبر 41 "نزہۃ النظر شرح نخبة الفكر" فاروقی کتب خانہ ملتان

(ف) هو (الحسن لذاته) لا لشيء خارج: وهو الذي يكون حسنه بسبب الاعتقاد، نحو حديث المستور إذا تعددت طرفه. وخرج' باشتراط باقي الاوصاف الضعيف. وهذا القسم من الحسن مشارك للصحيح في الاحتجاج به، وإن كان دونه. ومثابه له في اقسامه إل مراتب بعضها فوق بعض (وبكثرة طرفه بصحح) وإنما يحكم له بالصحة عند

(24) عكس صفحہ نمبر 74، 75 "نزہۃ النظر شرح نخبة الفكر" فاروقی کتب خانہ ملتان

وإنما: أضح به لطول الفصل (إن) أطلع عليه) أي على اليوم (بالتسري) الدالة على وهم راييه، من وصل مرسل أو منقطع، أو إدخال حديث في حديث، أو نحو ذلك من الأشياء القاذحة، ويحصل معرفة ذلك بكثرة التسع،

(و) جمع (الطريق، ف) هذا هو (المعلل) وهو من أغمض أنواع علوم الحديث وأدقها، ولا يقوم به إلا من رزقه الله تعالى فيها ثاقباً، وحفظاً واسعاً، ومعرفة تامة بمراتب الرواة، ومملكة قوية بالأسانيد والتون، ولهذا لم يتكلم فيه إلا قليل من أهل هذا الشأن، كعلي بن المدني، وأحمد بن حنبل، والبخاري، ويعقوب بن أبي شيبة، وأبي حاتم، وأبي زرعة، والدارقطني. وقد يهصر عبارة المعلل عن إقامة الحجج على دعواه، كالصيرفي في نقد الديار والدرهم (ثم المخالفة) وهو القسم السابع (إن كانت) واقعة (ب) سبب (تغيير السباق) -

(25) عكس صفحہ نمبر 184 "نور الانوار شرح منار" مطبوعه مكتبة حقانية ملتان

الأمارات هكذا قيل والنفسية الثانية في الانقطاع أي عدم الاتصال لعل يتبين رسول الله صلعم وهو نوعان ظاهر وباطن أما الظاهر فالرسول من الخبر بل إن لا يذكر الراوي الوسائط التي بينه وبين رسول الله صلعم بل يقول قال رسول صلعم كن أو هو أروية أقسامه لأنه إما أن يرسله النبي أو يرسله القرآن الثاني والثالث أو يرسله من دونهم أو هو مرسل من وجه دون وجه وهو أن كان من الصحابي فمقبول بالأجماع لأن غالب

(26) عکس صفحہ نمبر 1012 بخاری شریف جلد 2 طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

فلان قال خفضت رأسها فدعا به رسول الله فقله بين الحجرين باب قول الله ان النفس بالنفس الآية حصل ثلثا عزمون حفص قال حدثنا ابى قال حدثنا الاعرج عن عبد الله بن عمرو عن مسروق عن عبد الله قال قال رسول الله لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله الا ان يجر الله الا اجر ثلث النفس بالنفس والشيب الزاني والمقارون الذين التارك الجماعة باب متى افاد مح

(27) عکس صفحہ نمبر 1016 بخاری شریف جلد 2 طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

رضي راس جارية بين حجورين فقبل لها من فعل بك هذا فلان او فلان حتى سمي اليهودي فاني به النبي صلى الله عليه وسلم بل هو من راسه بالحجارة باب اذا قبل محجرا وبعصا جعل ثلثا محجرا

(28) عکس صفحہ نمبر 58 مسلم شریف جلد 2 طبع کراچی

ابو يونس ان راوى سال الثالث فقلت نعم واشارت براسها فقله رسول الله بن عمرو بن جبرين بن جبرين بن حبيب الخاني قال ناخذ راسه باليد المحارث حر قال واحد ثلثا بالوركيب قال يابن ادراس كلامه عن شعبة بن يونس الاسناد شورى في حديث ابن ادراس في راسه بين حجورين وحل ثلثا

(29) عکس صفحہ نمبر 46 زهد انظر شرح خبيرة افكر طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

يدفع كثير من الايزادات التي طال البحث فيها ولم يستفرجه توجهها، والله الحمد على ما اتم، وعلم (وزيادة) راويهما) أي الحسن والصحيح (مقبولة) ما لم تقع منافية لما لرواية من (هو أوثق) ممن لم يذكر تلك الزيادة، لأن الزيادة إما أن تكون لا تنافي بينها وبين رواية من لم يذكرها، فهذه تقبل مطلقا، لأنها في حكم الحديث المستقل الذي يتفرد به الثقة ولا يرويه عن شيخه غيره، وإما أن تكون منافية بحيث يلزم من قبولها رد الرواية الأخرى، فهذه هي التي يقع الترجيح بينها وبين معارضها، فيقبل الراجح يرد المرجوح. واشتهر عن جمع من العلماء القول بقبول الزيادة مطلقا من غير تفصيل،

(29) عکس صفحہ نمبر 47 زهد انظر شرح خبيرة افكر طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

ولا يتأى ذلك على طريق الحديثين الذين يشترطون في الصحيح أن لا يكون شاذًا، ثم يفسرون الشذوذ بمخالفة الثقة من هو أوثق منه. والعجب من غفل عن ذلك منهم مع اعترافه باشتراط اتقاء الشذوذ في حد الحديث الصحيح وكذلك الحسن. والمقول عن أئمة الحديث المتقدمين، كعبد الرحمن بن مهدي، ويحيى القطان، وأحمد بن حنبل، ويحيى بن معين، وعلي بن المدني، والبخاري، وأبي زرعة الرازي، وأبي حاتم، والنسائي، والدارقطني، وغيرهم، اعتبار الترجيح فيما يتعلق بالزيادة وغيرها، ولا يعرف عن أحد منهم إطلاق قبول الزيادة كما وأعجب من ذلك إطلاق كثير من الشافعية القول بقبول الزيادة الثقة مع أن نص الشافعي يدل على غير ذلك، فإنه قال في أثناء كلامه على ما يعتبر به حال الراوي في الضبط ما نضه: ويكون إذا شرك أحدا من الحفاظ لم يخالفه، فإن خالفه فوجد حديثه أنقص كان في ذلك دليل على صحة مخرج حديثه، ومتى خالف ما وصف أضرب ذلك بحديثه - انتهى كلامه.

(29) عکس صفحہ نمبر 48 زهد انظر شرح خبيرة افكر طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

ومقتضاه أنه إذا خالف فوجد حديثه أزيد أضرب ذلك بحديثه، فدل على أن زيادة العدل عنده لا يلزم قبولها مطلقا وإنما يقبل من الحفاظ، فإنه اعتبر أن يكون حديث هذا المخالف أنقص من حديث من خالفه من الحفاظ، وجعل نقصان هذا الراوي من الحديث دليلا على صحته،

(29) عکس صفحہ نمبر 49 زهد انظر شرح خبيرة افكر طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

لأنه يدل على تحريه، وجعل ما عدا ذلك مضرا بحديثه، فدخلت فيه الزيادة، فلو كانت عنده مقبولة مطلقا لم تكن مضرة بحديث صاحبها، والله أعلم (فإن خولف بأرجح) منه لمزيد ضبط، أو كثرة عدد، أو غير ذلك من وجوه الترجيحات (فأرجح) يقال له (المحفوظ. ومقابلة) وهو المترجوح يقال له (الشاذ) مثال ذلك ما رواه الترمذي والنسائي وابن ماجه، من طريق ابن عبيثة، عن عمرو بن دينار، عن عوسجة. عن ابن عباس: أن رجلا توفى على عهد رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم، ولم يدع وارثا إلا مولى هو

(35) عکس صفحہ نمبر 65 "نیل للاطاردلے" طبع مصر

بِحُلِّ الْوَاحِدَةِ بَصَفَةِ الدَّيْبَةِ ، وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثَلَاثَةُ الدَّيْبَةِ ، وَفِي الْبَلَاغَةِ ثَلَاثَةُ
 دَيْبَةٍ ، وَفِي الْمُتَفَلِّتَةِ مِائَتَةُ عَشْرَتَيْنِ مِنَ الْإِبِلِ ، وَفِي كُلِّ أَصْبَحٍ مِنْ أَصَابِعِ
 يَدِ الْكَرْبَجِلِ عَشْرَتَيْنِ مِنَ الْإِبِلِ ، وَفِي السَّنِّ مِائَتُ عَشْرَتَيْنِ مِنَ الْإِبِلِ ، وَفِي الْمُؤَصِّحَةِ
 مِائَتَيْنِ مِنَ الْإِبِلِ ، وَأَنَّ الرَّجُلَ يُحْتَسِلُ بِالْمَرْءِ ، وَحَلَّ أَهْلُ الدَّعْبِ أَلْفَتَا دِينَارٍ ،
 وَكَانَ الْقَسَائِفُ وَالْحَالُ : وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ مُرْسَلًا ۞

(36) عکس صفحہ نمبر 5 "جمل جلد اول" طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

وأما ما نزل بالمدينة فاحدى وثلاثون سورة، فأول ما نزل بالمدينة سورة البقرة، ثم
 الأنفال، ثم آل عمران، ثم الأحزاب، ثم الممتحنة، ثم النساء، ثم ﴿إذا زلزلت الأرض﴾، ثم
 الحديد، ثم سورة محمد ﷺ، ثم الرعد، ثم سورة الرحمن، ثم ﴿هل أتى على الإنسان﴾، ثم
 الطلاق، ثم ﴿لم يكن﴾، ثم الحشر، ثم الفلق، ثم الناس، ثم ﴿إذا جاء نصر الله والفتح﴾، ثم
 النور، ثم الحج، ثم المنافقون، ثم المجادلة، ثم الحجرات، ثم التحريم، ثم الصف، ثم
 الجمعة، ثم التغابن، ثم الفتح، ثم التوبة، ثم المائدة. ومنهم من يقدم المائدة، على التوبة،
 فهذا ترتيب ما نزل من القرآن بالمدينة.

(36) عکس صفحہ نمبر 14 "الاتقان للسيوطي جلد اول" طبع لاہور

انفتحت ثم الروم ثم فلنكسرت ثم ويل لمنظفين فهذا ما أنزل الله بحكمة. ثم أنزل بالمدينة سورة البقرة ثم الأنفال
 ثم آل عمران ثم الأحزاب ثم الممتحنة ثم النساء ثم إذا زلزلت ثم الحديد ثم الفلق ثم الرعد ثم الرحمن ثم الإنسان
 ثم الطلاق ثم لم يكن ثم الحشر ثم إذا جاء نصر الله ثم النور ثم الحج ثم المنافقون ثم المجادلة ثم الحجرات ثم التحريم
 ثم الجمعة ثم التغابن ثم الصف ثم الفتح ثم المائدة ثم براءة. وقال أبو عبيد في فضائل القرآن: حدثنا عبد الله بن
 صالح عن معاوية بن صالح عن علي بن أبي طلحة قال: نزلت بالمدينة سورة البقرة وآل عمران، والنساء، ۱۱ ۞

(37) عکس صفحہ نمبر 1016 "بخاری شریف جلد ۲" طبع لاہور

بالنفس الأرياحي حنيفة بن عمرو بن حفص قال حدثنا أبي قال حدثنا الأحمش عن عبد الله بن عمر عن
 مسروق عن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ لا يدخل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله ﷻ إلا
 الله إلا جعلت النفس بالنفس والثيب الرظي والفقار والرسنة التارك الجماعة باب من أقاد يحيى

(33) عکس صفحہ نمبر 113 "کتاب مقدس یعنی برائا اور نیا عہد نامہ" طبع اتارکلی لاہور

کی گردن پر ہوگا اور جو شخص دوسرے کی بیوی سے اپنی
 ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور
 جان سے مار دئے جائیں اور جو شخص اپنی سوتیلی ماں سے

(33) عکس صفحہ نمبر 187 "کتاب مقدس یعنی برائا اور نیا عہد نامہ" طبع اتارکلی لاہور

اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرے کیا جائے
 تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اس
 عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی۔ یوں تو اس سوتیلی ماں
 سے ایسی بھرائی کو منع کرنا
 اگر کوئی کٹھواری لڑکی کسی شخص سے مشغوب ہو گئی ہو اور
 کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے
 تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھانک پر پھانک لانا اور انکو
 تم سے نکال کر دینا کہ وہ مرد بھی۔ لڑکی کو ایسے کہ وہ شہر میں
 ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو ایسے کہ اس نے اپنے ہمسایہ
 کی بیوی کو بے حرمت کیا۔ یوں تو ایسی بھرائی کو اپنے درمیان
 سے منع کرنا

(34) عکس صفحہ نمبر 1007 "بخاری شریف جلد ۲" طبع نور محمد کراچی

قال ابن مصلیٰ عن ابی عبد اللہ کفرایش والعامر المحجری باب الزجر بالطلاق حدیثی محمد بن عثمان
 قال حدثنا محمد بن خالد بن سلم بن سلم قال حدثنا عبد الله بن دینار عن ابن عمر قال قال رسول
 الله ﷺ من طلق امرأته فوطئها بعد طلاقها فهو زانیة فوطئها بعد طلاقها فهو زانیة
 اجابوا عن ابی عبد الله قال عبد الله بن سلام ادعهم یا رسول الله بالتوراة فأتی بها فوضعها
 یدیه علی آیه الروم وجعل یقرأ ما قبلها وما بعد ما فقال الله ابن سلام ارفع یدک فاذا آیتة الرجوع تحت
 یدیه وامرهم رسول الله ﷺ فرجما قال ابن عمر فرجما عند البلاط فرأيت اليهودی اجتمعوا علی باب الروم

(37) عکس صفحہ نمبر 59 ”مسلم شریف جلد ۲“ طبع نور محمد کراچی

قال لما قلت حتى قبلوا الولد فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من عبادة الله من اوقاسه على الله لا يرؤف على ثمنها وليكون ابن شيبه قال فما
خص من ثباته وادومها وادوم عن الاحقر عن عبد الله بن مرة عن مسروق عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجزى ذم
المرء مسلمة يشهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله الا الايمان بالنعش والنفس والفرادى بين العباد والحيوانات والجن والشياطين والغير

(38) عکس صفحہ نمبر 253 ابوداؤد جلد ۲، طبع اچ ایم سعید کراچی

خالد بن الجراح عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم بعض هذا الحديث حدثنا قتيبة بن سعيد قال
حدثنا حمران بن ابي اسحق السرحي الملقب بامير المؤمنين عن ابن ابي عمير عن ابن ابي عمير عن جابر بن عبد الله بن
انابه رسول الله صلى الله عليه وسلم في الحديث ثم اخبر انه كصحن فاقرب به ترجم حالنا ما حدثت

(39) عکس صفحہ نمبر 1009 ”بخاری شریف جلد ۲“ طبع نور محمد کراچی

وهي اما الجليل شامحة التفت باحدة ومن خشي ان لا يحق اطلاق الاحلان تكذب على ان الله عوف
عبد الله صلى الله عليه وسلم وقرن عليه الكتاب فكان من انزل الله اية ارحم قراها وعقلنا ما اوعدنا ما ارحم رسول
الله صلى الله عليه وسلم ما بعد فاشق ان طال بك الداس وان ان يقول من الله ما يجاب له ارحم وكلب الله فضله ارحم
فرضية ان الله ارحم وكلب الله من طعن في ارحم من اجل النساء اذا ما تلبت ارحم وكان يحل ان لا ترحم

(40) عکس صفحہ نمبر 116 ”مسند احمد بن حنبل جلد اول“ طبع نشر الملتان

۷۱۹ - حدثنا عبد الله حدثني ابي حدثنا حسين بن محمد حدثنا شعبة عن سلمة والمجالد عن الضمير
انهما اسمعا يحدث ان عليا رضي الله عنه حين رجم المرأة من اهل الكوفة ضربها يوم الخميس رجمها يوم
الجمعة وقال اجلدوا بكتاب الله وارجموها بسنة نبي الله ﷺ

(41) عکس صفحہ نمبر 657 ”بخاری شریف تفسیر سہ ماہی جلد ۲“ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

نور النساء قال ابن عباس يستنكف يستنكف فقلما فوا انك من معاشك ليقن سبيلا يعنى الرخوة
تقب والجلد المبكر وقال غيره مكف وكلاهما ورناك يعنى الثنين وثلاث ورابع ولا تحياوز العرب سربا ع

(42) عکس صفحہ نمبر 66 ”مسلم شریف جلد ۲“ طبع اصح المطابق کراچی

انك في سبيل الله خلف احدم له نبييب كسبيل نبييب طراسم الكثرة اما والله انك من احد من الازواج ما عت وصحت ما عت من سبيل الله
واللفظ انك خلفه والا فاعلم ان جعفر قال ناشد عن عبد الله بن حمران قال حدثنا ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رسول قسبر
الكثرة حتى خلفه على ازاره قد في رده مرتين فاعلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقرأ ما كان في سبيل الله خلفا
يكف نبييب الشين خلف احد من الكثرة ان الله لا يفتي من احد منهم الا جملة نورا او نكف قال عن ثمة سمعت من جبرئيل انكرا

(43) عکس صفحہ نمبر 67 ”مسلم شریف جلد ۲“ طبع اصح المطابق کراچی

وجبرئيل بن موشى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انكرا انك من احد من الازواج ما عت وصحت ما عت من سبيل الله
انكرا انك من احد من الازواج ما عت وصحت ما عت من سبيل الله انكرا انك من احد من الازواج ما عت وصحت ما عت من سبيل الله
انكرا انك من احد من الازواج ما عت وصحت ما عت من سبيل الله انكرا انك من احد من الازواج ما عت وصحت ما عت من سبيل الله

(44) عکس صفحہ نمبر 68 ”مسلم شریف جلد ۲“ طبع اصح المطابق کراچی

بن حمران عن ابى اسحق السرحي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انكرا انك من احد من الازواج ما عت وصحت ما عت من سبيل الله
بن حمران عن ابى اسحق السرحي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انكرا انك من احد من الازواج ما عت وصحت ما عت من سبيل الله
بن حمران عن ابى اسحق السرحي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انكرا انك من احد من الازواج ما عت وصحت ما عت من سبيل الله

(45) عکس صفحہ نمبر 256 ”ابوداؤد جلد ۲“ طبع اچ ایم سعید کراچی

المكحلة والرشاة على اليد قال تم فك هل تدعى ما انزلنا قال نعم اتيت منها سوا ما انزلنا على رجل من امراته
حللا قال وما تدعى بهذا القول قال ريده ان تطرفي فامر به فوجم فجمه فقال الله صلى الله عليه وسلم
صالحين من اصحابه يقول احد الصابحة انظر الى هذا الذي ستر الله عليه لم تدعه نفسك حتى تجبر
الكلب فسكت عنها ثم سار ساعة حتى مر بحفرة حمار ثاقل برجله فقال من فلان وفلان فقال لحن ان
يا رسول الله فقال انزلنا من حبيبه هذه الصابحة فقال يا نبي الله من ياكل من هذا اقل فاذلتها من
احسن تيممها نفا اشهد من اكل منه ولذي نفسى بينه انه الاين لقاها كجينة يتعش في حالها

(54) عکس صفحہ نمبر 32 ”میزان الاعتدال جلد ۴“ طبع مکتبہ اثریہ سائنکھل

قال البخاری : سکتوا عنه ، وهو مولیٰ لخطابین ، لا یکتب جدیدہ البتہ .
وقال ابن سعین : لیس بشفقة . وقال أحمد : أمرکتہ وقد کبر فترکتہ .
الملاء بن عمرو الحنفی ، حدثنا محمد بن مروان ، عن الأعمش ، عن ابن صالح ،
عن ابن حریرة - مرفوعا : من سلی علی عند قبری سمعته ، ومن سلی علی
نائیا بلیغته .

نصر بن سرحم - وهو یثبتم ، حدثنا محمد بن مروان ، عن السکلی / ، عن
ابن صالح ، عن ابن عباس ، قال : ”بمصل الله وبرحمته - قال : فضل الله محمد ، ورحمته علی .
هشام بن یونس ، حدثنا محمد بن مروان ، عن لیث ، عن مجاهد ، عن ابن عمر -
مرفوعا : طلب الحلال جهاد .

قال ابن عدی : العصف علی روايته یقین .

(55) عکس صفحہ نمبر 224 ”زاد المسیر جلد ۶“ طبع حقانیہ پشاور

قوله تعالى : ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك...﴾ الآية، سبب نزولها أن الفساق
كانوا يؤذون النساء إذا خرجن بالليل، فإذا رأوا المرأة عليها قناع تركوها وقالوا: هذه
حرّة، وإذا رأوها بغير قناع قالوا: أمّة، فأذوها، فنزلت هذه الآية، قاله السدي

(56) عکس صفحہ نمبر 550 ”الکشاف جلد ۲“ طبع مصر

وعن السكّاني يتنعم بالاحكام من منضمّة عليهن ، أراد بالانضمام معنى الإنداء (وكان الله غفوراً)
لما سلف منهن من التفريط مع التوبة لأن هذا مما يمكن معرفته بالعقل (الذين في قلوبهم مرض)
قوم كان فيهم ضعف إيمان وقلة ثبات عليه وقيل هم الزناة وأهل الفجور من قوله تعالى «فقطع
الذي في قلبه مرض» (والمرجعون) ناس كانوا يرجعون بأخبار السوء عن سرايا رسول الله
صلى الله عليه وسلم فيقولون هم مرءوا وقتلوا وجري عليهم كيت وكيت فيكسرون بذلك قلوب
للأؤمنين يقال أرحف بكذا إذا أخبر به على غير حقيقة لكونه خبراً متزلاً غير ثابت من الرجفة
وهي الزلزلة؛ والمعنى لأن بنته المتأفكون عن عداوتهم وكيدهم والفسقة عن فجورهم والمرجعون

(52) عکس صفحہ نمبر 86 ”شرح نخبة الفكر“ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

بواقفه فی مذہبہ . وهذا لیس من مباحث علوم الحدیث ، واقه الموقن (قابن سبی)
الراوی (واقفرد) راو (واحد) بالروایة (عنه ، ف) هو (مجهول العین) کالمیهم ، إلا أن
یوفقه غیر من انفراد عنه علی الأصح ، وكذا من انفراد عنه إذا كان متأهلاً لذلك ،

(53) عکس صفحہ نمبر 223، 224 ”زاد المسیر جلد ۲“ طبع حقانیہ پشاور

والثانی : أنها نزلت فی الزناة الذين كانوا يمشون فی طرق المدينة يتبعون النساء
إذا برزن بالليل لفضاء حوائجهن ، فيرون المرأة فيدنون منها فيعزونها؛ وإنما كانوا
يؤذون الإمام، غير أنه لم تكن الأمة تعرف من الحرّة، فشكون ذلك إلى أزواجهن،
فذكروا ذلك لرسول الله ﷺ، فنزلت هذه الآية، قاله السدي.

والثالث : أنها نزلت فيمن تكلم في عائشة وصفوان بن المعطل بالإنك، قاله
الضحاک .
والرابع : أن ناساً من المنافقين أذوا علي بن أبي طالب، فنزلت هذه الآية، قاله
مقاتل .

قال المفسرون : ومعنى : الآية : يرمونهم بما ليس فيهم .

(54) عکس صفحہ نمبر 31 ”میزان الاعتدال جلد ۴“ طبع مکتبہ اثریہ سائنکھل

— ۸۱۵۴ — محمد بن مروان السدي الكوفي ، وهو السدي الصغیر . يروي من

هشام بن مروة والأعمش .
تركوه، واتهمه بعضهم بالكذب . وهو صاحب السکبي .

(63) عکس صفحہ نمبر 264 ”ترمذی شریف جلد ۱“ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

بصحة كبره قال جاء ما قرأ الاستساق الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انه قد ذاق فاعرض عنه فوجدنا من الشق الذوق
انه قد ذاق فاعرض عنه فوجدنا من الشق الذوق فقال يا رسول الله اني قد ذاق فامر به في الرواية فأخرجهم الى الحرة فوجدنا
قلما وجد من الجارة قد يثبت حتى هم يرجع معه في جبل فضر به وضربه الناس حتى مات فذكر ذلك رسول الله صلى
الله عليه وسلم انه قرأ حتى وجد من الجارة ومن الموت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا تركته كما هذا

(64) عکس صفحہ نمبر 250 ”ابوداؤد شریف جلد ۲“ طبع ایچ ایم سعید کراچی

قال تم قال فامر به ان يرجع فامر به الى الحرة فلما رجع لوجد من الجارة فخرج فخرج يشتد فلحقه عبد الله بن
انيس فلما عجزا صاح به فانزع له بوظيف بعد فامر به فقتله ثم اتى النبي صلى الله عليه وسلم فحدثه فحدثه فقال
هلا تركته لعله ان يتوب فبوتوب الله عليه **حاشا** لعبد الله بن عمر بن عبد المنذر بن زيد بن علي بن ابي طالب

(65) عکس صفحہ نمبر 251 ”ابوداؤد شریف جلد ۲“ طبع ایچ ایم سعید کراچی

روى في الحديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ان قومي قتلوني وغزوني من نفسي واخبروا ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم خيرة اتى فلن نزع عنه حتى قتلنا فلما رجعت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم واخبرنا قال فبلا
تركوه وجئتوني به ليستثبت رسول الله صلى الله عليه وسلم منه فانما ترك احد فلما قال لعرفت وجهه

(66) عکس صفحہ نمبر 116 ”تذیل الاوطار جلد ۱“ طبع مصر

وأمرهم أن يردوه إلى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ، فلما لم يفعلوا هرب ، فقتل
الرجل الذي معه لحي الحمل فضر به به فوقع ، ثم رجوه حتى مات (قوله هلا تركوه
استدل به على أنه يقبل من المقر الرجوع عن الإقرار بسقط عنه الحد ، وإلى ذلك ذهب
أحمد والشافعية والحنفية والعترة ، وهو مروى عن مالك في قول له . وذهب ابن أبي
البنبي وأبو ثور ورواية عن مالك وقول للشافعي أنه لا يقبل منه الرجوع عن الإقرار
كما له كغيره من الإقرارات . قال الأولون : ويترك إذا هرب لعله يرجع . قال في البحر

(67) عکس صفحہ نمبر 192 ”در مختار مع رد المحتار جلد ۳“ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

بني اذا لم تكن الشهادة بعد استفاد كالاغني (وان عجز) عن البينة الحال (واستأجل لاحسان شهود في
المصر يؤ حصل ان قيام المجلس فان عجزه ولا يكفل ليذهب للهم طلب لاسمع اليه مع الافرا الا في سبع

(67) عکس صفحہ نمبر 193 ”در مختار مع رد المحتار جلد ۳“ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

وعبيد او عهدودين في قدف او كانوا ثلاثة فانهم يحدون للقدف بل يحبس ويقال اجبت
وعدم النصاب كما تقدم في باب الشهادة على الزنا قلت والظاهر ان الهم) من محضرهم ولو
انما نكلموا على وجه الشهادة لا على وجه القدف بعد الغاذف اقام أربعة فساقا أنه كما
بن على الافرار كما مر قريبا (قوله يكتفي بحد واحد الخ) أفاد ان قال دري الحد عن
فعل الثاني بحد حدا آخر للثاني سواء كان قدفاً وزناً أو شرها كما الغاذف والمقدوف
اقدف الحدود ثانياً المقدوف الاول كما يأتي قريبا (قوله احمد والشهود ملتقط (يكتفي

(68) عکس صفحہ نمبر 96 ”بدائع الصنائع جلد ۱“ طبع ایچ ایم سعید کراچی

المال قبل التزاع أو سده على التفصيل على الاختلاف الذي ذكرناه في كتاب السرقة (ومنها) توبة التاطع قبل
ان يقد عليه قوله نسأل الا الذين تابوا من قبل ان يقدوا عليهم فاعلموا ان الله غفور رحيم أي رجعوا عما فعلوا
تندموا على ذلك وعزموا على ان لا يفعلوا منه في المستقبل فدل ذلك هذه الآية الشريفة على ان قاطع الطريق اذا تاب
قبل ان يظفر به يستقط عنه الحدون وجه رد المال على صاحبه ان كان أخذ المال لا يرجع العزم على ان لا يفعل مثله
في المستقبل ويسقط عنه النطق أصلاً ويستقط عنه القتل حداً وكذلك ان أخذ المال وقيل حتى لم يكن للإمام ان
تظلموا لكن يدفعه الى أولياء التليل ليتلوه قصاصاً ان كان القتل سلاح على ما ذكره ان شاء الله تعالى وان لم يأخذ

(69) عکس صفحہ نمبر 234، 235 ”رد المحتار جلد ۳“ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(قوله ومن تمام نونه رد المال الخ) أي يقطع به خصومة صاحبه ولو تاب ولم يرد له فذ كره في الكتاب
واختلفوا فيه فقيل لا يسقط الحد كسائر الحدود وقيل يسقط أشار إليه محقق الاصل لان التوبة ترفع الحد
السرقة الكبرى بخصوصها الامتناء في النص فلا يصح قياسها على باقي الحدود مع معارضة النص فتح وظاهره
ترجيح القول الثاني فقوله الشارح قيل لاحد فيه نظر لانه يفيد ضعفه والظاهر ان هذا خلاف عند عدم
التفاد لمافي النهر عن السراج لوضع الطريق وأخذ المال ثم ترك ذلك وأقام في أهله زماناً ثم قدر عليه دري

(72) عکس صفحہ نمبر 358 ”ہدایہ اخیرین“ طبع مجبائی دہلی

عند ابی حنیفہ وقالہ اذا تزوج الفلانی والجاریۃ خمس عشر سنۃ فقد بنی وھو رزیۃ عن ابی حنیفہ
 وهو قول الشافعی وعقبہ فی الخلام تسع عشر سنۃ وقیل مراد ان یصلح فی التسع عشر سنۃ

(73) عکس صفحہ نمبر 588 ”صحیح بخاری شریف جلد ۲“ طبع اصح المطابع کراچی

یہاں علیہم رباب عزوۃ الخندق وہی الاحزاب قال موسیٰ بن عقبہ کانت فی شوال سنۃ اربع حمل ثمان
 یعقوب بن ابراہیم قال حدثنا یحییٰ بن سعید عن عبد اللہ قال خبرنی نافع عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ
 وعرضہ یومہ اربع عشرۃ الفمخزومہ وعرضہ یوم الخندق وهو ان خمسة عشر اجازۃ حمل ثمان

(74) عکس صفحہ نمبر 197 ”رد المحتار علی درمختار جلد ۳“ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

أخبرني عن الواحد أوزوجه أو محرمانه ما إذا وجده بنى بها فله فقه مطلقا ولذا أفيد في المنية بقوله وهو بنى
 وأطلق قوله فلهما جميعا وعليه فقول الخاتبة الذي قد مناه أن نفاصاح به غير قيد و بدل عليه أيضا عبارة المختص
 الآتية ثم رأيت في جنابان الحاوي الزاهدي ما يؤيد به أيضا حيث قال رجل رأى رجلا مع امرأته بنى بها أو قبلها
 أو بضمها إلى نفسه وهي مطاوعة فقتله أو قبلها الاضمان عليه ولا يحرم من ميراثها ان أنبت بالينة أو بالافرار ولو
 رأى رجلا مع امرأته في مفازة خالية أو رآه مع محارمه هكذا ولم ير منه الزنا ودواعيه قال بعض المشايخ حل فتلها

(70) عکس صفحہ نمبر 38 ”بدائع الصنائع جلد ۷“ طبع کراچی

فنه روى عن ابى يوسف انه ليس من شرائط الاحصان حتى لا يصير المسلم عصبا بنكاح الكتابية والدخول بها
 في ظاهر الرواية وكذلك الذى العاقل البالغ الحر الثيب اذا زالا برجم في ظاهر الرواية بل يحد وعلى ما روى عن ابى
 يوسف يصير المسلم عصبا بنكاح الكتابية ويرجم الذى به وبه أخذ الشافعي رحمه الله تعالى واحجا بما روى انه
 عليه الصلاة والسلام برجم يهوديين ولو كان الاسلام شرطا لارجح ولان شرائط الاسلام للزجر عن الزنا والذين
 المطلق يصلح للزجر عن الزنا لان الزنا حرام في الاديان كلها (ولما) في زنا الذى قوله تعالى الزانية والزاني فاجلدوا كل

(71) عکس صفحہ نمبر 497 ”هدایہ اولین“ طبع مجبائی دہلی

الصکر والسترية لانہ لم يفوض لہما الا فاقية واذا دخل حرمی دارنا بما من فونى بن مية
 لوزنى ذمی بحر بية جندى ذمی والذ مية عند ابی حنیفہ ولا یحد الحرمی والحبیة وهو
 قول محمد في ذمی یغنی اذا نزل بحر بية فاما اذا نزل الحرمی بن مية لا یحد ان عندهم وهو
 قول ابی یوسف ولو لا ذلك لقال ابو یوسف یحدن کلام وهو قولہ الاخر لابی یوسف ان
 المستأمن التزم احكامنا مدة مقامه في دارنا في المعاملات كما ان الذمی التزمها
 مدة عمره ولهن یحد حد القذف ویقتل قصاصا بخلاف حد الشرب لا یقتل
 الذمی

(72) عکس صفحہ نمبر 61 ”فتاویٰ عالمگیری جلد ۵“ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

بالاحتمال أو الحبض أو الجلب كذا في المختار والسن الذي يتكلم ببيع الغلام والجارية اذا انتهيا به
 خمس عشرة سنة عند ابى يوسف وشهد رجما الله تعالى وهو رواية عن ابى حنیفہ رحمه الله تعالى وعقبه
 لفتوى وعند ابى حنیفہ رحمه الله تعالى ثمان عشرة سنة الغلام وسبع عشرة سنة الجارية كذا في الكافي

(74) عکس صفحہ نمبر 167 "فتاویٰ عالمگیری جلد ۲" طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

رأى غيره على فاحشة موجبة للتعزير فعززه بقدر الاحتساب للمعصية أن يعزّر المعززان عزره بعد الفراغ منها
كذافي البحر الرائق * مثل الهندواني رحمانه تعالى عن رجل وجد مع امرأته رجلاً لا يحمل له قتلها قال
إن كان يعلم أنه يزوج عن الزنا بالصياح والضرب بمدون السلاح لا يحمل وإن علم أنه لا يزوج إلا بالقتل حل له
القتل وإن طأوعته المرأة حل له قتلها أيضاً كذافي النهاية * المكابر بالظلم وقطاع الطريق وصاحب المكس
وجميع الظلمة والأعوان والسعاة يساح قتل الكل ويناب قتلهم كذافي التمرقاتي * وهكذا في التمراتشي
ونجسي * والموتى أن يعزّر بعده وأمه عند إساءة الأدب والحاجة إليه كذافي محيط السرخسي * والتعزير

(74) عکس صفحہ نمبر 113 "فتح القدير جلد ۵" طبع بيروت

الضام لقول أبو يوسف قال التمر تاني يجوز التعزير والذي يجب حقه تعالى لكل أحد بعلة النيابة
من الله وصل أبو يوسف الهندواني عن رجل وجد مع امرأة لا يحمل له قتلها قال إن كان يعلم أنه يزوج عن الزنا
الصياح والضرب بمدون السلاح لا يقتله وإن علم أنه لا يزوج إلا بالقتل حل له قتلها وإن طأوعته المرأة
قتل قتلها ابتداءً لهذا تنبص على أن الضرب تعزير وإيما كان الإنسان وإن لم يكن محتسباً وضرح في المنتقى
قال وهذا لأنه من باب إزالة المنكر بالبدن السارح وعلى كل أحد ذلك السبب قال من رأى منك منكر فليبقه

(75) عکس صفحہ نمبر 193 "رد المحتار على در مختار جلد ۳" طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

هذا القدر فرفع (قوله دري الخداخ) لان الفاسق في نوع قصور وان كان من أهل الاداء والتحمل ولله
ليرضى بشهادته فقد عندنا فينبت شهادتهم شبهة الزنا فيسقط احد عنهم وعن القاذف وكذا عن القذوف
لاشراط العدل في السبوت وأما كونه أعتما أو عبيد أو محدودين في قذف أو كانوا ثلاثة فأنهم محدودون القذف
دون الشهود وتلب بعدة حلية الشهادة فيهم أو عدم النصاب كما تقدم في باب الشهادة على الزنا قلت وأظاهر أن
القاذف محد أيضاً لأن الشهود إذا أحدهم أمهم أما سلكوا على وجه الشهادة لا على وجه القذف بحده القاذف

(75) عکس صفحہ نمبر 165 "فتاویٰ عالمگیری جلد ۲" طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

وأما النسبة أجل لا فامة النسبة فان أقام والا حد فان لم يجد أحداً يعش إلى الشهود بعينه مع شرط
بخطوته فان لم يجد الشهود حد وان أقام بعد ذلك قبلت شهادتهم كذافي التمراتشي * ولو قذف
رجلاً بما باربعه نسفة أنه كما قال بدر الخلد عن القاذف وعن القذوف وعن الشهود كذافي الطبري في
القطعان * إذا كان القذوف حياً فلا خصومة لاحد سواء حاضر أو غائب ولو مات القذوف قبل أن
يطلب أو بعد ما طلب أو أنهم عليه بعض الحد بطل الحد وبطل ما بقي منه وإن كان سوطاً واحداً كذافي

(76) عکس صفحہ نمبر 242 "الفوائد الفضيائية شرح كافي" طبع مکتبہ حقانیہ ملتان

ثلثة إلى عشرة بالآباء جماعة المذكرة اعتبار التائيد الجماعة نحو ثلثة رجال إلى عشرة رجال وذلك
إلى عشر يومها يجمع المؤنث فرقا بين المذكرة والمؤنث نحو ثلثة نسوة وعشر نسوة ولم يفتل الأمر

(77) عکس صفحہ نمبر 264 "الفوائد الفضيائية شرح كافي" طبع مکتبہ حقانیہ ملتان

أظهر فلو أخرجت عن اثنين توهم تعلقه بالقتلين على التواتر واستمر القائل ما أشق
أي استعمل اشتق من فعل أي حدث موضوعاً ذلك الاسم لمن وقع كإحدى الفعل به
أي لذات ما قام بها الفعل ولو قال لما قام به الفعل لكان أولى لأن ما جعل مؤنث
بلفظ ما ولعله قصد التعليل بمعنى التحدث ويصعب بالحديث شجدة وجوده له وقياية
مقيداً بالامر اللازمة الثلثة قال المصنف في شرحه قوله ما اشتق من فعل يدخل فيه المحدود

(77) عکس صفحہ نمبر 269 "الفوائد الضیائیہ شرح کافیہ" طبع مکتبہ حقانیہ ملتان

آخر بقی علی نصبہ نحو زید ^{مطلقاً} فلا مدحاً لها ^{لأن} أو عذراً أو لعلي غلامه ^{درہما}
والآن أو عذراً أو انس الصفة المشبهة باسم الفاعل من حيث انها متنى وجمع وندكر
ووثقت ما اشتق من فعل لانهم احتراز عن اسم الفاعل واسم المفعول التعددين
لمن اى لما قومه على معنى الثبوت لا بمعنى الحدوث احتراز عن ثوقايم وذاهب
الامارات فامر ما الفظ

(78) عکس صفحہ نمبر 82 "شرح عقائد نسفی" طبع کراچی

فهي كبيرة والكبيرة المطلقة هي الكفر اذا ذنب الكبر منه ^{بجمله المراد ههنا}
ان الكبيرة التي هي غير الكفر لا تخرج العبد المؤمن من الايمان ^{ببقار}
التصدق الذي هو حقيقة الايمان ^{خلافاً للمعنى} حيث زعموا ان
تركيب الكبيرة ليس بؤمن ولا كفر ^{هذا هو النزاع بين المنزعين بناء على ان}

(78) عکس صفحہ نمبر 83 "شرح عقائد نسفی" طبع کراچی

لا مجال عندهم بيزيد من حقيقة الايمان ^{أو لانه} بل اى العبد المؤمن
في الكفر بل ان ^{فانهم ذموا ان} تركب الكبيرة بل الصغيرة
التي كان لا واسطة بين الايمان والكفر ^{فانها} توجد الاول بالحق
من ان حقيقة الايمان هو التصديق العلي فلما يخرج المؤمن عن
الاتصاف به الا بما ينافيه ^{ومجرد} الاقوام على الكبيرة فغاية توبة أو
او التقة أو كسل خصوصاً اذا اقترن به خوف العقاب ^{وربما} لم يفر
والعزم على التوبة لا ينافيه نعم اذا كان بل طريق الاستئصال ^{والاستحسان}
ان كان كفراً لكونه علامة للتكذيب ^{ولأن} نزاع في ان من العاصي
ما جعله الشارح اشارة للتكذيب ^{وتعلم} كونه كذلك بالادلة الشرعية
كسجود العزم والقائه ^{الصعق} في القادور استه والتلفظ بكلمات
الكفر ونحو ذلك مما ثبت بالادلة ^{انك} وكفر وبسبب ان قيل
ان الايمان اذا كان عبارة عن التصديق ^{والاقرار} سينية
ان لا يعبر المؤمن ^{المقر} اصدق كاذب بشئ من افعال الكفر وانما ظاهراً
بالم تحقق منه التكذيب ^{او} الشك الثاني الآيات والاحاديث
الناطقة باطلاق المؤمن على العاصي ^{كقوله} تعالى يا ايها الذين آمنوا
كتب عليكم القصاص في القتلى ^{وقوله} تعالى يا ايها الذين آمنوا
توبوا الى الله توبة نصوحاً ^{وقوله} تعالى وان طائفتان

(78) عکس صفحہ نمبر 84 "شرح عقائد نسفی" طبع کراچی

من المؤمنین اقتتلوا الآية وای کثیرة الثالث اجماع الامة من
عصر النبى عم الى يومنا هذا بالقبول على من مات من اهل القبلة
من غير توبة والدعاء والاستغفار لهم مع العلم بارتكابهم الكبائر
بعد الاتفاق على ان ذلك لا يجوز لغير المؤمن واهتجت المعتزلة بوجوب
الاول ان الامة بعد اتفاقهم على ان مرتكب الكبيرة فاسق اختلفوا في انه
مؤمن وهو مذموب اهل السنة والجماعة او كافر وهو قول الخوارج
ومنافق وهو قول الحسن البصرى فاخذنا بالمتفق عليه وتركنا المختلف
فيه وقتنا هو فاسق ليس بمؤمن ولا كافر ولا منافق واجاب ان هذا
اصدق للمقول المتألف كما اجمع عليه السلف من عدم النزلة بين المؤمنين
فيكون باطلا الثاني انه ليس بمؤمن لقوله تعالى فمن كان مؤمنا
لمن كان فاسقا جعل المؤمن مقابلا للفاسق وقوله علم لايزنى الزانى
وهو مؤمن وقوله علم لايمان لمن لا امانة له ولا كافر لما توأمت من
ان الامة كانوا لا يقتابونه ولا يحرون عليه احكام المرتدين ويدفونهم
في مقابر المسلمين واجاب ان المراد بالفاسق في الآية هو الكافر فان
الكفر من اعظم الفسوق والحد على سبيل التعليل والمباينة في ذلك
عن العاصي بدليل الآيات والاحاديث الدالة على ان الفاسق مؤمن
حتى قال عم لابى ذر لما بالغ في السؤال وان زنى وان سرق على رغم ان

(79) عکس صفحہ نمبر 1003 "صحیح بخاری شریف جلد ۲" طبع کراچی

ابن شہاب عن عمرو بن عثمان ان قریباً اھتمتہم المرأۃ النیر فمیتۃ السقی سرقۃ قالوا من یکرہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یحترق علیہ الا اسامة بن زید حیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اشفع فی حد من حدہ اللہ ثم قام مخطب فقال یا ایھا
الناس انما ضل من قبلکم انتم کونوا ذائق الشریف ترکوہوا ذائق الضعیف فیہم اقاموا
علیہم حد وواکثر انہ لوارث ناطقہ بنت محمد سرقۃ لقطعة محمد یدھا مات قول اللہ

(79) عکس صفحہ نمبر 1003 "صحیح بخاری شریف حاشیہ جلد ۲" طبع کراچی

عن ابن شہاب عن عمرو بن عثمان ان قریباً اھتمتہم المرأۃ النیر فمیتۃ السقی سرقۃ قالوا من یکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یحترق علیہ الا اسامة بن زید حیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اشفع فی حد من حدہ اللہ ثم قام مخطب فقال یا ایھا الناس انما ضل من قبلکم انتم کونوا ذائق الشریف ترکوہوا ذائق الضعیف فیہم اقاموا علیہم حد وواکثر انہ لوارث ناطقہ بنت محمد سرقۃ لقطعة محمد یدھا مات قول اللہ	عن ابن شہاب عن عمرو بن عثمان ان قریباً اھتمتہم المرأۃ النیر فمیتۃ السقی سرقۃ قالوا من یکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یحترق علیہ الا اسامة بن زید حیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اشفع فی حد من حدہ اللہ ثم قام مخطب فقال یا ایھا الناس انما ضل من قبلکم انتم کونوا ذائق الشریف ترکوہوا ذائق الضعیف فیہم اقاموا علیہم حد وواکثر انہ لوارث ناطقہ بنت محمد سرقۃ لقطعة محمد یدھا مات قول اللہ
---	---

(80) عکس صفحہ نمبر 197 "رد المحتار علی در مختار جلد ۳" طبع کوئٹہ

لا عمل له ولو اكرهها فلها نقله ودمه هدر وكذا الغلام وهبانية

البراز به وغبرها) ای کاخانیہ فقہا اور ای رجلا زنی بامرانہ او امرأہ آخر وهو محسن فصاح به فلم یجواب ولم یمنع عن الزنا حل لہ فقہ ولا فصاص علیہ اھ (قوله فبحمل علی القبد) ای بحمل قول النبی فقہا جعلا علی

(91) عکس صفحہ نمبر 321 ”سنن کبریٰ جلد ۸“ طبع نشر السنہ ملتان

فی شهر رمضان بخاء ثمان ونفاہ لی الشام وجعل یقول لتخرین فی شهر رمضان وادنا صیام او صیانا صیام (قال وحدنا) سفین بن عطاء بن اسی مروان عن ابيه قال انی علی رضی اللہ عنہ بالجاہلی قد شرب نحر فی رمضان فأضر نضرہ ثمانین ثم اخرجہ من الغد نضرہ عشرين وقال انما ضربتک هذه العشرین لجرأتک علی اللہ وانظرتک فی شهر رمضان۔
(آخرت) ابو محمد عبد اللہ بن یوسف ابی اوسہ بن الأعرابی ثنا سعدان بن نصر ثنا سفیان بن عمرو عن محمد بن علی ان علیاً رضی اللہ عنہ جلد رجلاً فی اتمر اربعین جلدہ بسوطہ لہ طرفان وكانہ اورد صر اربعین بالطرفین وذكرہ فی موضع آخر كما روينا فی حديث سعدان فقد روينا فی الحديث الموصول عنه انه امر بخدہ اربعین واحتج بیه بن ابيه۔ وهذه الروایة منقطعة وانہ اعلم۔

(92) عکس صفحہ نمبر 322 ”سنن کبریٰ جلد ۸“ طبع نشر السنہ ملتان

وہ شیعہ الا انہی بیوت فی حد لخر فافعی، احد ثناء بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن مات منہ ذریتہ لما قال فی بیت المال والاعمال علی عاتق الامام اشک یعنی الشاعری (قال الشاعری) رضی اللہ عنہ وبنی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ارسل الی امرأۃ فخرمت فأجهضت ذابطنها فاستشار علیاً رضی اللہ عنہ فاشک علیہ ان یدلہ الامر عمر علیاً رضی اللہ عنہ فقال عنہ مات علیک تقسم علی تو، ک۔

مکتبہ کی دیگر مطبوعات



نزد جامعہ انوار العلوم نیو ملتان۔ مکتبہ مہر بیگ کاظمیہ

061-6560699, 0304-6123162